رفع الیدین پر علمی و تحقیقی کتاب
نور العینین
فی مسئلة
رفع الیدین
عند الرکوع وبعدہ فی الصلوٰۃ
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
مکتبہ اسلامیہ

فہرست عنوانات

- تقدیم ۱۰
- مصنف کا مختصر تعارف ۱۳
- اردو تصانیف ۱۴
- عربی تصانیف ۱۶
- سنت کی اہمیت اور تقلید کی مذمت ۱۸
- مقدمہ ۳۲
- حبیب اللہ ڈیروی صاحب کے مغالطے ۳۵
- حسن بن زیاد اللولوی ۳۹
- ہیثم بن عدی ۴۰
- ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی ۴۳
- محمد بن اسحاق بن یسار ۴۵
- غیر جانب دارانہ تحقیق ۴۹
- سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ۴۹
- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث ۵۰
- ابتدائیہ ۵۲
- ابو احمد الحاکم الکبیر کا تعارف ۵۲
- رفع الیدین پر کتابیں ۵۴
- امام بخاری کا تعارف ۵۴
- بنیادی اصول کا تعارف ۵۹
- مقابلہ ۵۹

- صحیح حدیث کی تعریف ۶۰
- ضعیف حدیث کی تعریف ۶۰
- تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف ۶۱
- جرح وتعدیل میں ائمہ محدثین کا اختلاف ۶۱
- صحتِ کتاب ۶۱
- اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا تحقیقی معیار ۶۲
- ایک ہی شخص کے اقوال میں تعارض ۶۲
- معمولی جرح ۶۳
- مسلکی تفاوت صحتِ حدیث کے خلاف نہیں ۶۳
- اثبات رفع الیدین فی الصلوٰۃ ۶۴
- حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جدول .... ۶۶، ۶۷
- مسند الحمیدی اور حدیث رفع الیدین ۶۸
- مسند حمیدی/نسخہ دیوبندیہ کا عکس ۶۹
- مسند حمیدی/مخطوطہ ظاہریہ کا عکس ۷۰
- مسند حمیدی کے دوسرے قدیم مخطوطے کا عکس ۷۱
- بلادِ عرب میں مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخے کا عکس ۷۲
- المستخرج لابی نعیم الاصبہانی کا عکس ۷۳
- مسند ابی عوانہ اور حدیث رفع الیدین ۷۶
- مسند ابی عوانہ کے محرف مطبوعہ نسخے کا عکس ۷۷
- مسند ابی عوانہ/ مدینہ منورہ والے قلمی نسخے کا عکس ۷۸
- مسند ابی عوانہ سندھی مخطوطہ کا عکس ۷۹
- المدونۃ الکبریٰ کی ایک روایت ۸۱
- عبداللہ بن عون الخراز کی روایت ۸۳
- ترفع الایدی والی روایت ۸۸

- محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا تعارف ۸۹
- محمد بن ابی لیلیٰ اور حنفی وغیر اہلِ حدیث حضرات ۹۰
- محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ والی روایت کی دوسری سند ۹۱
- رفع الیدین پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث ۹۲
- عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کا تعارف ۹۳
- سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث ۹۶
- جدول ۹۷تا۹۹
- سنن النسائی کی سجدوں میں رفع الیدین والی حدیث ۱۰۰
- سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ۱۰۲
- سیدنا وائل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ۱۰۲
- سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث ۱۰۳
- تخریج حدیث ابی حمید رضی اللہ عنہ فی رفع الیدین (جدول) ۱۰۶
- عبدالحمید بن جعفر کا تعارف (جدول) ۱۰۷
- محمد بن عمرو بن عطاء کا تعارف ۱۰۹
- عطاف بن خالد کی روایت ۱۰۹
- اضطراب کا دعویٰ ۱۱۰
- سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات ۱۱۲
- نقاب کشائی ۱۱۲
- ایک زبردست دلیل ۱۱۳
- ایک اور نکتہ ۱۱۳
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ۱۱۵
- سند کی تحقیق ۱۱۵
- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ۱۱۷
- سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ۱۱۸

- سند کی تحقیق ۱۱۸
- سیدنا ابوبکر الصدیق اور عبداللہ بن الزبیر i کی حدیث ۱۱۹
- سند کی تحقیق ۱۲۰
- احادیثِ مذکورہ کا خلاصہ ۱۲۲
- (احادیثِ مذکورہ کا) جدول ۱۲۴
- تارکین رفع الیدین کے شبہات ۱۲۵
- حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ۱۲۵
- حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۱۲۹
- امام ابوداود اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۱۳۲
- سفیان ثوری کی تدلیس ۱۳۴
- مدلس کا عنعنہ ۱۳۷
- طبقہ ثانیہ کی بحث ۱۳۸
- (حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا) جدول ۱۴۳
- حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ ۱۴۴
- جدول ۱۱۴
- یزید بن ابی زیاد کا تعارف ۱۴۵
- حدیث محمد بن جابر السحیمی الیمامی ۱۵۱
- محمد بن جابر الیمامی جرح وتعدیل کی روشنی میں ۱۵۲
- (پانچواں شبہ) موضوع روایات ۱۵۴
- (چھٹا شبہ) عدمِ ذکر ۱۵۵
- (ساتواں شبہ) دعویٔ نسخ ۱۵۵
- تحقیق کا خلاصہ ۱۵۷
- آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ۱۵۹
- صحابہ کرام کا رفع الیدین کرنا ۱۶۱

- سند کی تحقیق ۱۶۱
- تارکین ومانعین کے آثار ۱۶۳
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر ۱۶۳
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر ۱۶۵
- سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر ۱۶۵
- سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر ۱۶۷
- ابوبکر بن عیاش والی روایت کا جدول ۱۷۱
- ایک دوسری سند (محمد بن الحسن الشیبانی والی) ۱۷۲
- آثارِ تابعین رحمہم اللہ اجمعین ۱۷۴
- (خلیفہ) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور رفع الیدین ۱۷۵
- ائمہ کرام اور رفع الیدین ۱۷۷
- امام مالک بن انس رحمہ اللہ ۱۷۷
- امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ ۱۷۹
- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۱۷۹
- امام اوزاعی رحمہ اللہ ۱۸۰
- رفع الیدین کرنا ضروری ہے ۱۸۱
- مشرح بن ہاعان کا تعارف ۱۸۲
- دوسرا رخ ۱۸۳
- کعبہ پر نصب منجنیق کا مسئلہ ۱۸۳
- اس حدیث کا مفہوم ۱۸۵
- نورالعینین قدیم کا اختتام بعد از مراجعت ۱۸۶
- زیادات (تحقیقی مضامین کا اضافہ) ۱۸۷
- سجدوں میں رفع الیدین کا مسئلہ ۱۸۹
- مع کل تکبیرۃ ۱۹۳

- رفع الیدین کا حکم اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۱۹۵
- رفع الیدین کے خلاف ایک نئی روایت: اخبار الفقہاء والمحدثین؟......... ۲۰۵
- رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ، ایک تحقیقی مضمون ۲۱۲
- مخالفین رفع الیدین کے شبہات کا مدلل رد ۲۱۶
- طاہر القادری اور رفع الیدین کا مسئلہ (المنہاج السوی کے ایک باب کا جواب)..... ۲۲۱
- سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب تفسیر اور ترکِ رفع الیدین ۲۳۸
- محمد بن مروان السدی کا تعارف ۲۳۹
- محمد بن السائب الکلبی کا تعارف ۲۴۲
- ابو صالح باذام کا تعارف ۲۴۵
- سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث........................ ۲۴۷
- نور البصر فی توثیق عبد الحمید بن جعفر ۲۴۹
- عبد الحمید بن جعفر رحمہ اللہ ۲۵۰
- محمد بن عمرو بن عطاء.. ۲۵۲
- سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات ۲۵۵
- ایک روایت کا جائزہ.. ۲۵۷
- ایک عظیم الشان دلیل.. ۲۵۹
- ایک اور دندان شکن دلیل ۲۶۰
- ایک اور دلیل.. ۲۶۱
- ایک اور دلیل.. ۲۶۳
- محمد بن اسحاق بن یسار کا حدیث میں مقام.. ۲۶۳
- نام نہاد اضطراب کا دعویٰ.. ۲۶۵
- امام محمد بن یحییٰ الذہلی کا اعلان ۲۶۸
- چند اہم نکات وفوائد ۲۶۸
- ایک اہم نکتہ ۲۷۱

- ماسٹرامین اوکاڑوی دیوبندی کا اللہ تعالیٰ پر بہتان ۲۷۴
- ''حدیث اوراہل حدیث'' کتاب کے باب ''ترکِ رفع الیدین..''
کامکمل جواب ۲۷۵
- پیش لفظ ۲۷۷
- مسئلہ رفع الیدین اور ''حدیث اوراہل حدیث'' ۲۷۹
- اثبات رفع الیدین عندالرکوع وبعدالرفع منہ ۳۰۱
- انوارخورشیدصاحب اورآثارِصحابہ ۳۰۴
- آثارِصحابہ اوررفع الیدین کااثبات ۳۱۱
- آثارِتابعین اورترکِ رفع الیدین ۳۱۲
- اثبات رفع الیدین اورتابعین ۳۱۶
- ترکِ رفع الیدین اورعلماء ۳۱۷
- ائمہ مسلمین اوررفع الیدین........................ ۳۲۱
- عجیب شرطیں ۳۲۲
- ایک مکروہ مغالطہ ۳۲۳
- فما زالت تلک صلوٰتہ حتیٰ لقی اللہ تعالیٰ ۳۲۷
- رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت ۳۲۸
- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف ۳۲۸
- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اوررفع الیدین ۳۲۹
- سندکا تعارف ۳۳۰
- ابن جریج کی تدلیس کااعتراف ۳۳۲
- الاختصار ۳۳۳
- جدول ۳۳۴
- حتیٰ فارق الدنیا ۳۳۶
- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کاجدول........................ ۳۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف کا مختصر تعارف

﴿مصنف کے قلم سے﴾

نام: حافظ زبیر علی زئی

[بن مجدد خان بن دوست محمد خان بن جہانگیر خان علی زئی]

پیدائش: ۲۵ جون ۱۹۵۷ء (حضرو، ضلع اٹک)

تعلیم: 1- فارغ التحصیل از جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

2- فارغ التحصیل از وفاق المدارس السّلفیہ فیصل آباد

3- ایم اے عربی (پنجاب یونیورسٹی)

4- ایم اے اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)

بعض اساتذہ:

1- مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۰۸ھ)

2- مولانا ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۵ھ)

3- مولانا ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ)

4- مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ)

5- مولانا ابوالرجال اللہ دتہ السوہدروی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۲ھ)

6- مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ، وغیرہم

نرینہ اولاد:

1- طاہر

2- عبداللہ

3- معاذ

اردو تصانیف

1- نور العینین فی اثبات رفع الیدین (اس کا یہی جدید اڈیشن معتبر ہے)
2- القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح (ماہنامہ الحدیث حضرو میں مطبوع ہے)
3- نور القمرین (اسی کتاب کے آخر میں، بعد از مراجعت مطبوع ہے)
4- الکواکب الدریہ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام/مطبوع)
5- جنت کا راستہ (مطبوع)
6- ہدیۃ المسلمین (مطبوع از مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد)
7- تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ (مطبوع)
8- نور المصابیح (مطبوع)
9- تخریج احادیث الرسول کا نک تراہ (مطبوع)
10- ماسٹر امین اوکاڑوی کا تعاقب (مطبوع)
11- القول المتین فی الجہر بالتامین (مطبوع)
12- عبادات میں بدعات اور سنت سے ان کا رد [ترجمہ وتحقیق] (مطبوع)
13- شرح حدیثِ جبریل (مطبوع)
14- نصر الباری فی تحقیق وترجمۃ جزء القراءۃ للبخاری (مطبوع)
15- ترجمہ وتحقیق جزء رفع الیدین (مطبوع)
16- اکاذیب آلِ دیوبند (غیر مطبوع)
17- تخریج نماز نبوی (مطبوع)
18- تسہیل الوصول فی تخریج احادیث صلوٰۃ الرسول (مطبوع)
19- نصر المعبود فی الرد علیٰ سلطان محمود (ایک بریلوی کا رد/مخطوط)
20- تخریج ریاض الصالحین (مطبوع از دار السلام لاہور)

21- تخریج فتاویٰ اسلامیہ (غیر مطبوع)

22- توضیح الاحکام (کتابی صورت میں غیر مطبوع)

23- تلخیص الاحادیث المتواترہ (مخطوط)

24- عصرِ حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ (مخطوط)

25- التاسیس فی مسئلۃ التدلیس (مطبوع در محدث لاہور)

26- ترجمہ وتحقیق کتاب الانوار للبغوی (تحت الطبع)

27- ترجمہ شعار اصحاب الحدیث للحاکم الکبیر (مطبوع در ماہنامہ الحدیث حضرو)

28- نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (تحت الطبع)

29- دین میں تقلید کا مسئلہ (مطبوع)

30- حاجی کے شب و روز، ترجمہ وتحقیق وفوائد (مطبوع)

31- تحقیق وترجمہ اثبات عذاب القبر للبیہقی (تحت الطبع)

32- مجموعۂ مقالات (تحت الطبع ان شاءاللہ)

33- ترجمہ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (مخطوط)

34- یمن کا سفر (مطبوع در ماہنامہ الحدیث حضرو)

35- اور علمی وتحقیقی دنیا میں عظیم انقلاب، ماہنامہ الحدیث حضرو کا اجراء۔ والحمدللہ

عربی تصانیف

۱: تحقيق و تخريج جزء علي بن محمد الحميري(مطبوع)

۲: تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء (مطبوع)

۳: الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (تحت الطبع)

۴: تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبي شيبة(تحت الطبع)

۵: تحقيق و تخريج مسند الحميدي (مخطوط)

۶: نيل المقصود في تحقيق و تخريج سنن أبي داود (مخطوط)

۷: تسهيل الحاجة في تحقيق و تخريج سنن ابن ماجه (مخطوط)

۸: عمدة المساعي في تحقيق و تخريج سنن النسائي (مخطوط)

۹: تحقيق و تخريج سنن الترمذي (مخطوط)

۱۰: تخريج النهاية فى الفتن والملاحم (مطول ، مخطوط)

۱۱: تخريج كتاب النهاية فى الفتن والملاحم (مختصر،مخطوط)

۱۲: تخريج كتاب الجهاد لإبن تيمية (مخطوط)

۱۳: العقدالتمام في تحقيق السيرة لإبن هشام (مخطوط)

۱۴: الأسانيد الصحيحة في أخبارالإمام أبي حنيفة (مخطوط)

۱۵: تحقيق و تخريج أحاديث اثبات عذاب القبر للبيهقي (مخطوط)

۱۶: تخريج أحاديث منهاج المسلم (مخطوط)

۱۷: تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك (مخطوط)

۱۸: تحقيق و تخريج بلوغ المرام

۱۹: أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح (مخطوط)

۲۰: أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة مع الأدلة

(تحت الطبع)

۲۱: أنوار السنن في تخريج و تحقيق آثار السنن (مخطوط)

۲۲: تحقيق و تخريج كتاب الأربعين لإبن تيمية (مخطوط)

۲۳: تخريج شعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم (مخطوط)

۲۴: تخريج جزء رفع اليدين للبخاري(مخطوط)

۲۵: أنوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل (مخطوط)

۲۶: السراج المنير في تخريج تفسير ابن كثير (مفقود)

۲۷: تلخيص الكامل لإبن عدي (مخطوط)

۲۸: كلام الدارقطني في سننه في أسماء الرجال(مخطوط)

۲۹: في ظلال السنة / الحديث وفقهه
(مطبوع في سياحة الأمة/ إسلام آباد)

۳۰: تخريج الأنوار في شمائل النبي المختار (مخطوط)

۳۱: صحيح التفاسير (غير كامل)

۳۲: فضل الإسلام للشيخ محمد بن عبدالوهاب (تخريج)

۳۳: التقبيل و المعانقة لإبن الأعرابي ، تحقيق و تخريج (مخطوط)

وما توفيقي إلا باللّٰه عليهِ توكلت وإليه أنيب

سنت کی اہمیت اور تقلید کی مذمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ [آل عمران:۱۶۴]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا والوں کی ہدایت کا سبب بنایا اور جن لوگوں نے آپ کی پیروی اور اطاعت اختیار کی تو وہ گمراہیوں کی اتھاہ تاریکیوں سے نکل کر فلاح و ہدایت کی روشن شاہراہ پر گامزن ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی اتباع ہدایت کا سبب ہے اور آپ کو چھوڑ کر کسی اور کی اتباع اختیار کرنا گمراہی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا

معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ ان سے کہو اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرلو پھر اگر وہ تمھاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ناممکن ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔

[ل عمران:۳۱، ۳۲]

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا شرطِ ایمان ہے کیوں کہ ایمان کی وادی میں قدم رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط﴾

اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ [البقرۃ:١٦٥]

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعوے دار ہے تو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کرنا لازم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک شخص کوئی دعویٰ کرتا ہے تو اپنے اس دعوے پر ثبوت پیش کرنا اس پر لازم ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویدار ہے تو وہ رسول ﷺ کی اتباع کر کے اس کا ثبوت فراہم کرے گا ورنہ اس کا یہ دعویٰ ہی سرے سے جھوٹا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے لیے اطاعتِ رسول فرض ہے اور اطاعتِ رسول سے اعراض کرنا کفر کے مترادف ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا﴾

درحقیقت تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ خر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

[الاحزاب:٢١]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو مومنوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انھیں جو کچھ ملے، وہ اسے مضبوطی سے تھام لیں کیوں کہ اللہ اور یوم خر پر ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ [الحشر:۷]

رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہدایت پر قائم رہنے کا ذریعہ ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾

اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی پیروی اختیار کرو تاکہ تمھیں ہدایت نصیب ہو۔ [الاعراف:۱۵۸]

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾

اور میری پیروی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ [الزخرف:۶۱]

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرنے کے بجائے کسی اور طریقے کو اختیار کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اسے اختیار کر کے وہ راہِ ہدایت پالیں گے تو وہ خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑنے والا گمراہ ہے اور قیامت کے دن بھی وہ ناکام ونامراد ہوگا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ جائے۔ [النور:۶۳]

''فتنہ'' کی مختلف صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے (اور یہ صورت تاریخ کے ناقابل تردید دلائل سے بالکل واضح ہے) کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو چھوڑ کر مختلف

اماموں کی تقلید اختیار کرلیں گے اور یہ تفرقہ بازی ان میں شدید نفرت اور اختلافات پیدا کردے گی اور آخرکار ان میں خانہ جنگی شروع ہوجائے گی۔

ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ﴾

وہ (نبی) اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

[النجم:۳،۴]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین میں اگر کسی شخص کی نفسانی خواہشات محترم ہوسکتیں تو یہ مقام رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہونا چاہیے تھا، لیکن رسول کی خواہشات کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین قرار نہیں دیا بلکہ صاف اعلان فرمادیا کہ میرا یہ نبی اپنی خواہشات سے بولتا ہی نہیں بلکہ یہ جب بھی کلام کرتا ہے وحی کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ مقامِ غور ہے کہ جب نبی ﷺ کی خواہشات اور رائے کی پیروی بھی لازم قرار نہ پائے تو پھر کسی اور شخص یا امام کی ذاتی ''راء'' کس طرح دین بن سکتی ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

[النسآء:۸۰]

بتائیں کہ یہ مقام رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور انسان یا کسی امام کو حاصل ہوسکتا ہے کہ جس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت قرار دے اور پھر کسی امام کی اتباع ہی نہیں بلکہ اس سے بھی چند قدم اور آگے بڑھ کر اس کی تقلید اختیار کرلی جائے؟

اتباع علم کی بنیاد پر جب کہ تقلید جہالت کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ اتباع بالدلیل ہوتی ہے اور یہ علم ہے جب کہ تقلید ایسے عمل کا نام ہے جو کسی کی بات پر بغیر دلیل کے کیا جائے۔ پھر تقلید میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اندھا دھند کسی کے پیچھے چلنے کو تقلید کہا جاتا ہے

اور مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے۔ نہ تو وہ خود اس مسئلہ کی تحقیق کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر نظر ڈال سکتا ہے۔ ایسی جہالت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حافظ ابن حزم کی الاحکام فی اصول الاحکام اور حافظ ابن قیم کی اعلام الموقعین]

اس سلسلہ کی چند احادیث و آثار بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ یہ مسئلہ پوری طرح نکھر کر سامنے آجائے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ أَبٰى)) قِيْلَ وَمَنْ أَبٰى ؟ قَالَ:((مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، پوچھا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔

[بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۱ حدیث ۷۲۸۰، مشکوٰۃ المصابیح ۱/۵۱ ح ۱۴۳ طبع بیروت]

ایک موقع پر جب تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال وسنن کو کم سمجھتے ہوئے عبادت میں زیادہ محنت ومشقت کا ارادہ ظاہر کیا یعنی ایک نے پوری رات جاگنے، دوسرے نے ہمیشہ روزہ رکھنے اور تیسرے نے نکاح کو خیر باد کہہ کر پوری زندگی عبادت کرنے کا تہیہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ))

پس جو شخص میری سنت سے بے رغبتی اختیار کرے گا (اور اسے استخفافاً وعناداً چھوڑ دے گا) تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

[بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، ۷۵۸ حدیث: ۵۰۶۳، مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ حدیث: ۱۴۰۱]

مطلب یہ ہے کہ تم اعمال میں چاہے کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھاؤ لیکن اگر کسی شخص کا عمل میری اتباع اور فرمانبرداری سے خالی ہوگا تو ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (المتوفاۃ ۵۷ھ) روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہے۔ (ان چھ آدمیوں میں سے ایک)

((وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ)) اور میری سنت کو ترک کرنے والا ہے۔

[مستدرک ج ۱ ص ۳۶ وقال الحاکم: صحیح الاسناد ووافقہ الذہبی، سنن الترمذی حدیث: ۲۱۵۴ وسندہ حسن]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۵ھ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ اس سے چمٹے رہو اور اپنی داڑھوں کے ساتھ (مضبوطی سے) پکڑے رکھو اور تم (دین میں) نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

[احمد ۴/۱۲۶، ۱۲۷ ح ۱۷۲۷۵، ابوداود: ۴۶۰۷ وسندہ صحیح، ترمذی: ۲۶۷۶، ابن ماجہ: ۴۳، مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۸ ح ۱۶۵، وقال الترمذی: ''حدیث حسن صحیح'' وصححہ جماعۃ منہم ابن حبان (۱۰۲) والحاکم (۱/۹۵، ۹۶) والذہبی والضیاء المقدسی فی ''اتباع السنن واجتناب البدع'' (ق ۱/۷۹)]

معلوم ہوا کہ دین اسلام میں جو نئی بات بھی دین کے نام سے ایجاد کی جائے گی وہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے تقلید بھی بدعت ہے کیوں کہ یہ بھی دین میں ایجاد کی گئی ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔

[صحیح بخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم ۱۷۱۸/۱۷، مشکوۃ ج ۱ ص ۵۱ ح ۱۴۰]

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلاَّ عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّيْ أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ

میں کسی ایسے کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے مگر یہ کہ میں اس پر عمل پیرا رہوں گا کیوں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نبی ﷺ کے کام میں سے کسی چیز (سنت) کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

[صحیح بخاری: ۳۰۹۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک اجتہادی حکم کے مقابلے میں فرمایا تھا: ''مَاكُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ''

میں کسی شخص کے کہنے سے نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ [صحیح بخاری: ۱۵۶۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول یت: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کی بہترین تفسیر ہے، یت گے رہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ''

اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ [صحیح مسلم: ۶۵۴]

نبی ﷺ کے ہر امتی پر پ کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ یہاں تک کہ جب قربِ قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی (آسمان سے نازل ہو کر) ئیں گے تو وہ پ ﷺ کی سنت کے خود بھی پابند ہوں گے اور لوگوں کو بھی پ کی سنت پر چلائیں گے اور نبی ﷺ کی سنت کے مقابلے میں کسی اور نبی کی سنت کو اختیار کرنا بھی گمراہی اور ضلالت ہے چہ جائیکہ کسی امام کی تقلید کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ہر حال میں اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔ [النسآء:۵۹]

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت غیر مشروط اور اولوالامر کی اطاعت مشروط ہے۔ چنانچہ اولوالامر کی بات اگر کتاب وسنت کے مطابق ہوگی تو ان کی اطاعت بھی لازم ہے، لیکن اگر ان کا حکم کتاب وسنت کے خلاف ہوگا تو پھر ان کی اطاعت درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ))

(اللہ اور رسول کی) نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت جو کچھ بھی ہے معروف میں ہے۔ [بخاری:۷۲۵۷، مسلم:۱۸۴۰]

نبی ﷺ کی اطاعت اس لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو انسانوں تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے اور پھر وہ معصوم بھی ہیں اور وحی کی رہنمائی بھی آپ کو حاصل ہے جب کہ غیر نبی میں یہ تمام باتیں مفقود ہوتی ہیں اور اس سے غلطیوں کا صدور ایک لازمی امر ہے لہٰذا ہر مسئلہ میں اس کی تقلید کرنا اور اس کے قول کو حجت سمجھنا گمراہی کا سبب ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی امام کے قول کو پیش کرنا تو سخت ترین گمراہی ہے۔ بھلا جس امام پر خود اللہ اور رسول کی اطاعت لازم ہو اور جو اتباع کے لیے سنتِ رسول کا متلاشی ہو، خود اس کی تقلید کرنا کیسے لازم ہو جائے گی؟

یہ حقیقت ہے کہ ان ائمہ کرام نے بھی اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں حافظ ابن قیم کی شہرۂ آفاق کتاب ''اعلام الموقعین'' اور ''فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ'' ج ۲۰ ص ۱۰، ۱۱]

سوال یہ ہے کہ جب ائمہ کرام نے لوگوں کو تقلید سے منع کیا ہے تو پھر تقلید پر اصرار کیوں؟ اصل بات یہ ہے کہ تقلید پر اصرار بعد کے لوگوں کی اختراع ہے ورنہ اہل علم نے تو ہر دور میں تقلید کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً حافظ ابن کثیر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے، لیکن وہ ﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے (مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے بعد) ارشاد فرماتے ہیں:

''لیکن یہ یاد رہے کہ پچھلے اقوال سب کے سب ضعیف ہیں۔ جھگڑا صرف صبح اور عصر کی نماز میں ہے اور صحیح حدیثوں سے عصر کی نماز کا صلوٰۃ وسطیٰ ہونا ثابت ہے۔ پس لازم ہو گیا کہ سب اقوال کو چھوڑ کر یہی عقیدہ رکھیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔''

امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے اپنی کتاب فضائل شافعی میں روایت کی ہے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے:

''كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِخِلَافِ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ اَوْلٰى وَلَا تُقَلِّدُوْنِيْ''

میرے جس کسی قول کے خلاف (نبی ﷺ کی) کوئی صحیح حدیث مروی ہو تو حدیث ہی اولیٰ ہے خبردار میری تقلید نہ کرنا۔

[آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۶۹ نحو المعنیٰ وسندہ حسن]

امام شافعی کے اس فرمان کو امام ربیع، امام زعفرانی اور امام احمد بن حنبل بھی روایت کرتے ہیں اور موسیٰ ابوالولید بن جارود امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

'' إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ وَ قُلْتُ قَوْلًا فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْ قَوْلِي وَ قَائِلٌ بِذٰلِكَ''

میری جو بات صحیح حدیث کے خلاف ہو، میں اپنی اس بات سے رجوع کرتا ہوں

اور صاف کہتا ہوں کہ میرا مذہب وہی ہے جو حدیث میں ہے۔

یہ امام صاحب کی امانت اور سرداری ہے اور آپ جیسے ائمہ کرام میں سے بھی ہر ایک نے یہی فرمایا ہے کہ ان کے اقوال کو دین نہ سمجھا جائے۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَ رَضِيَ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ اس لیے قاضی ماوردی فرماتے ہیں:

''امام صاحب کا صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں یہی مذہب سمجھنا چاہیے کہ وہ عصر ہے گو امام صاحب کا اپنا قول یہ ہے کہ وہ عصر نہیں ہے۔ مگر آپ کے فرمان کے مطابق حدیث کے خلاف اس قول کو پا کر ہم نے چھوڑ دیا۔''

[تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۸، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلے میں کسی کے قول کو اہمیت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خلفائے راشدین کی سنت کو رد کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مُلکِ شام کے ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے متعلق دریافت کیا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے۔ اس شامی نے کہا مگر آپ کے والد محترم (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اگر میرے والد نے اس سے منع فرمایا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا ہو تو تمھارا کیا خیال ہے؟ (تم میرے والد کے فعل کو حجت سمجھو گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو؟) میرے والد کے طریقہ کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ (سنت) کی۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا۔

[سنن الترمذی: ۸۲۴ وقال: حدیث حسن صحیح]

سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہی بات سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہی، یعنی

عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کیا ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (حج تمتع) کیا ہے اور ان کے ساتھ ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی کیا ہے۔

[ایضاً، ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے]

[ایک صحیح روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صاف طور پر تقلید سے منع کیا ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۰ وسندہ صحیح]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''أَمَّا الْعَالِمُ إِنِ اهْتَدٰى فَلَا تُقَلِّدُوْهُ دِيْنَكُمْ''
عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اس کی تقلید نہ کرو۔

[جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۱۱ وسندہ حسن وصححہ الدارقطنی]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ دینی مسائل میں کسی کی تقلید اختیار کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور اسلام میں تقلید کا کوئی جواز موجود نہیں ہے اور اگر کسی کی راہنمائی اختیار کرنا ہی لازم ہو تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی فرمانبرداری اختیار کی جائے اور ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمانبرداری بھی کتاب وسنت کے ساتھ مشروط ہے۔

کسی نے غالباً اسی لیے کہا ہے:

فَاهْرُبْ عَنِ التَّقْلِيْدِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ إِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيْلِ الْهَالِكِ

تقلید سے دور بھاگو کیونکہ یہ گمراہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مقلد ہلاکت کی راہ پر گامزن ہے۔

(حافظ ابن عبدالبر وغیرہ علماء نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ تقلید جہالت کا دوسرا نام ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔ [دیکھئے جامع بیان العلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۷، واعلام الموقعین ج ۱ ص ۷، ج ۲ ص ۱۸۸])

امام ترمذی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے

جانور کو اشعار کیا یعنی نشان لگایا'' کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''امام وکیع نے جب یہ حدیث بیان کی تو فرمایا کہ اس میں اہل الرائے کے قول کی طرف نظر نہ کرو، کیوں کہ اشعار سنت ہے اور اہل الرائے کا قول بدعت ہے۔ ابو السائب کہتے ہیں کہ ہم امام وکیع کے پاس تھے کہ قیاس کرنے والوں (اہل الرائے) میں سے ایک شخص سے امام وکیع نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مُثلہ ہے (جانوروں کے کان، ناک وغیرہ اعضا کاٹنے کو مثلہ کہتے ہیں) اس شخص نے کہا اور جو روایت کی گئی ہے کہ ابراہیم نخعی نے فرمایا: اشعار مثلہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے امام وکیع کو دیکھا کہ وہ غصہ سے گ بگولا ہو گئے اور کہا کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ اشعار کرو) اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے کہا (میں تمھارے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے یوں کہا ہے) تم اس قابل ہو کہ تمھیں قید کیا جائے اور جب تک تم اپنے قول سے باز نہ جاؤ اس وقت تک تمھیں نہ نکالا جائے۔ [سنن الترمذی ج اص ۱۷۷، ۱۷۸ ح ۹۰۶، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

امام وکیع، امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور ان کے متعلق بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کے مقلد تھے، لیکن یہ واقعہ ان حضرات کے دعوے کو رد کرنے کے لیے بہت ہی کافی و شافی ہے۔ (اس طرح کی بہت سی مثالیں اعلام الموقعین اور ایقاظ ہمم اولی الابصار میں بھی موجود ہیں۔)

مقلدین حضرات عموماً نبی ﷺ کی احادیث کو تقلید کی عینک سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ سنت اور حدیث کو اپنے مقرر کردہ اصول و قواعد کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جب کوئی حدیث ان کے خود ساختہ اصولوں پر پوری طرح فٹ نہیں بیٹھتی تو وہ اسے کھینچ تان کر اِس اصول کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی حدیث ان کے مذہب کے بالکل خلاف ہو تو پھر اس حدیث میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں اور احادیث صحیحہ کا وہ پوسٹ مارٹم کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ.!

چنانچہ دوسرے بہت سے مسائل کے علاوہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے ساتھ مقلدین کا جو رویہ رہا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے کیوں کہ جہاں ایک طرف مقلدین حضرات احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں وہاں دوسری طرف رفع الیدین کو لوگوں کی نگاہوں میں قابل نفرت عمل بنانے کے لیے انھوں نے عجیب وغریب کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ عظیم الشان سنت ج جاہل لوگوں کی نگاہوں میں ایک قابلِ نفرت فعل بن کر رہ گئی ہے۔ سنتِ رسول ﷺ سے نفرت کا اظہار کرنا یا دل میں اس کے خلاف قابلِ نفرت جذبات رکھنا ایمان کے منافی عمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

(اے محمد ﷺ!) تمھارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ تسلیم کر لیں۔ [النسآء:۶۵]

(بعض نام نہاد ''حنفیوں'' نے رفع یدین پر اہل حدیث کی تکفیر بھی کر رکھی ہے۔ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں:

''اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع یدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی، بڑی گمراہی تھی۔''

[تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۲، ۱۳۳]

لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس سنت کی اہمیت کے واضح ہو جانے کے بعد اب وہ پابندی سے اسے ادا کریں اور لومۃ لائم کی کوئی پروا نہ کریں کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ))

نماز اس طرح پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

[بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ ح ۶۳۱]

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے علم وتحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے محنتِ شاقہ کے ذریعے رفع الیدین کا مسئلہ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے اور حق وانصاف اور پوری دیانت داری کے ساتھ رفع الیدین کے دونوں پہلوؤں یعنی رفع الیدین اور عدم رفع الیدین کو پوری عرق ریزی اور محدثین وسلف صالحین کی تصدیقات وحوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے اور نا قابل تردید دلائل کے ساتھ جہاں رفع الیدین کا سنت متواترہ ہونا ثابت کیا ہے وہاں دوسری طرف عدم رفع الیدین کے متعلق اہل الرائے والقیاس کے بودے اور کمزور دلائل کا تانا بانا بھی بیان کر دیا ہے اور جمہور محدثین، محققین اور حدیث کے ناقدین سے ان دلائل کی اصل حیثیت اور ان کے نا قابل عمل ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور موجودہ دور کے بعض اہل الرائے والقیاس والتقلید کے جھوٹ وفریب کے پردوں کو بھی چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے علم، عمل اور عمر میں اضافہ فرمائے اور انھیں باطل فرقوں کے خلاف ہر محاذ پر سرخرو فرمائے اور باطل فرقوں کو ہر محاذ پر ہزیمت اور ذلت ورسوائی سے دوچار فرمائے، آمین۔

اس کتاب کے بعد ان شاء اللہ عنقریب مسئلہ آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق بھی موصوف کی کتب شائع ہوں گی اور نماز پر ایک جامع اور مکمل کتاب بھی زیر ترتیب ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں بھی کچھ لٹریچر طباعت کے انتظار میں ہے۔ [بحمد اللہ کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں]

ڈاکٹر ابو جابر **عبداللہ دامانوی**
(یکم محرم الحرام ۱۴۱۱ھ)

ہمارے امام اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنت رفع الیدین کے خلاف اس پرفتن دور میں بعض ''اہل الرائے والا ہواء'' نے چند کتابچے اور کتابیں لکھی ہیں۔ بے شمار دسیسہ کاریوں، شعبدہ بازیوں اور مغالطہ دہیوں کے علاوہ انھوں نے صحیحین اور محدثین کا مرتبہ وعزت گھٹانے کی نامسعود اور قابلِ مذمت کوشش بھی کی ہے حالانکہ ان کی یہ ساری کوششیں مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور فضول ہیں۔

(دیوبندیوں اور بریلویوں کے معتمد علیہ) شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان کی تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے، جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' [حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۴۲ مترجم: مولوی عبدالحق حقانی]

مگر کسے معلوم تھا کہ ایک ایسا دور نے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے بدعتی صحیحین (بخاری ومسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھا دھند حملے کریں گے۔

مثلاً سرفراز صفدر صاحب دیوبندی (حیاتی) نے صحیحین کے بعض درج ذیل راویوں پر عملِ جراحی چلایا ہے:

	نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	سرفراز صفدر کی کتاب
1-	مکحول	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۶/۲)
2-	العلاء بن الحارث	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)
3-	ولید بن مسلم	صحیح بخاری وصحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)

4- سعید بن عامر صحیح بخاری وصحیح مسلم احسن الکلام (۱۳۲/۲)

5- العلاء بن عبدالرحمٰن صحیح مسلم احسن الکلام (۲۴۰/۱)

تفصیل کے لیے مولانا ارشاد الحق اثری کی مایۂ ناز کتاب ''توضیح الکلام'' کا مطالعہ کریں۔حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے بھی صحیحین کے راویوں پر تیشہ چلایا ہے۔مثلاً:

نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	حبیب اللہ ڈیروی کی کتاب
1- ابن جریج	بخاری ومسلم	نور الصباح مقدمہ (ص ۱۸)
2- ولید بن مسلم	بخاری ومسلم	نور الصباح (ص ۱۸۱)
3- یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری	بخاری ومسلم	نور الصباح (ص ۲۲۱)

یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں میں صحیحین کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے مگر چاند کی طرف تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ان شاء اللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔

صحیح بخاری کی اُمتِ اسلامیہ میں جو پذیرائی ہوئی اس کا اندازہ ترجمان دیوبند ''القاسم'' کے درج ذیل بیان سے بھی صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے:

''صحیح بخاری عجیب شان کی کتاب ہے اور اسے اللہ نے عجیب وغریب مقبولیت بخشی ہے۔ہر عالم وعامی قرآن کے بعد جب نظر اٹھاتا ہے تو صحیح بخاری پر سب سے پہلے نظر پڑتی ہے۔تقریباً ایک ہزار سال سے دنیا(ئے) اسلام میں اس کتاب کو کتاب اللہ کے بعد جو فوقیت اور مرجعیت حاصل رہی ہے اس کی وجہ سے اس کی بھاری بھرکم حیثیت اور اس کے مؤلف کی عظیم شخصیت اسلامی تاریخ پر چھا گئی۔''
[القاسم اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۳۳ بحوالہ اللمحات ج ۱ ص ۳۲]

اور مزید لکھتے ہیں:

''امام بخاری کی دینی خدمت، علمی ثقاہت اور شان وجلالت کی بدولت ان کی شخصیت ایک ایسا مرعوب کن تاریخی باب بن گئی جس کی سلوٹوں میں بہت سی اہم

علمی و دینی خدمات کا طول وعرض اور متعدد جلیل القدر شخصیتوں کا قد و قامت دبا ہوا محسوس ہوتا ہے۔''

[القاسم شمارہ مذکورہ بحوالہ اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات ج ا ص ۳۲،۳۳]

یہ ایک مخالف کا اعتراف حقیقت ہے، ظاہر ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے خلاف ان بدعتیوں کا لکھنا خود ان کی شرمندگی اور جگ ہنسائی کا باعث بن رہا ہے۔

انوار الباری کے غالی مصنف (جو ماشاء اللہ دیوبندی ہیں) اپنی کتاب کی جلد ۲ کے صفحہ ۵۲ پر اعتراف کرتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند و برتر ہے کہ ہم نے یا ہم سے قبل دوسروں نے ان پر یا ان کی ''صحیح بخاری'' و دیگر تالیفات پر جتنا نقد کیا ہے اگر اس سے دس بیس گنا مزید بھی تنقید کی جائے تو اس تمام سے بھی امام بخاری کی بلند شخصیت یا صحیح بخاری کی عظمت مجروح نہیں ہوسکتی۔''

[بحوالہ شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۲۸]

عرض ہے کہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب (حیاتی دیوبندی) نے اپنے پیش رووں کی کورانہ تقلید میں کچھ زیادہ ہی سرگرمی دکھائی ہے۔ ان کی کتاب ''نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح'' اس سلسلے میں میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کا مدلل اور مسکت جواب حکیم محمود سلفی صاحب نے ''شمس الضحیٰ'' نامی کتاب میں دے دیا ہے جس میں انھوں نے ڈیروی صاحب کی چیرہ دستیاں اور مغالطات قارئین کرام کے سامنے بے نقاب کر دیئے ہیں تاکہ عام لوگوں پر اس ادیب کی حقیقت واضح ہو جائے۔

چونکہ رفع الیدین کے مسئلہ پر میری یہ کتاب ایک مستقل تصنیف ہے جس میں جمہور محدثین کی تحقیقات کے مطابق اس مسئلے کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا گیا ہے لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں مختصراً ڈیروی صاحب کے چند مغالطات اور کذب بیانیوں کا جائزہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ جو زندہ رہے وہ دلیل

دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔

1- پہلا مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: لَهُ أَوْهَامٌ (تقریب) اس کی روایتوں میں غلطیاں ہیں اور علامہ ذہبیؒ میزان ص ۳۲ ج ۳ میں فرماتے ہیں: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔''

[نور الصباح، مقدمہ طبع دوم ص ۱۹ بترقیمی، نمبر ۱۵]

جواب: یہ سارا بیان غلط ہے۔

① عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

② حافظ ابن حجر کی بات دھی نقل کی گئی ہے، ان کا پورا کلام گے رہا ہے۔ اوہام سے کون پاک ہے؟ اس روایت میں ان کا وہم ثابت کریں تو اور بات ہے ورنہ صرف لہ اَوہام کی وجہ سے ایک صدوق راوی کی روایت کو کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے؟

③ امام ذہبی نے عثمان مذکور کو لیس بالقوی نہیں کہا بلکہ میزان کے بعض نسخوں میں ہے کہ ابوعمر نے کہا ہے (ج ۳ ص ۳۲) یہ ابوعمر (یہاں) غیر متعین ہے اور اس عبارت کی صحت بھی مشکوک ہے۔ تیسرے یہ کہ القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

عثمان بن الحکم الجذامی المصری کو امام احمد بن صالح المصری نے ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب ۷/۱۰۲) ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا کہ وہ فقیہ اور متدین تھا (ایضاً) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (کتاب الثقات ۸/۴۵۲) ابن ابی مریم نے کہا: کان من خیار الناس (صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۴۵) ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا۔ (ایضاً) (نیز دیکھیں لسان المیزان ۱/۲۲۷) ابن حجر نے کہا: صدوق له أوهام (التقریب ص ۲۳۳)

ان کے مقابلے میں ابوحاتم نے فرما: لَیْسَ بِالْمَتِیْنِ ، لَیْسَ بِالمتقِنِ

[تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال] ابوعمر نے کہا: لَیْسَ بِالْقَوِيِّ [میزان الاعتدال ۳۲/۳]

معلوم ہوا کہ عثمان بن الحکم جمہور کے نزدیک ثقہ اور صدوق ہے لہٰذا اسے خود بخود بغیر قوی دلیل کے ضعیف قرار دینا علم وانصاف کا خون کر دینے کے مترادف ہے۔ یاد رہے کہ عثمان مذکور حدیث ابی ہریرہ میں منفرد نہیں بلکہ یحییٰ بن ایوب نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔

2- دوسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے کہ

''حضرت امام شافعی جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کے لیے پہنچے تو وہاں نمازوں میں رفع الیدین چھوڑ دیا تھا کسی نے امام شافعیؒ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اس قبر والے سے حیا تی ہے۔'' [نور الصباح ص ۲۹]

جواب: یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔ شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ شاہ رفیع الدین اور امام شافعی کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

ڈیروی صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس واقعہ کی مکمل اور مفصل سند پیش کریں تاکہ راویوں کا صدق و کذب معلوم ہو جائے۔ اسناد دین میں سے ہیں اور بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔

[بحمد اللہ ابھی تک ڈیروی صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے اس واقعہ کی سند پیش نہیں کی ہے (۱۴۲۰ھ) جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس من گھڑت واقعہ کی ان لوگوں کے پاس کوئی سند موجود نہیں ہے۔ ۱۴۲۷ھ!]

3- تیسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:

''حضرت امام ابوحنیفہ..... رفع الیدین کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لسان المیزان ج ۲ ص ۳۲۲ میں لکھتے ہیں: قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومقاتل کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں رفع الیدین کرتا رہا۔ جب امام ابوحنیفہؒ نے سلام پھیرا تو کہا کہ اے ابومقاتل شاید کہ تو پنکھے والوں سے ہے'' [نورالصباح ص ۳۱]

جواب: پ لسان المیزان کا مذکورہ صفحہ نکالیں، وہاں لکھا ہے کہ قتیبہ نے اس قصہ کے راوی ابومقاتل کو بہت کمزور قرار دیا ہے۔ ابن مہدی نے کذاب کہا، حافظ سلیمانی نے کہا: یہ حدیث بناتا تھا، وکیع نے اسے کذاب کہا، ابوسعید النقاش اور الحاکم نے کہا: اس نے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔ [لسان المیزان ۳۲۲/۲، ۳۲۳ ملخصاً]

قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ ایک کذاب و وضاع کی روایت پر ڈیروی صاحب اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھ رہے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

دوسرے یہ کہ اس عبارت سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ امام صاحب نے ابومقاتل کو رفع الیدین سے منع کیا تھا۔

4- چوتھا مغالطہ

مزید لکھتے ہیں:

''حضرت امام شعبیؒ بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے......... **عن اشعث عن الشعبی**.......'' [کتاب ڈیروی ص ۴۵]

جواب: اشعث سے مراد اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے۔

دلیل: وہ عامر الشعبی کا شاگرد ہے۔ [تہذیب الکمال للمزی ۲۶۵/۳ ط]

اشعث بن سوار مختلف فیہ راوی ہے۔ اسے درج ذیل ائمہ حدیث نے ضعیف اور مجروح قرار دیا:

(۱) احمد بن حنبل (۲) ابوزرعہ (۳) نسائی (۴) دارقطنی (۵) ابن حبان

(۶) ابن سعد (۷) العجلی (۸) عثمان بن ابی شیبہ (۹) بندار (۱۰) اور ابوداود وغیرہم

ابن معین نے ایک دفعہ ثقہ اور دوسری دفعہ ضعیف کہا لہٰذا ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔ [ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۰۸، ۳۰۹]

صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعۃً ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں فیصلہ کیا ہے کہ (اشعث بن سوار) ضعیف ہے۔

5- ٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب تحریر کرتے ہیں:

'' حضرت اسود بن یزیدؒ التابعی اور حضرت علقمہ التابعی دونوں ترک رفع الیدین کرتے تھے۔'' [کتاب ڈیروی ص ۷۴ طبع دوم ۱۴۰۶ھ]

جواب: اس کی سند ڈیروی صاحب نے اس طرح لکھی ہے:

'' عن جابر عن الاسود وعلقمة....''

جابر سے مراد جابر بن یزید الجعفی الکوفی ہے۔

دلیل: جابر جعفی شریک بن عبداللہ کا استاد ہے۔ [تہذیب الکمال ۴/۴۶۶ ط]

اور یہ روایت اس سے شریک نے بیان کی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۷]

جابر جعفی مختلف فیہ راوی ہے۔ بعض نے اس کی توثیق کی ہے۔ زائدہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ جھوٹا تھا اور رجعت علی پر ایمان رکھتا تھا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ نسائی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی نے کہا: کذاب ہے۔ زائدہ نے مزید بتایا کہ رافضی تھا اور اصحاب النبی ﷺ کو گالیاں دیتا تھا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) سعید بن جبیر تابعی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ احمد بن خداش نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ جھوٹ بولتا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ سبائی تھا (عبداللہ بن سبا یہودی کا ایجنٹ تھا)

[ملخصاً من تہذیب التہذیب ۲/۴۱۔۴۴]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: **'' ضعيف رافضي''** یہ ضعیف (اور) رافضی ہے۔

[تقریب التہذیب:۸۷۸]

اس ضعیف وکذاب و مدلس رافضی کی روایت سے ڈیروی صاحب استدلال کررہے ہیں۔کیا یہ کذب نوازی نہیں ہے؟

6- چھٹا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا: ''حضرت امام حسن بن زیادؒ اور حضرت امام زفرؒ بھی رفع الیدین نہ کرتے تھے۔'' [نورالصباح ص۳۳]

جناب ڈیروی صاحب کے (ممدوح) ''حضرت الامام'' (حسن بن زیاد اللولوی) کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

حسن بن زیاد اللولوی

ابن معین نے کہا: کذاب ہے۔محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا: ابن جریج پر جھوٹ بولتا ہے۔ابوداود نے کہا: کذاب غیر ثقہ ہے۔محمد بن رافع النیسابوری نے کہا: یہ شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔حسن الحلوانی نے بتایا کہ میں نے اسے دیکھا اس نے سجدہ کی حالت میں ایک لڑکے کا بوسہ لیا۔ابوثور نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا، نماز کی حالت میں وہ ایک نوعمر لڑکے جس کی داڑھی مونچھ نہیں تھی، کے رخسار پر ہاتھ پھیرتا تھا۔یزید بن ہارون نے تعجب سے کہا: کیا یہ مسلمان ہے؟ اسامہ اسے خبیث کہتے تھے۔یعقوب بن سفیان، عقیلی اور الساجی نے کہا: کذاب ہے۔

[ملخصاً من لسان المیزان ۲/۲۰۸، ۲۰۹]

ایسا گندا شخص ڈیروی صاحب کا ''حضرت امام'' ہے۔

[تنبیہ: حسن بن زیاد اللولوی کے بارے میں تفصیلی اور تحقیقی مضمون کے لیے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۱۶ص۳۰ تا ۳۷ نصب العماد فی تحقیق الحسن بن زیاد]

7- ساتواں مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ہیثم بن عدیؒ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے [دیکھئے البدایہ والنہایہ ج۸ص۶۸] '' [نور الصباح ص:۲۰۷]

جواب:

ڈیروی صاحب کے امام ہیثم بن عدی کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

ہیثم بن عدی

بخاری نے کہا: لَيْسَ بِثِقَةٍ كَانَ يَكْذِبُ۔ ابوداود نے کہا: **کذاب**۔ نسائی وغیرہ نے کہا: **متروك الحديث**۔ [میزان الاعتدال ۴/۳۲۴]

العجلی نے کہا: کذاب ہے، میں نے اسے دیکھا ہے۔ ابوحاتم نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ الساجی نے کہا: وہ جھوٹ بولتا تھا۔ [لسان المیزان ۶/۲۵۳ ط دار الفکر بیروت]

حافظ ہیثمی نے کہا: **کذاب**۔ [مجمع الزوائد ۱۰/۱۰]

غرض اس کذاب شخص کو ڈیروی صاحب نے اپنا امام قرار دیا ہے۔

تنبیہ: ہیثم بن عدی کے قول کو حافظ ابن کثیر نے '' **زعم** '' کہہ کر ذکر کیا ہے اور ''**وھذا غریب**'' کہہ کر اس کے غلط و باطل ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

[البدایہ والنہایہ ۸/۷۰]

8- آٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے:

''ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زنا کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ وغیرہ) ایسے راوی کی روایت کو عبدالرشید انصاری نے

الرسائل میں بار بار لکھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:
دیکھئے الرسائل....'' [نور الصباح، مقدمہ ص ۱۸ ابترقیمی]

جواب:

ڈیروی صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''رفع الیدین کے چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں۔
حضرت عطا بن ابی رباح کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ **عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ**......ابن جریج فرماتے ہیں....''

معلوم ہوا کہ خود ڈیروی صاحب مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ایک راوی پر سخت جرح کرتے ہیں اور پھر اسی کی روایت کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ اس پر طُرہ یہ کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھتے ہیں:

''اس کی سند میں ابن جریج راوی واقع ہے جو کہ ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے.....''

لہٰذا عبدالرشید انصاری (صاحب) بے چارے پر الزام تراشی کس لیے ہے؟

ابن جریج صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ ابن معین، ابن سعد، ابن حبان اور العجلی نے کہا: ثقہ ہے، احمد بن حنبل وغیرہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ [التہذیب ۶/۳۵۷ تا ۳۶۰]

حافظ ذہبی نے کہا: **ثقة حافظ** ۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۲]

رہا متعہ کا مسئلہ تو یہ کئی لحاظ سے مردود ہے:

① اس کی مکمل سند پیش کی جائے۔

② حافظ ذہبی سے ابن جریج تک سند نا معلوم ہے۔

③ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو اسے ابن جریج کی اجتہادی غلطی تصور کیا جائے گا۔

سیدنا ابن عباس سے بھی متعہ کا جواز مروی ہے اور اکابر صحابہ نے ان پر اس مسئلہ میں

سخت تنقید کی ہے۔ [تفصیل کے لیے صحیح مسلم مع شرح النووی ۹/۱۸۴، ۱۸۸، ۱۹۰ کا مطالعہ کریں۔]

یاد رہے کہ متعہ حرام ہے اور اسے نبی ﷺ نے قیامت تک حرام قرار دیا ہے لہٰذا نبی ﷺ کے مقابلہ میں ہر شخص کا فتویٰ مردود ہے۔

[④ اگر بطور تنزل ابن جریج سے اس مسئلہ کو ثابت بھی مان لیا جائے تو بقول حافظ ابن حجر، صحیح ابی عوانہ میں ابن جریج کا رجوع کرنا ثابت ہے۔

[فتح الباری ج۹ ص۱۷۳ التلخیص الحبیر ۳/۱۶۰]

رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈا جاری رکھنا دیوبندیوں کی کس عدالت کا انصاف ہے؟]

تنبیہ: تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں ''زنا'' کا لفظ بالکل نہیں ہے۔ یہ لفظ ڈیروی صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر بڑھا دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء میں حافظ ذہبی نے ''تزوج'' (نکاح کیا) کے الفاظ لکھے ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۱]

9- نواں مغالطہ

ڈیروی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مثلاً مسند ابی حنیفہ ج ا ص ۳۵۵ میں جو روایت ئی ہے اس میں بھی عاصم بن کلیب ؒ نہیں بلکہ اس کی سند اس طرح ہے۔" **ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود ان عبدالله ابن مسعود ---الخ**''

[نور الصباح ص۷۹]

جواب

مسند ابی حنیفہ محمد بن محمود الخوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) کی جمع کردہ ہے۔ الخوارزمی کی عدالت و ثقاہت نامعلوم ہے۔ اس نے یہ روایت ابو محمد البخاری عن رجاء بن عبداللہ النہشلی عن شقیق بن ابراہیم عن ابی حنیفة کی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ [ج ا ص ۳۵۵]

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری (متوفی ۳۴۰ھ) کا تعارف

یہ شخص وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

[ملاحظہ فرمائیں الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث لبرہان الدین الحلبی ص ۲۴۸]

ابو احمد الحافظ اور امام حاکم نے بتایا کہ وہ حدیث بناتا تھا۔

[کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۵۴، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸ ح ۳۸۸ وسندہ صحیح]

ابو سعید الرواس نے کہا: اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

احمد السلیمانی کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سند اور متن دونوں گھڑتا تھا۔ ابو زرعہ احمد بن الحسین الرازی نے کہا ضعیف ہے۔ خلیلی نے اسے کمزور اور مدلس قرار دیا ہے۔ خطیب نے بھی جرح کی ہے۔ [دیکھئے لسان المیزان ۳/۳۴۸، ۳۴۹]

کسی نے بھی اس شخص کی توثیق نہیں کی لہٰذا ایسے شخص کی تمام روایات موضوعات اور مردود ہیں۔ حافظ ذہبی دیوان الضعفاء والمتروکین میں ابو محمد الحارثی کو ذکر کر کے لکھتے ہیں: " **یأتي بعجائب واهية** " وہ عجیب (اور) کمزور روایتیں لاتا ہے۔ [ص ۱۷۶ رقم ۲۲۹۷]

اس کا استاد رجاء النہشلی نامعلوم ہے اور شقیق بن ابراہیم بھی متکلم فیہ ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: **لا یحتج به**۔ [دیوان الضعفاء ص ۱۴۵ رقم ۱۸۹۶]

خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: میری تحقیق کے مطابق " **جامع المسانید** " میں الخوارزمی سے امام ابو حنیفہ تک ایک روایت بھی باسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے، جسے اس بات سے اختلاف ہے۔ وہ صرف ایک سند ہی پیش کر دے جو جمہور کے نزدیک صحیح یا حسن ہو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم [۱۴۱۰ھ]

[ابھی تک کسی شخص نے ایک بھی صحیح سند پیش نہیں کی۔ ۱۴۲۰ھ والحمد للہ۔ ۱۴۲۷ھ!]

10- دسواں مغالطہ

ڈیروی صاحب آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محمد بن ابی لیلیٰ ۔۔۔ پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہے۔'' [ص۱۶۴]

جواب: آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے(ص۸۹) کہ ابن ابی لیلیٰ کو اکتیس (۳۱) سے زیادہ محدثین وعلماء نے ضعیف وغیرہ قرار دیا ہے اور صرف سات (۷) سے اس کی توثیق ملتی ہے۔اکتیس (۳۱) کی بات جمہور ہے یا سات (۷) کی؟

محمد بن طاہر المقدسی فرماتے ہیں: اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔

[تذکرۃ الموضوعات ص۲۴، ۹۰]

غالباً یہ اجماع المقدسی کے زمانے میں ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم

انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا:

'' فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور''

(ابن ابی لیلیٰ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

[فیض الباری ج۳ ص۱۶۸]

آپ فیصلہ کریں کہ کاشمیری صاحب کی بات سچ ہے یا ڈیروی صاحب کا دعویٰ جمہوریت جھوٹ ہے؟

بوصیری نے کہا: **'' هو محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليليٰ ضعفه الجمهور ''**

وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [زوائد ابن ماجہ: ۸۵۴]

11- گیارہواں مغالطہ

صفحہ ۱۸۰ پر ڈیروی صاحب نے سوار بن مصعب کی ایک روایت پیش کی ہے اور لکھا ہے:

''غیر مقلدین حضرات کے محمد بن اسحاق کذاب اور دجال کی روایت سے تو کسی طرح یہ کم نہیں ہے۔''

جواب: سب سے پہلے سوار بن مصعب کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

یحییٰ نے کہا: لَيْسَ بِشَيْءٍ۔ بخاری نے کہا: **منكر الحديث**۔ (کہا جاتا ہے کہ) ابوداود نے کہا: **ليس بثقة**۔ نسائی وغیرہ نے کہا: **متروك الحديث**۔ [میزان الاعتدال ۲/۲۴۶]

احمد بن حنبل، ابوحاتم اور ابونعیم اصبہانی نے کہا: **متروك الحديث۔**
[لسان المیزان ۳/ ۱۵۴، کتاب الضعفاء لابی نعیم رقم: ۹۴]

ابوعبداللہ الحاکم نے بتایا کہ اس نے عطیہ بن سعد سے **موضوعات** بیان کی ہیں اور وہ **متروك الحديث بمرة** یعنی بالکل متروک الحدیث ہے۔ [المدخل للحاکم ص ۱۴۶ رقم ۷۸]

اس کی یہ روایت بھی عطیہ سے ہے لہٰذا موضوع ہے۔

ابن عدی نے کہا: **هو ضعيف۔** [لسان المیزان ۳/ ۱۵۴]

دارقطنی نے کہا: **متروك الحديث۔** [کتاب الضعفاء والمتروکین لابن جوزی ۲/ ۳۱]

ہیثمی نے کہا: **متروك۔** [مجمع الزوائد ۱/ ۱۶۳]

حافظ ابن حبان نے فرمایا: **كان ممن يأتي بالمناكير عن المشاهير حتٰی يسبق (إلى) القلب أنه كان المتعمد لها** '' [المجروحین ۱/ ۳۵۶]

اسے کسی نے بھی ثقہ یا صدوق وغیرہ نہیں کہا لہٰذا وہ بالا جماع ضعیف ومتروک ہے۔

اس کے برعکس امام محمد بن اسحٰق بن یسار التابعی رحمہ اللہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ انھیں درج ذیل علماء نے ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) زہری (۴) ابن مبارک (۵) شعبہ (۶) علی بن المدینی (۷) احمد (۸) یحییٰ بن معین (۹) ابن حبان (۱۰) العجلی (۱۱) الذہلی (۱۲) البوشنجی (۱۳) الحاکم (۱۴) ابن خزیمہ (۱۵) ابوزرعہ الرازی (۱۶) ابن البرقی (۱۷) ابوزرعہ الدمشقی (۱۸) ابن عدی (۱۹) ابن سعد (۲۰) الخلیلی (۲۱) ابن نمیر (۲۲) الترمذی (۲۳) البیہقی (۲۴) الخطابی (۲۵) ابن حزم (۲۶) المنذری (۲۷) الذہبی (۲۸) محمد بن نصر الفراء (۲۹) ابن قیم (۳۰) السبکی (۳۱) الہیثمی (۳۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (۳۳) ابن حجر مکی [مبتدع] (۳۴) خفاجی (۳۵) ابن علان (۳۶) السخاوی (۳۷) ابن کثیر (۳۸) القرطبی (۳۹) شوکانی (۴۰) نواب صدیق حسن خاں (۴۱) احمد شاکر (۴۲) عبدالرحمٰن مبارک پوری (۴۳) شمس الحق عظیم بادی (۴۴) بشیر احمد سہسوانی (۴۵) ابن ہمام حنفی (۴۶) عینی حنفی

(۴۷) زیلعی حنفی (۴۸) ملاعلی قاری حنفی (۴۹) عبدالحی لکھنوی حنفی (۵۰) سلام اللہ حنفی
(۵۱) شارح منیہ (۵۲) امیر علی حنفی (۵۳) نیموی حنفی (۵۴) انور شاہ کاشمیری دیوبندی
(۵۵) محمد یوسف بنوری دیوبندی (۵۶) محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی (۵۷) ظفر احمد عثمانی
دیوبندی (۵۷) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی (۵۹) کوثری (۶۰) ابوغدہ الکوثری
[تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''توضیح الکلام'' ج ا ص ۲۶۵ تا ۲۹۳]

ان کے علاوہ:
(۶۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۶۲) ابن خلکان (۶۳) السیوطی (۶۴) السہیلی (۶۵) نور محمد ملتانی
(۶۶) ابن عبدالبر (۶۷) احمد رضا خاں بریلوی (۶۸) اور محمد حسن وغیرہ نے بھی اسے ثقہ و
صدوق قرار دیا ہے۔ [حوالہ مذکورہ] (۶۹) طحاوی حنفی نے معانی الا ثار میں اس کی ایک حدیث
کے بارے میں ''**فھٰذا حدیث متصل الإسناد صحیح**'' کہا ہے۔ [شرح معانی الآثار
ج ۲ ص ۲۰۸ کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ ﷺ مکۃ عنوۃ، دوسرا نسخہ ۲۲/۳] (۷۰)
تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے بھی تبلیغی نصاب، فضائل ذکر
صفحہ ۵۹۵/۱۱۷ پر محمد بن اسحاق کو ''**ثقة مدلس**'' تسلیم کیا ہے۔
[توضیح الکلام طبع جدید چورانوے (۹۴) علماء کے نام باحوالہ لکھے ہوئے ہیں جن
سے محمد بن اسحاق کی توثیق وتعریف مروی ہے۔]
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق کو جمہور علماء ثقہ وصدوق قرار دیتے ہیں۔
علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

''**وابن إسحاق الأكثر علٰی توثیقه و ممن و ثقه البخاري**''

ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ کہا ہے اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔
[نصب الرایہ ۴/۷]

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ''**إن ابن إسحاق من الثقات الکبار عند الجمهور**''
کہ جمہور کے نزدیک ابن اسحاق بڑے ثقات میں سے ہیں۔ [عمدۃ القاری ۷/۲۷۰]

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔'' [سیرت المصطفیٰ ج۱ص۷۶]

علامہ سہیلی فرماتے ہیں:''ثبت فی الحدیث عند أکثر العلماء ''

اکثر علماء کے نزدیک وہ حدیث میں ثبت (ثقہ) ہیں۔ [الروض الانف ج۱ص۴]

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے:'' کان ثبتاً فی الحدیث عند أکثر العلماء''

یعنی وہ حدیث میں اکثر علماء کے نزدیک ثبت (ثقہ) ہیں۔ [وفیات الاعیان ۶۱۲/۱]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

'' و ابن إسحاق إذا قال حدثني فهو ثقة عند أهل الحديث ''

اور ابن اسحٰق اگر سماع کی تصریح کریں تو وہ اہل الحدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔

[فتاویٰ ابن تیمیہ ج۳۳ص۸۵]

اور مزید لکھتے ہیں:

'' إذا قال حدثني فحديثه صحيح عند أهل الحديث ''

وہ سماع کی تصریح کرے تو اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ج۳۳ص۸۶] (ملخصاً من توضیح الکلام)

غرض جمہور علماء محمد بن اسحاق کو ثقہ کہتے ہیں مگر سرفراز صفدر اینڈ پارٹی برابر'' کذاب '' ''کذاب '' کی رٹ لگا رہی ہے۔

تنبیہ: فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کا دارومدار محمد بن اسحاق پر ہرگز نہیں ہے۔ دیگر بہت سی صحیح احادیث اس مسئلہ پر نص قطعی ہیں۔ مثلاً ابوقلابہ تابعی کی حدیث عن انس (اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے) اور محمد بن ابی عائشہ التابعی عن رجل من اصحاب النبی ﷺ (اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے) نافع بن محمود التابعی جو کہ ثقہ عندالجمہور ہیں، کی حدیث (اکثر محدثین کی شرط پر صحیح یا حسن ہے) وغیرہ

تفصیل کے لیے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی لاجواب کتاب ''توضیح الکلام

فی وجوب القراءۃ خلف الامام‘ جلد اول اور راقم الحروف کی کتاب ’’الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریۃ‘‘ کا مطالعہ فرمائیں۔

مختصر یہ کہ ڈیروی صاحب نے اپنی اس کتاب میں علم و انصاف کا خون کیا ہے۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۴ پر ڈیروی صاحب نے باب باندھا ہے:

’’حضرت امام بخاری کی بے چینی‘‘

اور پھر امام المحدثین و امام الفقہاء: بخاری رحمہ اللہ پر اپنی جہالت کی وجہ سے تنقید کی ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے عبداللہ بن ادریس کی روایت کو سفیان ثوری کی روایت پر کئی وجہ سے ترجیح دی ہے:

1- سفیان ثوری مدلس ہیں اور ابن ادریس مدلس نہیں ہیں۔
2- ابن ادریس بالاجماع ثقہ ہیں۔
3- ایک جماعت ان کی متابع ہے۔
4- ابن ادریس کی روایت کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔
5- ثوری کی روایت کو جمہور علماء نے ضعیف و معلول قرار دیا ہے۔
6- بعض علماء نے بتایا ہے کہ ثوری کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔

پ فیصلہ کریں کہ ان وجوہات کی روشنی میں اگر ابن ادریس کی روایت کو ثوری کی روایت پر ترجیح دی جائے تو کون سے قاعدے کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

محمد بن جابر کے مقابلے میں امام بخاری نے سفیان ثوری کی روایت کو جو ترجیح دی ہے تو اس کی بھی کئی وجوہ ہیں:

1- ثوری ثقہ مدلس ہیں جب کہ محمد بن جابر ضعیف متروک اور مختلط ہے۔
2- محمد بن جابر کی اس روایت پر دیگر محدثین نے بھی سخت جرح کی ہے۔
3- ثوری کی معنوی متابعت حفص، مغیرہ اور حصین وغیرہ نے بھی کی ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۶ وغیرہ]

لہٰذا امام بخاری کا فیصلہ بالکل صحیح ہے مگر ڈیروی صاحب کی بے چینی نا قابل فہم ہے۔

جو شخص اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۴ پر حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث کہتا ہو اور اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ پر اسی حجاج بن ارطاۃ کی روایت کو پیش کر کے اسے ''صحیح حدیث'' قرار دیتا ہو علمی دنیا میں اس کا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

[یاد رہے کہ مسند احمد (۳/۴) میں اس کے بعد والی جو روایت ہے اس کا حجاج کی حدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ تشہد کے بارے میں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۸۷ رقم ۸۷۹ میں سفیان کی یہ روایت موجود ہے جس میں ''یدعو فی الصلوٰۃ ھٰکذا'' کے الفاظ ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے زیاد بن سعد سے صرف یہی ایک روایت یاد رکھی ہے جو تشہد کے بارے میں ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیں مجمع الزوائد ۲/۱۰۱]

غیر جانب دارانہ تحقیق

قارئین کرام! اس کتاب (نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین) میں ''اصول'' کو سختی کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ راویوں کی توثیق و تضعیف اور کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف میں جمہور محدثین کی تحقیقات کو لازمی ترجیح دی گئی ہے۔ جو روایت جمہور علمائے مسلمین کی تحقیق کے مطابق صحیح یا حسن ہے اسے صحیح یا حسن تسلیم کر کے استدلال کیا گیا ہے اور جو روایت علمائے مسلمین کے نزدیک ضعیف و منکر وغیرہ ہے اسے ضعیف و منکر وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا گیا ہے۔ اسماء الرجال کے میدان میں خواہشاتِ نفسانیہ کو مدنظر بالکل نہیں رکھا گیا۔

مثلاً: رفع الیدین کے حق میں دو روایتوں کو پیش نہیں کیا گیا۔

1- سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

یہ حدیث امام حاکم کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۲۱ پر موجود ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں مگر علت یہ ہے کہ ابو الزبیر اسے جابر رضی اللہ عنہ سے ''عن'' کے ساتھ

روایت کررہے ہیں۔ ابوالزبیر جمہور محدثین کی تحقیق کے مطابق مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔

[اس تحقیق کے کافی عرصہ بعد ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی السراج النیسابوری کی المسند (قلمی مصور) میں ابوالزبیر کے سماع کی تصریح مل گئی۔ ص ۲۵ لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے، والحمدللہ۔ (مصنف)]

امام بیہقی جو غالباً ابوالزبیر کو مدلس تسلیم نہیں کرتے، ابوالزبیر کی اس روایت کو ''الخلافیات'' میں ''هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ'' کہتے ہیں۔

امام حاکم بھی ابوالزبیر کا مدلس ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ [معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۴]

2- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث

یہ حدیث امام ابویعلیٰ الموصلی کی مسند (ج ۶ ص ۴۲۴، ۴۲۵ رقم ۳۷۹۳) میں موجود ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ اس میں علت یہ ہے کہ حمید الطّویل اسے سیدنا انس سے ''عن'' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ حمید الطّویل مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔ بعض علماء حمید کے عنعنہ کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے ابن خزیمہ نے یہ حدیث اپنی ''صحیح'' میں روایت کی ہے۔ [دیکھئے التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۹]

ابن الملقن نے البدر المنیر میں کہا: ''إسناده صحيح على شرط الشيخين''

ابن دقیق العید نے الامام میں کہا: ''رجاله رجال الصحيحين''

[جلاء العینین للشیخ بدیع الدین راشدی ص ۱۴۱ مع حاشیۃ الشیخ فیض الرحمٰن الثوری رحمہما اللہ تعالیٰ]

بعض لوگوں نے سجدوں میں رفع الیدین کی (ضعیف) روایات پیش کر کے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔

① سجدوں میں باسند صحیح رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔

② ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ رفع الیدین منسوخ ہے بلکہ ہم اس لیے نہیں کرتے کہ نبی ﷺ سجدوں میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیحین وغیرہما کی صحیح وصریح روایات

سے ثابت ہے۔ رکوع والے رفع الیدین کے خلاف صحیح صریح ایک روایت بھی نہیں ہے۔

③ حافظ ابن حجر نے الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ص۱۵۲ پر اس قیاس کی زبردست تردید کی ہے اور اسے نص کے مقابلے میں فاسد قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ بعض علماء ہر اونچ نیچ (سجدوں) میں بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

حافظ صاحب کا یہ جواب اجماع کے موہوم دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے۔

نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں ہاتھوں کو ہوں یا کانوں تک اٹھانے کو رفع الیدین کہتے ہیں۔ اہل الحدیث (کثر الله أمثالهم) اس رفع الیدین کوسیدنا امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی غیر منسوخہ وغیر متروکہ سنت کہتے ہیں اور اس پر ایماناً واحتساباً عامل ہیں حتیٰ کہ ان کے بعض جلیل القدر علماء نے رفع الیدین کو اہل الحدیث کا شعار قرار دیا ہے۔

امام ابواحمد الحاکم (۳۷۸ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''شعار اصحاب الحدیث'' ہے۔ اسے مکتبہ ظاہریہ، شام کے مخطوطہ سے شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۴۷ پر امام ابواحمد رفع الیدین کا باب باندھتے ہیں اور رفع الیدین کی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رفع الیدین تمام محدثین (اہل الحدیث) کا شعار ہے۔

امام ابواحمد الحاکم الکبیر کا مختصر تعارف

پ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن احمد بن اسحٰق ہے۔ پ نیشاپور کے مایۂ ناز فرزند ہیں۔ پ کی ''کتاب الکنیٰ'' ہر طرف (علمائے حدیث میں) مشہور ہے۔ پ کے بارے میں حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۶۷۳-۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

''الإمام الحافظ العلامة الثبت محدث خراسان''

[سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۷۰]

نیشاپور کے امام ابوعبداللہ الحاکم نے پ کو ''إمام عصره في هٰذه الصنعة كثير التصانيف مقدم في معرفة شروط الصحيح والأسامي والكنٰى'' قرار دیا ہے۔ یعنی پ علم حدیث میں زمانے کے امام تھے۔ بے شمار تصانیف کے مصنف، صحیح حدیث، نام اور کنیتوں کی معرفت میں مقدم تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۷۶]

حافظ ابن الجوزی (۵۱۰۔۵۹۷ھ) نے کہا: ''القاضي إمام عصره في صنعة الحديث'' [المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ۱۴۶/۷]

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) نے ان کو ''إمام كبير و معروف بسعة الحفظ'' کے ساتھ موصوف کیا۔ [لسان المیزان ۵/۷]

مؤرخ ابوالفلاح عبدالحیٔ بن العماد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے کہا:

''الحافظ الثقة المأمون أحد أئمة الحديث'' [شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ۹۳/۳]

خلاصہ یہ کہ آپ ثقہ، مامون اور عالم کبیر تھے۔

فائدہ: کسی شخص کے ساتھ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ نسبتوں کے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شخص مقلد ہے۔

[تقریرات الرافعی ج۱ ص۱۱ پر ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی حسین سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: ''لسنا مقلدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه'' ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے (اتفاقاً یا اجتہاداً) موافق ہوگئی ہے۔ نیز دیکھئے التحریر والتقریر ج۳ ص۴۵۳۔ النافع الکبیر ص۷]

احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتب پر حنفیوں کا دارومدار ہے۔ ان سے ایک شخص نے کہا: ''ما ظننتك إلا مقلداً''

میرا گمان یہ تھا کہ آپ مقلد ہیں تو انھوں نے کہا: ''و هل يقلد إلا عصبي ۔۔۔أوغبي''

تقلید صرف وہی کرتا ہے جو متعصب یا جاہل ہو۔ [لسان المیزان ۲۸۰/۱]

ابومحمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتاب ''نصب الراية لأحاديث الهداية'' کا نام زبان زدعام ہے۔ زیلعی حنفی (المتوفی ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''فالمقلد ذهل و المقلد جهل'' مقلد غافل ہو جاتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے۔ (جاہل ہوتا ہے۔) [نصب الرایۃ ۲۱۹/۱]

عینی حنفی فرماتے ہیں:

"فالمقلد ذهل و المقلد جهل و آفة کل شيء من التقلید "
پس مقلد غافل ہوتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ [البنایۃ فی شرح الہدایۃ ج۱ص۲۲۲ وفی نسخۃ ص۳۱۷]
عقل مند کے لیے یہ چند مثالیں ہی کافی ہیں اور جاہل کے لیے دلائل کے انبار بھی ناکافی ہیں۔

رفع الیدین پر کتابیں

اہل حدیث (نوّر اللہ وجوھھم یوم القیامۃ) اپنی قدیم وجدید سب کتابوں میں رفع الیدین کا اثبات اور سنت ہونا نقل کرتے ئے ہیں۔
شیخ الاسلام، امام الدنیا فی فقہ الحدیث، امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری نے رفع الیدین کے اثبات پر ایک کتاب ''جزء رفع الیدین'' لکھی ہے۔

امام بخاری کا تعارف

پ کی امامت، عدالت اور ثقاہت پر اہل السنۃ والجماعۃ (اہل حدیث) کا اجماع ہے۔ پ کی کتاب ''صحیح بخاری'' ساری دنیا میں مشہور ہے۔ پ کے اساتذہ وتلامذہ سب پ کی تعریف وثناء میں رطب اللسان تھے۔
[امام ترمذی نے فرمایا: میں نے علل، تاریخ اور معرفتِ اسانید میں محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا اور نہ خراسان میں۔
[کتاب العلل للترمذی مع شرح ابن رجب ۳۲/۱]
امام مسلم نے فرمایا: (اے امام بخاری) آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی بغض کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔
[الارشاد للخلیلی ۹۶۱/۳ وسندہ صحیح]
امام ابن خزیمہ نے فرمایا: میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے زیادہ بڑا حدیث کا عالم نہیں دیکھا۔ [معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص۷۴ ح۱۵۵ وسندہ صحیح]

حافظ ابن حبان نے کہا: آپ لوگوں میں بہترین انسان تھے، آپ نے احادیث جمع کیں، کتابیں لکھیں، سفر کیا اور (احادیث) یاد کیں۔ آپ نے مذاکرہ کیا، اس کی ترغیب دی اور اخبار و آثار یاد کرنے میں بہت زیادہ توجہ دی۔ آپ تاریخ اور لوگوں کے حالات کو خوب جانتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک خفیہ پرہیزگاری اور عبادتِ دائمہ پر قائم رہے۔ رحمہ اللہ
(کتاب الثقات ۹/۱۱۳، ۱۱۴)]

علمائے حدیث کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام بخاری زبردست ثقہ امام اور عظیم بے مثال عالم، فقیہ بلکہ فقیہ گر تھے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ''**وكان إماماً حافظاً رأساً في الفقه والحديث مجتهداً من أفراد العالم مع الدين والورع والتأله**'' (الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ ۳/۱۸)

[امام بخاری سے جزء رفع الیدین کے راوی محمود بن اسحٰق بن محمود القواس ہیں ان سے دو ثقہ شخص روایت کرتے ہیں۔ (محمود بن اسحاق کا تذکرہ تاریخ الاسلام للذہبی ج۲۵ص۸۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی ج۳ص۹۶۸ میں موجود ہے ان کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی رحمہ اللہ)

① احمد بن محمد بن الحسین الرازی (تاریخ بغداد ۱۳/۴۱۱، وفی نسخۃ ۱۳/۴۳۸، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۲۹) خطیب نے کہا: ثقہ حافظ تھے، احمد بن محمد العتیقی نے کہا: ثقہ مامون تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۴۳۵)

② ابونصر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ البخاری الملاحمی [النبلاء ۱۷/۸۶]

حافظ ابن جوزی نے کہا: ''**وكان من أعيان أصحاب الحديث و حفاظهم**'' (المنتظم ۷/۲۳۰) حافظ ابن کثیر اور ابوالعلاء نے اسے حفاظ میں سے قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایۃ ۱۱/۳۵۸، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۸۷)، حافظ ذہبی نے کہا: ''**وكان ثقة يحفظ و يفهم**'' (العبر فی خبر من غبر ۲/۱۸۷) ابن عماد نے کہا: ''**وكان حافظاً ثقةً**'' (شذرات الذہب ۳/۱۴۵) معلوم ہوا کہ دو ثقہ حافظ محمود بن اسحاق کے شاگرد ہیں اور دو

یا دو سے زیادہ ثقہ (مشہور) راوی اگر کسی سے روایت کریں تو اس کی جہالت عین رفع ہو جاتی ہے۔

[الکفایہ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۸۸، ۸۹ مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۶، اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ص ۹۲ تقریب النووی مع تدریب الراوی ۱/۳۱۷ قواعد فی علوم الحدیث لظفر احمد تھانوی ص ۱۳۰ لسان المیزان ۶/۲۲۶]

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''**ولیس بمجهول من روی عنه ثقتان**''

[اعلاء السنن ۱/۱۱۴]

رہی اس کی جہالت حال تو عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل علم نے اس کی توثیق کی ہے۔ [التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل ۱/۴۷۵]

شیخ معلّمی کی تائید درج ذیل علماء کے اقوال سے ہوتی ہے، جنھوں نے جزء رفع الیدین کو بطور جزم امام بخاری سے منسوب کیا ہے۔

① النووی (المجموع شرح المهذب ۳/۳۹۹)

② ابن حجر (فتح الباری ۲/۲۱۷) وغیرہما

لہٰذا معلوم ہوا کہ

① محمود بن اسحٰق مجہول العین نہیں ہے۔

② علماء کا جزء رفع الیدین کو بطور جزم بخاری کی تصنیف قرار دینا اس کی توثیق ہے۔

③ کسی امام نے بھی اسے مجہول یا ضعیف نہیں کہا ہے۔

④ حافظ ابن حجر نے محمود بن اسحٰق کی سند سے ایک روایت نقل کر کے اسے ''حسن'' کہا ہے۔ [موافقۃ الخبر الخبر ج ۱ ص ۴۱۷]

لہٰذا محمود مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق ہے۔]

⑤ احمد بن علی بن عمرو السلیمانی نے بھی محمود بن اسحاق سے روایت کی ہے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۰۳۶ ت ۹۶۰) لہٰذا معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق کے تین شاگرد ہیں۔

والحمد للہ

امام ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی (متوفی ۲۹۴ھ) نے چار جلدوں میں ایک کتاب ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' لکھی ہے۔
[ذکرہ الصفدی فی الوافی ۵/۱۱۱، کذا فی مقدمۃ ''اختلاف العلماء'' ص ۱۵ نیز ملاحظہ فرمائیں: التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید لابن عبدالبر ۹/۲۱۳، والاستذکار ۲/۱۲۵، مختصر قیام اللیل ص ۸۸]

محدث ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار البصری صاحب المسند الکبیر المعلل (متوفی ۲۹۲ھ) نے مسئلہ رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔
[التحبیر فی المعجم الکبیر لابی سعد السمعانی ۱/۱۷۹۔۱۸۲ بحوالہ جلاء العینین لابی محمد السندھی ص ۸ وراجع الاستذکار ۲/۱۲۵]

حافظ ابونعیم الاصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے بھی رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔
[ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۰۶]

تقی الدین السبکی کا جزء رفع الیدین مطبوعہ ہے۔ [نیز ملاحظہ فرمائیں طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۶/۲۱۴]

حافظ ابن قیم الجوزیہ نے بھی اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے۔
[ذیل طبقات الحنابلہ ۲/۴۵۰ الوافی بالوفیات للصفدی ۲/۲۷۱ الدرر الکامنۃ ۳/۴۰۲ البدر الطالع ۲/۱۴۴، کشف الظنون ۱/۹۱۱]

خلاصہ یہ کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے رفع الیدین کے اثبات میں متعدد کتابیں اور رسالے تصنیف کیے ہیں۔ کسی نے بھی رفع الیدین کے خلاف یا انکار میں کوئی کتاب یا رسالہ نہیں لکھا۔

بعض جہمیہ، مرجئہ اور اہل الرائے نے عصر جدید میں رفع الیدین کی سنت کے خلاف بعض رسالے یا کتابیں لکھ ماری ہیں مگر بحمداللہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ (اور دیگر علماء) ان کی تدلیسات واغلوطات سے مسلسل پردہ اٹھا رہے ہیں۔

مثلاً شیخ الاسلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی ''التحقیق الراسخ فی ان الاحادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ'' المعروف ''مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر'' مولانا عبداللہ

روپڑی کی ''رفع الیدین اور مین'' الاستاذ بدیع الدین الراشدی کی '' جلاء العینین ''
مولانا رحمت اللہ ربانی کی ''مسئلہ رفع الیدین مع مین بالجہر'' حکیم محمود سلفی صاحب کی
''شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی اثبات رفع الیدین بعد الافتتاح'' مولانا خالد گرجاکھی کی
''جزء رفع الیدین'' حافظ عبدالمنان نور پوری کی '' مسئلہ رفع الیدین، تحریری مناظرہ''
عبدالرشید انصاری صاحب کی ''الرسائل'' اور شیخ مولانا حافظ محمد ایوب صابر صاحب سابق
مدرس مدرسہ تعلیم القر ن والحدیث حیدر باد کی '' حصول الفلاح برفع الیدین عند الافتتاح
بعد الافتتاح'' وغیرہ۔

ہم اس کتاب میں اختصار کے ساتھ صحیح احادیث اصول حدیث اور اصول فقہ کی روشنی میں اس معرکتہ الا راء مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے وہ اصول لکھے جاتے ہیں جن کو اس کتاب میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اصول (۱)

(ہر) خاص (دلیل ہر) عام (دلیل) پر مقدم ہوتی ہے۔ مثلاً مردار عموماً حرام ہے اور مچھلی خصوصاً حلال ہے لہٰذا مردار کا عمومی حکم مچھلی کے خاص حکم پر نہیں لگتا۔
[نیز دیکھئے ارشاد الفحول للشوکانی ص۱۴۳ و کتب الاصول]

اصول (۲)

عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔ یعنی کسی یت یا حدیث میں کسی بات کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی ہی نہیں جب کہ دیگر یات یا احادیث سے وہ بات ثابت ہو۔

ہمارے استاد حافظ عبدالمنان نور پوری فرماتے ہیں: کسی شے کا مذکور ومنقول نہ ہونا اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

اصول (۳)

قر ن (وسنت) کی تخصیص خبر واحد صحیح کے ساتھ جائز ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ)

ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے۔ [الاحکام للآمدی ج ۲ ص ۳۴۷ وغیرہ، حاشیۃ البنانی علی جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۷ شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول للقرافی ص:۲۰۸]

اصول (۴)

اثبات نفی پر مقدم ہے۔

بنیادی اصول کا تعارف

1- معیارِ حق

کتاب اللہ اور حدیثِ رسول حجت اور معیارِ حق ہیں بشرطیکہ وہ حدیث مقبول ہو یعنی متواتر یا صحیح یا حسن ہو۔

دلیل: قال اللہ تعالیٰ: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر (اصحابِ اقتدار) کی، پھر جب کسی چیز میں تمھارا تنازعہ (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے ہو، یہی بہتر اور اچھی تفسیر ہے۔ [۴: النسآء: ۵۹] [تفہیم القرآن ج ۱ ص ۳۶۳، ۳۶۶]

اجماع بھی حجت ہے۔

[دیکھئے الرسالہ للشافعی و عام کتبِ اصول و ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱ ص ۴]

2- مقابلہ

اللہ اور رسول کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کتنا ہی بزرگ اور بڑا کیوں نہ ہو۔

3- صحیح حدیث کی تعریف

" أما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذي يتصل إسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط إلى منتها ه و لا يكون شاذاً و لا معللًا ـ۔۔ فهٰذا هو الحديث الذي يحكم له بالصحة بلا خلاف بين أهل الحديث "

صحیح حدیث وہ حدیث ہوتی ہے جو باسند ہو، عادل ضابط عن عادل ضابط آخر تک متصل ہو، شاذ اور معلول نہ ہو۔ اس حدیث کی صحت کے حکم میں اہل الحدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (اجماع ہے)

[مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص۲۰]

متصل کا مطلب یہ ہے کہ منقطع، معلق، معضل اور مرسل نہ ہو۔

شاذ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سے اوثق یا زیادہ ثقات کے خلاف نہ ہو۔

معلول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علت قادحہ نہ ہو۔

① مختلط کا اختلاط کے بعد روایت بیان کرنا علت قادحہ ہے۔

② مدلس کا عن وغیرہ کے ساتھ بدون تصریح سماع روایت کرنا علت قادحہ ہے۔

③ علل حدیث کے ماہر محدثین کا کسی روایت کو بالاتفاق معلول وضعیف قرار دینا علتِ قادحہ ہے۔

4- ضعیف حدیث کی تعریف

ہر وہ حدیث جس میں صحیح حدیث یا حسن حدیث کی صفات موجود نہ ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہوگی...... اور اس کی اقسام یہ ہیں مثلاً (ضعیف) موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ

[ملخصاً من مقدمۃ ابن الصلاح ص۲۰ طبع ملتان]

5- تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف

اگر کسی روایت کی تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف ہوتو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔

اگر کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں، سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہومگر (تمام محدثین یا) محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف قرار دیا ہوتو اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔

6- جرح وتعدیل میں ائمہ محدثین کا اختلاف

جس کو ائمہ محدثین ثقہ یا ضعیف کہیں تو وہ ہمیشہ ثقہ یا ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر ان کا اختلاف ہو اور جرح وتعدیل دونوں مفسر اور متعارض ہوں، تطبیق ممکن نہ ہوتو ائمہ محدثین (ثقہ، مشہور اور ماہر اہل فن) کی اکثریت کو ہمیشہ اور لامحالہ ترجیح ہوگی۔

① جرح مفسر، تعدیل مبہم پر مقدم ہوگی۔

② تعدیل مفسر، جرح مبہم پر مقدم ہوگی۔

مثال① دس نے کہا: ''الف'' ثقہ ہے۔

ایک نے کہا: ''الف'' ''ب'' میں ضعیف ہے۔

نتیجہ: ''الف'' ثقہ ہے اور ''ب'' میں ضعیف ہے۔

مثال② دس نے کہا: ''ج'' ضعیف ہے۔

ایک نے کہا: ''ج'' ''د'' میں ثقہ ہے۔

نتیجہ: ''ج'' ضعیف ہے لیکن ''د'' میں ثقہ ہے۔

③ اگر جرح (مفسر) اور تعدیل (مفسر) باہم برابر ہوں تو جرح مقدم ہوگی۔

7- صحت کتاب

روایات وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی معیار یہ ہے کہ

اولاً: جن کتابوں میں یہ روایات درج ہیں ان کے مصنفین بذات خود ثقہ اور معتبر ہوں۔

[اللمحات ۱/۳۲۷ للشیخ محمد رئیس ندوی]

ثانیاً: ان کتابوں کا مصنفین تک انتساب بالتواتر یا باسند صحیح ہو۔ کتاب کے دیگر نسخوں کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

ثالثاً: ان مصنفین کی بیان کردہ اسانید، اقوال اور روایات باسند صحیح و متصل ہوں اور علتِ قادحہ سے خالی ہوں۔

8- اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا تحقیقی معیار

اصول نمبر ۷ کی تشریح میں مزید عرض ہے کہ اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی اور تحقیقی معیار یہ ہے:

① اگر صاحب کتاب کا قول اس کی کتاب سے نقل کیا جائے تو اس کتاب کا تصنیفِ مصنف ہونا صحیح و ثابت ہو۔

② اگر صاحب کتاب کسی پہلے کا قول نقل کر رہا ہے تو اس سے قائل تک سند صحیح و متصل ہو۔ اگر یہ شرطیں مفقود ہوں تو اس قول کو کالعدم سمجھا جائے گا۔

9- ایک ہی شخص کے اقوال میں تعارض

اگر ایک ہی شخص (محدث، امام، فقیہ وغیرہ) کے اقوال میں تعارض ہو تو:

① تطبیق و توفیق دی جائے گی، مثلاً:

ایک دفعہ کہا: **ثقة**

دوسری دفعہ کہا: **ثقة سيئ الحفظ یا سيئ الحفظ**

نتیجہ: (عدالت کے لحاظ سے) **ثقة** اور (حافظہ کے لحاظ سے) **سيئ الحفظ** ہے۔

② دونوں اقوال ساقط کر دیے جائیں گے، مثلاً:

عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت پر امام ابن حبان نے جرح کی ہے اور اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے بتایا کہ ابن حبان کے دونوں اقوال ساقط ہو گئے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]

10- معمولی جرح

جس ثقہ یا صدوق عندالجمہور راوی پر معمولی جرح یعنی یہم ،لہ اوہام، یخطئی وغیرہ ہوتو اس کی منفرد حدیث (بشرطیکہ ثقات کے خلاف نہ ہواور محدثین نے خاص اس روایت کو ضعیف وغیرہ نہ کہا ہوتو) حسن ہوتی ہے۔

جو کثیر الغلط ،کثیر الاوہام، کثیر الخطاء اور سئی الحفظ وغیرہ (راوی) ہو اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

11- مسلکی تفاوت صحت حدیث کے خلاف نہیں

مثلاً جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے، اس کا قدری، خارجی، شیعی، معتزلی، جہمی اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی و داعیہ نہ ہواور اس کی بدعت بالا جماع مکفرہ نہ ہو۔

[نیز دیکھئے احسن الکلام، مصنفہ مولوی سرفراز صفدر صاحب دیوبندی ج ۱ ص ۳۰]

[تنبیہ: راجح قول یہی ہے کہ اگر راوی ثقہ وصدوق عندالجمہور ہوتو اس کی غیر معلول روایت مطلقاً مقبول ہے چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا داعی ہو یا نہ ہو۔]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف کا مختصر تعارف

(مصنف کے قلم سے)

نام: حافظ زبیر علی زئی

[بن مجدد خان بن دوست محمد خان بن جہانگیر خان علی زئی]

پیدائش: ۲۵ جون ۱۹۵۷ء (حضرو، ضلع اٹک)

تعلیم: 1- فارغ التحصیل از جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

2- فارغ التحصیل از وفاق المدارس السّلفیہ فیصل آباد

3- ایم اے عربی (پنجاب یونیورسٹی)

4- ایم اے اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)

بعض اساتذہ:

1- مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۰۸ھ)

2- مولانا ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۵ھ)

3- مولانا ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ)

4- مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ)

5- مولانا ابوالرجال اللہ دتہ السوہدروی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۲ھ)

6- مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ، وغیرہم

نرینہ اولاد:

1- طاہر

2- عبداللہ

3- معاذ

اردو تصانیف

1- نور العینین فی اثبات رفع الیدین (اس کا یہی جدید ایڈیشن معتبر ہے)
2- القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح (ماہنامہ الحدیث حضرو میں مطبوع ہے)
3- نور القمرین (اسی کتاب کے آخر میں، بعد از مراجعت مطبوع ہے)
4- الکواکب الدریہ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام/مطبوع)
5- جنت کا راستہ (مطبوع)
6- ہدیۃ المسلمین (مطبوع از مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد)
7- تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ (مطبوع)
8- نور المصابیح (مطبوع)
9- تخریج احادیث الرسول کا نک تراہ (مطبوع)
10- ماسٹر امین اوکاڑوی کا تعاقب (مطبوع)
11- القول المتین فی الجہر بالتامین (مطبوع)
12- عبادات میں بدعات اور سنت سے ان کا رد [ترجمہ و تحقیق] (مطبوع)
13- شرح حدیثِ جبریل (مطبوع)
14- نصر الباری فی تحقیق و ترجمۃ جزء القراءۃ للبخاری (مطبوع)
15- ترجمہ و تحقیق جزء رفع الیدین (مطبوع)
16- اکاذیب آلِ دیوبند (غیر مطبوع)
17- تخریج نماز نبوی (مطبوع)
18- تسہیل الوصول فی تخریج احادیث صلوٰۃ الرسول (مطبوع)
19- نصر المعبود فی الرد علیٰ سلطان محمود (ایک بریلوی کا رد/مخطوط)
20- تخریج ریاض الصالحین (مطبوع از دار السلام لاہور)

21- تخریج فتاویٰ اسلامیہ (غیر مطبوع)

22- توضیح الاحکام (کتابی صورت میں غیر مطبوع)

23- تلخیص الاحادیث المتواترہ (مخطوط)

24- عصرِ حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ (مخطوط)

25- التاسیس فی مسئلۃ التدلیس (مطبوع در محدث لاہور)

26- ترجمہ وتحقیق کتاب الانوار للبغوی (تحت الطبع)

27- ترجمہ شعار اصحاب الحدیث للحاکم الکبیر (مطبوع در ماہنامہ الحدیث حضرو)

28- نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (تحت الطبع)

29- دین میں تقلید کا مسئلہ (مطبوع)

30- حاجی کے شب وروز، ترجمہ وتحقیق وفوائد (مطبوع)

31- تحقیق وترجمہ اثبات عذاب القبر للبیہقی (تحت الطبع)

32- مجموعۂ مقالات (تحت الطبع ان شاء اللہ)

33- ترجمہ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (مخطوط)

34- یمن کا سفر (مطبوع در ماہنامہ الحدیث حضرو)

35- اور علمی وتحقیقی دنیا میں عظیم انقلاب، ماہنامہ الحدیث حضرو کا اجراء۔ والحمدللہ

عربی تصانیف

۱: تحقيق و تخريج جزء علي بن محمد الحميري(مطبوع)

۲: تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء (مطبوع)

۳: الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (تحت الطبع)

۴: تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبي شيبة(تحت الطبع)

۵: تحقيق و تخريج مسند الحميدي (مخطوط)

۶: نيل المقصود في تحقيق و تخريج سنن أبي داود (مخطوط)

۷: تسهيل الحاجة في تحقيق و تخريج سنن ابن ماجه (مخطوط)

۸: عمدة المساعي في تحقيق و تخريج سنن النسائي (مخطوط)

۹: تحقيق و تخريج سنن الترمذي (مخطوط)

۱۰: تخريج النهاية فی الفتن والملاحم (مطول ، مخطوط)

۱۱: تخريج كتاب النهاية فی الفتن والملاحم (مختصر،مخطوط)

۱۲: تخريج كتاب الجهاد لإبن تيمية (مخطوط)

۱۳: العقدالتمام في تحقيق السيرة لإبن هشام (مخطوط)

۱۴: الأسانيد الصحيحة في أخبارالإمام أبي حنيفة (مخطوط)

۱۵: تحقيق و تخريج أحاديث اثبات عذاب القبر للبيهقي (مخطوط)

۱۶: تخريج أحاديث منهاج المسلم (مخطوط)

۱۷: تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك (مخطوط)

۱۸: تحقيق و تخريج بلوغ المرام

۱۹: أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح (مخطوط)

۲۰: أنوار الصحيفة فی الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة مع الأدلة

(تحت الطبع)

۲۱: أنوار السنن في تخريج و تحقيق آثار السنن (مخطوط)

۲۲: تحقيق و تخريج كتاب الأربعين لإبن تيمية (مخطوط)

۲۳: تخريج شعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم (مخطوط)

۲۴: تخريج جزء رفع اليدين للبخاري(مخطوط)

۲۵: أنوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل (مخطوط)

۲۶: السراج المنير في تخريج تفسير ابن كثير (مفقود)

۲۷: تلخيص الكامل لإبن عدي (مخطوط)

۲۸: كلام الدارقطني في سننه في أسماء الرجال(مخطوط)

۲۹: في ظلال السنة / الحديث وفقهه
(مطبوع في سياحة الأمة/ إسلام آباد)

۳۰: تخريج الأنوار في شمائل النبي المختار (مخطوط)

۳۱: صحيح التفاسير (غير كامل)

۳۲: فضل الإسلام للشيخ محمد بن عبدالوهاب (تخريج)

۳۳: التقبيل و المعانقة لإبن الأعرابي ، تحقيق و تخريج (مخطوط)

وما توفيقي إلا بالله عليهِ توكلت وإليه أنيب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنت کی اہمیت اور تقلید کی مذمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ [آل عمران:۱۶۴]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا والوں کی ہدایت کا سبب بنایا اور جن لوگوں نے آپ کی پیروی اور اطاعت اختیار کی تو وہ گمراہیوں کی اتھاہ تاریکیوں سے نکل کر فلاح و ہدایت کی روشن شاہراہ پر گامزن ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی اتباع ہدایت کا سبب ہے اور آپ کو چھوڑ کر کسی اور کی اتباع اختیار کرنا گمراہی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا

معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ان سے کہو اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرلو پھر اگر وہ تمھاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ناممکن ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔

[آل عمران:۳۱،۳۲]

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا شرطِ ایمان ہے کیوں کہ ایمان کی وادی میں قدم رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط﴾

اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ [البقرۃ:۱۶۵]

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعوے دار ہے تو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کرنا لازم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک شخص کوئی دعویٰ کرتا ہے تو اپنے اس دعوے پر ثبوت پیش کرنا اس پر لازم ہوگا۔اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویدار ہے تو وہ رسول ﷺ کی اتباع کر کے اس کا ثبوت فراہم کرے گا ورنہ اس کا یہ دعویٰ ہی سرے سے جھوٹا ہوگا۔معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے لیے اطاعتِ رسول فرض ہے اور اطاعتِ رسول سے اعراض کرنا کفر کے مترادف ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

درحقیقت تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

[الاحزاب:۲۱]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو مومنوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انھیں جو کچھ ملے، وہ اسے مضبوطی سے تھام لیں کیوں کہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ [الحشر:۷]

رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہدایت پر قائم رہنے کا ذریعہ ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾

اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی پیروی اختیار کرو تا کہ تمھیں ہدایت نصیب ہو۔ [الاعراف:۱۵۸]

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾

اور میری پیروی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔[الزخرف:۶۱]

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرنے کے بجائے کسی اور طریقے کو اختیار کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اسے اختیار کر کے وہ راہِ ہدایت پالیں گے تو وہ خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑنے والا گمراہ ہے اور قیامت کے دن بھی وہ نا کام و نامراد ہوگا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔[النور:۶۳]

''فتنہ'' کی مختلف صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے (اور یہ صورت تاریخ کے نا قابل تردید دلائل سے بالکل واضح ہے) کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو چھوڑ کر مختلف

اماموں کی تقلید اختیار کر لیں گے اور یہ تفرقہ بازی ان میں شدید نفرت اور اختلافات پیدا کر دے گی اور آخر کار ان میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔
ایک مقام پر ارشاد ہے:
﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ۙ﴾
وہ (نبی) اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔
[النجم:۳،۴]
اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین میں اگر کسی شخص کی نفسانی خواہشات محترم ہو سکتیں تو یہ مقام رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہونا چاہیے تھا، لیکن رسول کی خواہشات کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین قرار نہیں دیا بلکہ صاف اعلان فرما دیا کہ میرا یہ نبی اپنی خواہشات سے بولتا ہی نہیں بلکہ یہ جب بھی کلام کرتا ہے وحی کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ مقامِ غور ہے کہ جب نبی ﷺ کی خواہشات اور رائے کی پیروی بھی لازم قرار نہ پائے تو پھر کسی اور شخص یا امام کی ذاتی ''آراء'' کس طرح دین بن سکتی ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:
﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾
جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔
[النسآء:۸۰]
بتائیں کہ یہ مقام رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور انسان یا کسی امام کو حاصل ہو سکتا ہے کہ جس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت قرار دے اور پھر کسی امام کی اتباع ہی نہیں بلکہ اس سے بھی چند قدم اور آگے بڑھ کر اس کی تقلید اختیار کر لی جائے؟
اتباع علم کی بنیاد پر جب کہ تقلید جہالت کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ اتباع بالدلیل ہوتی ہے اور یہ علم ہے جب کہ تقلید ایسے عمل کا نام ہے جو کسی کی بات پر بغیر دلیل کے کیا جائے۔ پھر تقلید میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اندھا دھند کسی کے پیچھے چلنے کو تقلید کہا جاتا ہے

اور مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے۔ نہ تو وہ خود اس مسئلہ کی تحقیق کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر نظر ڈال سکتا ہے۔ ایسی جہالت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حافظ ابن حزم کی الاحکام فی اصول الاحکام اور حافظ ابن قیم کی اعلام الموقعین]

اس سلسلہ کی چند احادیث و آثار بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ یہ مسئلہ پوری طرح نکھر کر سامنے آ جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ أَبٰى)) قِيْلَ وَمَنْ أَبٰى ؟ قَالَ:((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، پوچھا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔

[بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۱ حدیث ۷۲۸۰، مشکوٰۃ المصابیح ۱/۵۱ ح ۱۴۳ طبع بیروت]

ایک موقع پر جب تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و سنن کو کم سمجھتے ہوئے عبادت میں زیادہ محنت و مشقت کا ارادہ ظاہر کیا یعنی ایک نے پوری رات جاگنے، دوسرے نے ہمیشہ روزہ رکھنے اور تیسرے نے نکاح کو خیر باد کہہ کر پوری زندگی عبادت کرنے کا تہیہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّيْ))

پس جو شخص میری سنت سے بے رغبتی اختیار کرے گا (اور اسے استخفافاً وعناداً چھوڑ دے گا) تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

[بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، ۷۵۸ حدیث: ۵۰۶۳، مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ حدیث: ۱۴۰۱]

مطلب یہ ہے کہ تم اعمال میں چاہے کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھاؤ لیکن اگر کسی شخص کا عمل میری اتباع اور فرمانبرداری سے خالی ہوگا تو ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (المتوفاۃ ۵۷ھ) روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہے۔ (ان چھ آدمیوں میں سے ایک)

((وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ)) اور میری سنت کو ترک کرنے والا ہے۔

[مستدرک ج ا ص ۳۶ وقال الحاکم: صحیح الاسناد ووافقہ الذہبی، سنن الترمذی حدیث: ۲۱۵۴ وسندہ حسن]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۵ھ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ اس سے چمٹے رہو اور اپنی داڑھوں کے ساتھ (مضبوطی سے) پکڑے رکھو اور تم (دین میں) نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

[احمد ۴/۱۲۶، ۱۲۷ ح ۱۷۲۷۵، ابوداود: ۴۶۰۷ وسندہ صحیح، ترمذی: ۲۶۷۶، ابن ماجہ: ۴۳، مشکوٰۃ المصابیح ج ا ص ۵۸ ح ۱۶۵، وقال الترمذی: ''حدیث حسن صحیح'' وصححہ جماعۃ منہم ابن حبان (۱۰۲) والحاکم (۱/۹۵، ۹۶) والذہبی والضیاء المقدسی فی ''اتباع السنن واجتناب البدع'' (ق ۹/۷۱)]

معلوم ہوا کہ دین اسلام میں جو نئی بات بھی دین کے نام سے ایجاد کی جائے گی وہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے تقلید بھی بدعت ہے کیوں کہ یہ بھی دین میں ایجاد کی گئی ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔

[صحیح بخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم ۱۷۱۸/۱۷، مشکوٰۃ ج ا ص ۵۱ ح ۱۴۰]

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهٖ إِلاَّ عَمِلْتُ بِهٖ فَإِنِّيْ أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهٖ أَنْ أَزِيْغَ

میں کسی ایسے کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے مگر یہ کہ میں اس پر عمل پیرا رہوں گا کیوں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نبی ﷺ کے کام میں سے کسی چیز (سنت) کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

[صحیح بخاری:۳۰۹۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک اجتہادی حکم کے مقابلے میں فرمایا تھا: ''مَاكُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ''

میں کسی شخص کے کہنے سے نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ [صحیح بخاری:۱۵۶۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیت: ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ کی بہترین تفسیر ہے، آیت آگے آ رہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ''

اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ [صحیح مسلم:۶۵۴]

نبی ﷺ کے ہر امتی پر آپ کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ یہاں تک کہ جب قربِ قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی (آسمان سے نازل ہو کر) آئیں گے تو وہ آپ ﷺ کی سنت کے خود بھی پابند ہوں گے اور لوگوں کو بھی آپ کی سنت پر چلائیں گے اور نبی ﷺ کی سنت کے مقابلے میں کسی اور نبی کی سنت کو اختیار کرنا بھی گمراہی اور ضلالت ہے چہ جائیکہ کسی امام کی تقلید کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ہر حال میں اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔ [النسآء:۵۹]

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت غیر مشروط اور اولوالامر کی اطاعت مشروط ہے۔ چنانچہ اولوالامر کی بات اگر کتاب وسنت کے مطابق ہوگی تو ان کی اطاعت بھی لازم ہے، لیکن اگر ان کا حکم کتاب وسنت کے خلاف ہوگا تو پھر ان کی اطاعت درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ))

(اللہ اور رسول کی) نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت جو کچھ بھی ہے معروف میں ہے۔ [بخاری:۷۲۵۷، مسلم:۱۸۴۰]

نبی ﷺ کی اطاعت اس لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو انسانوں تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے اور پھر وہ معصوم بھی ہیں اور وحی کی رہنمائی بھی آپ کو حاصل ہے جب کہ غیر نبی میں یہ تمام باتیں مفقود ہوتی ہیں اور اس سے غلطیوں کا صدور ایک لازمی امر ہے لہٰذا ہر مسئلہ میں اس کی تقلید کرنا اور اس کے قول کو حجت سمجھنا گمراہی کا سبب ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی امام کے قول کو پیش کرنا تو سخت ترین گمراہی ہے۔ بھلا جس امام پر خود اللہ اور رسول کی اطاعت لازم ہو اور جو اتباع کے لیے سنتِ رسول کا متلاشی ہو، خود اس کی تقلید کرنا کیسے لازم ہو جائے گی؟

یہ حقیقت ہے کہ ان ائمۂ کرام نے بھی اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں حافظ ابن قیم کی شہرۂ آفاق کتاب ''اعلام الموقعین'' اور ''فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ'' ج ۲۰ ص ۱۰، ۱۱]

سوال یہ ہے کہ جب ائمۂ کرام نے لوگوں کو تقلید سے منع کیا ہے تو پھر تقلید پر اصرار کیوں؟ اصل بات یہ ہے کہ تقلید پر اصرار بعد کے لوگوں کی اختراع ہے ورنہ اہل علم نے تو ہر دور میں تقلید کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً حافظ ابن کثیر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے، لیکن وہ ﴿ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے (مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے بعد) ارشاد فرماتے ہیں:

''لیکن یہ یاد رہے کہ پچھلے اقوال سب کے سب ضعیف ہیں۔ جھگڑا صرف صبح اور عصر کی نماز میں ہے اور صحیح حدیثوں سے عصر کی نماز کا صلوٰۃ وسطیٰ ہونا ثابت ہے۔ پس لازم ہو گیا کہ سب اقوال کو چھوڑ کر یہی عقیدہ رکھیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔''

امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے اپنی کتاب فضائل شافعی میں روایت کی ہے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے:

''كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِخِلَافِ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ اَوْلٰی وَلَا تُقَلِّدُوْنِي''

میرے جس کسی قول کے خلاف (نبی ﷺ کی) کوئی صحیح حدیث مروی ہو تو حدیث ہی اولیٰ ہے خبردار میری تقلید نہ کرنا۔

[آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۶۹ نحو المعنیٰ وسندہ حسن]

امام شافعی کے اس فرمان کو امام ربیع، امام زعفرانی اور امام احمد بن حنبل بھی روایت کرتے ہیں اور موسیٰ ابوالولید بن جارود امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

'' إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ وَ قُلْتُ قَوْلًا فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْ قَوْلِي وَ قَائِلٌ بِذٰلِكَ''

میری جو بات صحیح حدیث کے خلاف ہو، میں اپنی اس بات سے رجوع کرتا ہوں

اور صاف کہتا ہوں کہ میرا مذہب وہی ہے جو حدیث میں ہے۔

یہ امام صاحب کی امانت اور سرداری ہے اور آپ جیسے ائمۂ کرام میں سے بھی ہر ایک نے یہی فرمایا ہے کہ ان کے اقوال کو دین نہ سمجھا جائے۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَ رَضِيَ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ. اس لیے قاضی ماوردی فرماتے ہیں:

''امام صاحب کا صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں یہی مذہب سمجھنا چاہیے کہ وہ عصر ہے گو امام صاحب کا اپنا قول یہ ہے کہ وہ عصر نہیں ہے۔ مگر آپ کے فرمان کے مطابق حدیث کے خلاف اس قول کو پا کر ہم نے چھوڑ دیا۔''

[تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۸، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلے میں کسی کے قول کو اہمیت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خلفائے راشدین کی سنت کو رد کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مُلک شام کے ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے متعلق دریافت کیا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے۔ اس شامی نے کہا مگر آپ کے والد محترم (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اگر میرے والد نے اس سے منع فرمایا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا ہو تو تمھارا کیا خیال ہے؟ (تم میرے والد کے فعل کو حجت سمجھو گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو؟) میرے والد کے طریقہ کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ (سنت) کی۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا۔

[سنن الترمذی: ۸۲۴ وقال: حدیث حسن صحیح]

سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہی بات سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہی، یعنی

عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کیا ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (حج تمتع) کیا ہے اوران کے ساتھ ہم (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی کیا ہے۔
[ایضاً، ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے]

[ایک صحیح روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صاف طور پر تقلید سے منع کیا ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۰ وسندہ صحیح]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' أَمَّا الْعَالِمُ إِنِ اهْتَدیٰ فَلَا تُقَلِّدُوْهُ دِيْنَكُمْ '' عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اس کی تقلید نہ کرو۔
[جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۱۱ وسندہ حسن وصححہ الدارقطنی]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ دینی مسائل میں کسی کی تقلید اختیار کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور اسلام میں تقلید کا کوئی جواز موجود نہیں ہے اور اگر کسی کی راہنمائی اختیار کرنا ہی لازم ہو تو پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی فرمانبرداری اختیار کی جائے اور ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمانبرداری بھی کتاب وسنت کے ساتھ مشروط ہے۔
کسی نے غالباً اسی لیے کہا ہے:

فَاهْرِبْ عَنِ التَّقْلِيْدِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ إِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيْلِ الْهَالِكِ

تقلید سے دور بھاگو کیونکہ یہ گمراہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مقلد ہلاکت کی راہ پر گامزن ہے۔

(حافظ ابن عبدالبر وغیرہ علماء نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ تقلید جہالت کا دوسرا نام ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔ [دیکھئے جامع بیان العلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۷، واعلام الموقعین ج ۱ ص ۷، ج ۲ ص ۱۸۸])

امام ترمذی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ '' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے

جانور کو اشعار کیا یعنی نشان لگایا'' کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''امام وکیع نے جب یہ حدیث بیان کی تو فرمایا کہ اس میں اہل الرائے کے قول کی طرف نظر نہ کرو، کیوں کہ اشعار سنت ہے اور اہل الرائے کا قول بدعت ہے۔ ابو السائب کہتے ہیں کہ ہم امام وکیع کے پاس تھے کہ قیاس کرنے والوں (اہل الرائے) میں سے ایک شخص سے امام وکیع نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مُثلہ ہے (جانوروں کے کان، ناک وغیرہ اعضا کاٹنے کو مثلہ کہتے ہیں) اس شخص نے کہا اور جو روایت کی گئی ہے کہ ابراہیم نخعی نے فرمایا: اشعار مثلہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے امام وکیع کو دیکھا کہ وہ غصہ سے آگ بگولا ہوگئے اور کہا کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ اشعار کرو) اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے کہا (میں تمھارے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے یوں کہا ہے) تم اس قابل ہو کہ تمھیں قید کیا جائے اور جب تک تم اپنے قول سے باز نہ آ جاؤ اس وقت تک تمھیں نہ نکالا جائے۔ [سنن الترمذی ج ۱ص ۱۷۷، ۱۷۸ ح ۹۰۶، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

امام وکیع، امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور ان کے متعلق بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کے مقلد تھے، لیکن یہ واقعہ ان حضرات کے دعوے کو رد کرنے کے لیے بہت ہی کافی و شافی ہے۔ (اس طرح کی بہت سی مثالیں اعلام الموقعین اور ایقاظ ہمم اولی الابصار میں بھی موجود ہیں۔)

مقلدین حضرات عموماً نبی ﷺ کی احادیث کو تقلید کی عینک سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ سنت اور حدیث کو اپنے مقرر کردہ اصول وقواعد کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جب کوئی حدیث ان کے خودساختہ اصولوں پر پوری طرح فٹ نہیں بیٹھتی تو وہ اسے کھینچ تان کر اِس اصول کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی حدیث ان کے مذہب کے بالکل خلاف ہو تو پھر اس حدیث میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں اور احادیث صحیحہ کا وہ پوسٹ مارٹم کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ.!

چنانچہ دوسرے بہت سے مسائل کے علاوہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے ساتھ مقلدین کا جو رویہ رہا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے کیوں کہ جہاں ایک طرف مقلدین حضرات احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں وہاں دوسری طرف رفع الیدین کو لوگوں کی نگاہوں میں قابل نفرت عمل بنانے کے لیے انھوں نے عجیب وغریب کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ عظیم الشان سنت آج جاہل لوگوں کی نگاہوں میں ایک قابلِ نفرت فعل بن کر رہ گئی ہے۔ سنتِ رسول ﷺ سے نفرت کا اظہار کرنا یا دل میں اس کے خلاف قابلِ نفرت جذبات رکھنا ایمان کے منافی عمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

(اے محمد ﷺ!) تمھارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ تسلیم کر لیں۔ [النسآء:٦٥]

(بعض نام نہاد ''حنفیوں'' نے رفع یدین پر اہل حدیث کی تکفیر بھی کر رکھی ہے۔ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں:

''اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع یدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی، بڑی گمراہی تھی۔''

[تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۲، ۱۳۳]

لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس سنت کی اہمیت کے واضح ہو جانے کے بعد اب وہ پابندی سے اسے ادا کریں اور لومۃ لائم کی کوئی پروانہ کریں کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ))

نماز اس طرح پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

[بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ ح ۶۳۱]

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے علم و تحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے محنتِ شاقہ کے ذریعے رفع الیدین کا مسئلہ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے اور حق و انصاف اور پوری دیانت داری کے ساتھ رفع الیدین کے دونوں پہلوؤں یعنی رفع الیدین اور عدم رفع الیدین کو پوری عرق ریزی اور محدثین و سلف صالحین کی تصدیقات و حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے اور ناقابل تردید دلائل کے ساتھ جہاں رفع الیدین کا سنت متواترہ ہونا ثابت کیا ہے وہاں دوسری طرف عدم رفع الیدین کے متعلق اہل الرائے والقیاس کے بودے اور کمزور دلائل کا تانا بانا بھی بیان کر دیا ہے اور جمہور محدثین، محققین اور حدیث کے ناقدین سے ان دلائل کی اصل حیثیت اور ان کے ناقابل عمل ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور موجودہ دور کے بعض اہل الرائے والقیاس والتقلید کے جھوٹ و فریب کے پردوں کو بھی چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے علم، عمل اور عمر میں اضافہ فرمائے اور انھیں باطل فرقوں کے خلاف ہر محاذ پر سرخرو فرمائے اور باطل فرقوں کو ہر محاذ پر ہزیمت اور ذلت و رسوائی سے دوچار فرمائے، آمین۔

اس کتاب کے بعد ان شاء اللہ عنقریب مسئلہ آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق بھی موصوف کی کتب شائع ہوں گی اور نماز پر ایک جامع اور مکمل کتاب بھی زیر ترتیب ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں بھی کچھ لٹریچر طباعت کے انتظار میں ہے۔ [بحمداللہ کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں]

ڈاکٹر ابو جابر **عبداللہ دامانوی**
(یکم محرم الحرام ۱۴۱۱ھ)

مقدمہ

ہمارے امام اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنت رفع الیدین کے خلاف اس پرفتن دور میں بعض ''اہل الرائے والاہواء'' نے چند کتابچے اور کتابیں لکھی ہیں۔ بے شمار دسیسہ کاریوں، شعبدہ بازیوں اور مغالطہ دہیوں کے علاوہ انھوں نے صحیحین اور محدثین کا مرتبہ وعزت گھٹانے کی نامسعود اور قابلِ مذمت کوشش بھی کی ہے حالانکہ ان کی یہ ساری کوششیں مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور فضول ہیں۔

(دیوبندیوں اور بریلویوں کے معتمد علیہ) شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان کی تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے، جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' [حجۃ اللہ البالغہ ص۲۴۲ مترجم: مولوی عبدالحق حقانی]

مگر کسے معلوم تھا کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے بدعتی صحیحین (بخاری ومسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھا دھند حملے کریں گے۔

مثلاً سرفراز صفدر صاحب دیوبندی (حیاتی) نے صحیحین کے بعض درج ذیل راویوں پر عملِ جراحی چلایا ہے:

	نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	سرفراز صفدر کی کتاب
1-	مکحول	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۶/۲)
2-	العلاء بن الحارث	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)
3-	ولید بن مسلم	صحیح بخاری وصحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)

4-	سعید بن عامر	صحیح بخاری وصحیح مسلم	احسن الکلام (۱۳۲/۲)
5-	العلاء بن عبدالرحمٰن	صحیح مسلم	احسن الکلام (۲۴۰/۱)

تفصیل کے لیے مولانا ارشادالحق اثری کی مایۂ ناز کتاب ''توضیح الکلام'' کا مطالعہ کریں۔ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے بھی صحیحین کے راویوں پر تیشہ چلایا ہے۔ مثلاً:

نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	حبیب اللہ ڈیروی کی کتاب
1- ابن جریج	بخاری ومسلم	نورالصباح مقدمہ (ص ۱۸)
2- ولید بن مسلم	بخاری ومسلم	نورالصباح (ص ۱۸۱)
3- یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری	بخاری ومسلم	نورالصباح (ص ۲۲۱)

یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں میں صحیحین کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے مگر چاند کی طرف تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ ان شاء اللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔

صحیح بخاری کی اُمتِ اسلامیہ میں جو پذیرائی ہوئی اس کا اندازہ ترجمان دیوبند ''القاسم'' کے درج ذیل بیان سے بھی صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے:

''صحیح بخاری عجیب شان کی کتاب ہے اور اسے اللہ نے عجیب وغریب مقبولیت بخشی ہے۔ ہر عالم و عامی قرآن کے بعد جب نظر اٹھاتا ہے تو صحیح بخاری پر سب سے پہلے نظر پڑتی ہے۔ تقریباً ایک ہزار سال سے دنیا (ئے) اسلام میں اس کتاب کو کتاب اللہ کے بعد جو فوقیت اور مرجعیت حاصل رہی ہے اس کی وجہ سے اس کی بھاری بھرکم حیثیت اور اس کے مؤلف کی عظیم شخصیت اسلامی تاریخ پر چھا گئی۔''
[القاسم اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۳۳ بحوالہ اللمحات ج ۱ ص ۳۲]

اور مزید لکھتے ہیں:

''امام بخاری کی دینی خدمت، علمی ثقاہت اور شان وجلالت کی بدولت ان کی شخصیت ایک ایسا مرعوب کن تاریخی باب بن گئی جس کی سلوٹوں میں بہت سی اہم

علمی و دینی خدمات کا طول وعرض اور متعدد جلیل القدر شخصیتوں کا قد و قامت دبا ہوا محسوس ہوتا ہے۔''

[القاسم شمارہ مذکورہ بحوالہ اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات ج ۱ ص ۳۲، ۳۳]

یہ ایک مخالف کا اعتراف حقیقت ہے، ظاہر ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے خلاف ان بدعتیوں کا لکھنا خود ان کی شرمندگی اور جگ ہنسائی کا باعث بن رہا ہے۔

انوار الباری کے غالی مصنف (جو ماشاء اللہ دیوبندی ہیں) اپنی کتاب کی جلد ۲ کے صفحہ ۵۲ پر اعتراف کرتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند و برتر ہے کہ ہم نے یا ہم سے قبل دوسروں نے ان پر یا ان کی ''صحیح بخاری'' و دیگر تالیفات پر جتنا نقد کیا ہے اگر اس سے دس بیس گنا مزید بھی تنقید کی جائے تو اس تمام سے بھی امام بخاری کی بلند شخصیت یا صحیح بخاری کی عظمت مجروح نہیں ہوسکتی۔''

[بحوالہ شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۴۸]

عرض ہے کہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب (حیاتی دیوبندی) نے اپنے پیش رووں کی کورانہ تقلید میں کچھ زیادہ ہی سرگرمی دکھائی ہے۔ ان کی کتاب ''نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح'' اس سلسلے میں میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کا مدلل اور مسکت جواب حکیم محمود سلفی صاحب نے ''شمس الضحیٰ'' نامی کتاب میں دے دیا ہے جس میں انھوں نے ڈیروی صاحب کی چیرہ دستیاں اور مغالطات قارئین کرام کے سامنے بے نقاب کر دیئے ہیں تا کہ عام لوگوں پر اس ادیب کی حقیقت واضح ہو جائے۔

چونکہ رفع الیدین کے مسئلہ پر میری یہ کتاب ایک مستقل تصنیف ہے جس میں جمہور محدثین کی تحقیقات کے مطابق اس مسئلے کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا گیا ہے لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں مختصراً ڈیروی صاحب کے چند مغالطات اور کذب بیانیوں کا جائزہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے تا کہ جو زندہ رہے وہ دلیل

دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔

1- پہلا مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: لَهٗ اَوْهَامٌ (تقریب) اس کی روایتوں میں غلطیاں ہیں اور علامہ ذہبیؒ میزان ص۳۲ ج۳ میں فرماتے ہیں: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔''

[نور الصباح، مقدمہ طبع دوم ص۱۹ بترقیمی، نمبر۱۵]

جواب: یہ سارا بیان غلط ہے۔

① عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

② حافظ ابن حجر کی بات آدھی نقل کی گئی ہے، ان کا پورا کلام آگے آ رہا ہے۔ اوہام سے کون پاک ہے؟ اس روایت میں ان کا وہم ثابت کریں تو اور بات ہے ورنہ صرف لہ اَوہام کی وجہ سے ایک صدوق راوی کی روایت کو کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے؟

③ امام ذہبی نے عثمان مذکور کو لیس بالقوی نہیں کہا بلکہ میزان کے بعض نسخوں میں ہے کہ ابوعمر نے کہا ہے (ج۳ ص۳۲) یہ ابوعمر (یہاں) غیر متعین ہے اور اس عبارت کی صحت بھی مشکوک ہے۔ تیسرے یہ کہ القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

عثمان بن الحکم الجذامی المصری کو امام احمد بن صالح المصری نے ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب ۱۰۲/۷) ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا کہ وہ فقیہ اور متدین تھا (ایضاً) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (کتاب الثقات ۴۵۲/۸) ابن ابی مریم نے کہا: کان من خیار الناس (صحیح ابن خزیمہ ۳۴۵/۱) ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا۔ (ایضاً) (نیز دیکھیں لسان المیزان ۲۲۷/۱) ابن حجر نے کہا: **صدوق له أوهام** (التقریب ص۲۳۳)

ان کے مقابلے میں ابوحاتم نے فرما: لَيْسَ بِالْمَتِيْنِ ، لَيْسَ بِالمتقِنِ

[تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال] ابوعمر نے کہا: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ [میزان الاعتدال ۳۲/۳]

معلوم ہوا کہ عثمان بن الحکم جمہور کے نزدیک ثقہ اور صدوق ہے لہٰذا اسے خود بخود بغیر قوی دلیل کے ضعیف قرار دینا علم وانصاف کا خون کر دینے کے مترادف ہے۔ یاد رہے کہ عثمان مذکور حدیث ابی ہریرہ میں منفرد نہیں بلکہ یحییٰ بن ایوب نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔

2- دوسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے کہ

''حضرت امام شافعی جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کے لیے پہنچے تو وہاں نمازوں میں رفع الیدین چھوڑ دیا تھا کسی نے امام شافعیؒ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اس قبر والے سے حیا آتی ہے۔'' [نورالصباح ص۲۹]

جواب: یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔ شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ شاہ رفیع الدین اور امام شافعی کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

ڈیروی صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس واقعہ کی مکمل اور مفصل سند پیش کریں تاکہ راویوں کا صدق وکذب معلوم ہو جائے۔ اسناد دین میں سے ہیں اور بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔

[بحمداللہ ابھی تک ڈیروی صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے اس واقعہ کی سند پیش نہیں کی ہے (۱۴۲۰ھ) جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس من گھڑت واقعہ کی ان لوگوں کے پاس کوئی سند موجود نہیں ہے۔ ۱۴۲۷ھ!]

3- تیسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:

''حضرت امام ابوحنیفہ.....رفع الیدین کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لسان المیزان ج ۲ ص۳۲۲ میں لکھتے ہیں: قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومقاتل کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں رفع الیدین کرتا رہا۔ جب امام ابوحنیفہؒ نے سلام پھیرا تو کہا کہ اے ابومقاتل شاید کہ تو پنکھے والوں سے ہے'' [نورالصباح ص۳۱]

جواب: آپ لسان المیزان کا مذکورہ صفحہ نکالیں، وہاں لکھا ہے کہ قتیبہ نے اس قصہ کے راوی ابومقاتل کو بہت کمزور قرار دیا ہے۔ابن مہدی نے کذاب کہا، حافظ سلیمانی نے کہا: یہ حدیث بناتا تھا، وکیع نے اسے کذاب کہا، ابوسعید النقاش اور الحاکم نے کہا: اس نے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔[لسان المیزان ۳۲۲/۲، ۳۲۳ ملخصاً]

قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ ایک کذاب و وضاع کی روایت پر ڈیروی صاحب اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھ رہے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

دوسرے یہ کہ اس عبارت سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ امام صاحب نے ابومقاتل کو رفع الیدین سے منع کیا تھا۔

4- چوتھا مغالطہ

مزید لکھتے ہیں:

''حضرت امام شعبیؒ بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے.......... **عن اشعث عن الشعبی........**'' [کتاب ڈیروی ص۴۵]

جواب: اشعث سے مراد اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے۔

دلیل: وہ عامر الشعبی کا شاگرد ہے۔ [تہذیب الکمال للمزی ۲۶۵/۳ ط]

اشعث بن سوار مختلف فیہ راوی ہے۔اسے درج ذیل ائمۂ حدیث نے ضعیف اور مجروح قرار دیا:

(۱) احمد بن حنبل (۲) ابوزرعہ (۳) نسائی (۴) دارقطنی (۵) ابن حبان

(٦) ابن سعد (٧) العجلی (٨) عثمان بن ابی شیبہ (٩) بندار (١٠) اور ابوداود وغیرہم
ابن معین نے ایک دفعہ ثقہ اور دوسری دفعہ ضعیف کہا لہٰذا ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔ [ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ا ص ٣٠٨، ٣٠٩]

صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعۃً ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں فیصلہ کیا ہے کہ (اشعث بن سوار) ضعیف ہے۔

5- آٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''حضرت اسود بن یزیدؒ التابعی اور حضرت علقمہ التابعی دونوں ترک رفع الیدین کرتے تھے۔'' [کتاب ڈیروی ص ٧٤ طبع دوم ١٤٠٦ھ]

جواب: اس کی سند ڈیروی صاحب نے اس طرح لکھی ہے:

''عن جابر عن الاسود وعلقمة....''

جابر سے مراد جابر بن یزید الجعفی الکوفی ہے۔

دلیل: جابر جعفی شریک بن عبداللہ کا استاد ہے۔ [تہذیب الکمال ٤/ ٤٦٦ ط]

اور یہ روایت اس سے شریک نے بیان کی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ١/ ٢٣٧]

جابر جعفی مختلف فیہ راوی ہے۔ بعض نے اس کی توثیق کی ہے۔ زائدہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ جھوٹا تھا اور رجعت علی پر ایمان رکھتا تھا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ نسائی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ جوز جانی نے کہا: کذاب ہے۔ زائدہ نے مزید بتایا کہ رافضی تھا اور اصحاب النبی ﷺ کو گالیاں دیتا تھا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) سعید بن جبیر تابعی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ احمد بن خداش نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ جھوٹ بولتا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ سبائی تھا (عبداللہ بن سبا یہودی کا ایجنٹ تھا)
[ملخصاً من تہذیب التہذیب ٢/ ٤١۔ ٤٤]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: ''**ضعيف رافضي**'' یہ ضعیف (اور) رافضی ہے۔

[تقریب التہذیب:۸۷۸]

اس ضعیف وکذاب ومدلس رافضی کی روایت سے ڈیروی صاحب استدلال کررہے ہیں۔کیا یہ کذب نوازی نہیں ہے؟

6- چھٹا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:''حضرت امام حسن بن زیادؒ اور حضرت امام زفرؒ بھی رفع الیدین نہ کرتے تھے۔'' [نورالصباح ص۳۳]

جناب ڈیروی صاحب کے (ممدوح) ''حضرت الامام'' (حسن بن زیاد اللؤلؤی) کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

حسن بن زیاد اللؤلؤی

ابن معین نے کہا: کذاب ہے۔محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا: ابن جریج پر جھوٹ بولتا ہے۔ابوداود نے کہا: کذاب غیر ثقہ ہے۔محمد بن رافع النیسابوری نے کہا: یہ شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔حسن الحلوانی نے بتایا کہ میں نے اسے دیکھا اس نے سجدہ کی حالت میں ایک لڑکے کا بوسہ لیا۔ابوثور نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا، نماز کی حالت میں وہ ایک نوعمر لڑکے جس کی داڑھی مونچھ نہیں تھی، کے رخسار پر ہاتھ پھیرتا تھا۔یزید بن ہارون نے تعجب سے کہا: کیا یہ مسلمان ہے؟ اسامہ اسے خبیث کہتے تھے۔یعقوب بن سفیان، عقیلی اور الساجی نے کہا: کذاب ہے۔

[ملخصاً من لسان المیزان ۲/۲۰۸، ۲۰۹]

ایسا گندا شخص ڈیروی صاحب کا ''حضرت امام'' ہے۔

[تنبیہ: حسن بن زیاد اللؤلؤی کے بارے میں تفصیلی اور تحقیقی مضمون کے لیے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۶ ص۳۰ تا ۳۷ نصب العماد فی تحقیق الحسن بن زیاد]

7- ساتواں مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ہیثم بن عدیؒ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے

[دیکھئے البدایہ والنہایہ ج۸ص۶۸] '' [نورالصباح ص:۲۰۷]

جواب:

ڈیروی صاحب کے امام ہیثم بن عدی کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

ہیثم بن عدی

بخاری نے کہا: لَیْسَ بِثِقَةٍ کَانَ یَکْذِبُ۔ ابوداود نے کہا: **کذاب**۔ نسائی وغیرہ نے کہا: **متروك الحديث**۔ [میزان الاعتدال ۳۲۴/۴]

العجلی نے کہا: کذاب ہے، میں نے اسے دیکھا ہے۔ ابوحاتم نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ الساجی نے کہا: وہ جھوٹ بولتا تھا۔ [لسان المیزان ۲۵۳/۶ ط دارالفکر بیروت]

حافظ ہیثمی نے کہا: **کذاب**۔ [مجمع الزوائد ۱۰/۱۰]

غرض اس کذاب شخص کو ڈیروی صاحب نے اپنا امام قرار دیا ہے۔

تنبیہ: ہیثم بن عدی کے قول کو حافظ ابن کثیر نے '' **زعم** '' کہہ کر ذکر کیا ہے اور "**وهٰذا غريب**" کہہ کر اس کے غلط و باطل ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

[البدایہ والنہایہ ۷۰/۸]

8- آٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے:

''ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زنا کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ وغیرہ) ایسے راوی کی روایت کو عبدالرشید انصاری نے

الرسائل میں بار بار لکھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: دیکھئے الرسائل...'' [نورالصباح، مقدمہ ص ۱۸ بترقیمی]

جواب:

ڈیروی صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

'' رفع الیدین کے چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں۔ حضرت عطا بن ابی رباح کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ **عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ اِبْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءِ**...... ابن جریج فرماتے ہیں...''

معلوم ہوا کہ خود ڈیروی صاحب مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ایک راوی پر سخت جرح کرتے ہیں اور پھر اسی کی روایت کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ اس پر طُرہ یہ کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھتے ہیں:

'' اس کی سند میں ابن جریج راوی واقع ہے جو کہ ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے.....''

لہٰذا عبدالرشید انصاری (صاحب) بے چارے پر الزام تراشی کس لیے ہے؟

ابن جریج صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ ابن معین، ابن سعد، ابن حبان اور العجلی نے کہا: ثقہ ہے، احمد بن حنبل وغیرہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ [التہذیب ۶/ ۳۵۷ تا ۳۶۰]

حافظ ذہبی نے کہا: **ثقة حافظ** ۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/ ۳۳۲]

رہا متعہ کا مسئلہ تو یہ کئی لحاظ سے مردود ہے:

① اس کی مکمل سند پیش کی جائے۔

② حافظ ذہبی سے ابن جریج تک سند نامعلوم ہے۔

③ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو اسے ابن جریج کی اجتہادی غلطی تصور کیا جائے گا۔

سیدنا ابن عباس سے بھی متعہ کا جواز مروی ہے اور اکابر صحابہ نے ان پر اس مسئلہ میں

سخت تنقید کی ہے۔ [تفصیل کے لیے صحیح مسلم مع شرح النووی ۹/۱۸۴، ۱۸۸، ۱۹۰ کا مطالعہ کریں۔]

یاد رہے کہ متعہ حرام ہے اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک حرام قرار دیا ہے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہر شخص کا فتویٰ مردود ہے۔

[④ اگر بطورِ تنزل ابن جریج سے اس مسئلہ کو ثابت بھی مان لیا جائے تو بقول حافظ ابن حجر، صحیح ابی عوانہ میں ابن جریج کا رجوع کرنا ثابت ہے۔

[فتح الباری ج۹ ص۱۷۳ التلخیص الحبیر ۳/۱۶۰]

رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈا جاری رکھنا دیوبندیوں کی کس عدالت کا انصاف ہے؟]

تنبیہ: تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں ''زنا'' کا لفظ بالکل نہیں ہے۔ یہ لفظ ڈیروی صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر بڑھا دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء میں حافظ ذہبی نے ''تزوج'' (نکاح کیا) کے الفاظ لکھے ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۱]

9- نواں مغالطہ

ڈیروی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مثلاً مسند ابی حنیفہ ج ا ص ۳۵۵ میں جو روایت آئی ہے اس میں بھی عاصم بن کلیب ؒ نہیں بلکہ اس کی سند اس طرح ہے۔'' **ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود ان عبدالله ابن مسعود ۔۔۔الخ''**

[نورالصباح ص۷۹]

جواب

مسند ابی حنیفہ محمد بن محمود الخوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) کی جمع کردہ ہے۔ الخوارزمی کی عدالت وثقاہت نامعلوم ہے۔ اس نے یہ روایت ابو محمد البخاری عن رجاء بن عبداللہ النہشلی عن شقیق بن ابراہیم عن ابی حنیفۃ کی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ [ج ا ص ۳۵۵]

ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری (متوفی ۳۴۰ھ) کا تعارف

یہ شخص وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

[ملاحظہ فرمائیں الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث لبرہان الدین الحلبی ص ۲۴۸]

ابواحمد الحافظ اور امام حاکم نے بتایا کہ وہ حدیث بناتا تھا۔

[کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۵۴، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸ ح ۳۸۸ وسندہ صحیح]

ابوسعید الرواس نے کہا: اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

احمد السلیمانی کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سند اور متن دونوں گھڑتا تھا۔ ابوزرعہ احمد بن الحسین الرازی نے کہا ضعیف ہے۔ خلیلی نے اسے کمزور اور مدلس قرار دیا ہے۔ خطیب نے بھی جرح کی ہے۔ [دیکھئے لسان المیزان ۳/۳۴۸، ۳۴۹]

کسی نے بھی اس شخص کی توثیق نہیں کی لہٰذا ایسے شخص کی تمام روایات موضوعات اور مردود ہیں۔ حافظ ذہبی دیوان الضعفاء والمتروکین میں ابومحمد الحارثی کو ذکر کر کے لکھتے ہیں: ''**یأتي بعجائب واهية**'' وہ عجیب (اور) کمزور روایتیں لاتا ہے۔ [ص ۱۷۶ رقم ۲۲۹۷]

اس کا استاد رجاء النہشلی نامعلوم ہے اور شقیق بن ابراہیم بھی متکلم فیہ ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: **لا يحتج به**۔ [دیوان الضعفاء ص ۱۴۵ رقم ۱۸۹۶]

خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: میری تحقیق کے مطابق ''**جامع المسانيد**'' میں الخوارزمی سے امام ابوحنیفہ تک ایک روایت بھی باسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے، جسے اس بات سے اختلاف ہے۔ وہ صرف ایک سند ہی پیش کر دے جو جمہور کے نزدیک صحیح یا حسن ہو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم [۱۴۱۰ھ]

[ابھی تک کسی شخص نے ایک بھی صحیح سند پیش نہیں کی۔ ۱۴۲۰ھ والحمدللہ۔ ۱۴۲۷ھ!]

10- دسواں مغالطہ

ڈیروی صاحب آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محمد بن ابی لیلیٰ ۔۔۔ پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہے۔'' [ص۱۶۴]

جواب: آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے (ص۸۹) کہ ابن ابی لیلیٰ کو اکتیس (۳۱) سے زیادہ محدثین وعلماء نے ضعیف وغیرہ قرار دیا ہے اور صرف سات (۷) سے اس کی توثیق ملتی ہے۔ اکتیس (۳۱) کی بات جمہور ہے یا سات (۷) کی؟

محمد بن طاہر المقدسی فرماتے ہیں: اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔
[تذکرۃ الموضوعات ص۲۴،۹۰]

غالبًا یہ اجماع المقدسی کے زمانے میں ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم

انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا:

''**فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور**''

(ابن ابی لیلیٰ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)
[فیض الباری ج۳ ص۱۶۸]

آپ فیصلہ کریں کہ کاشمیری صاحب کی بات سچ ہے یا ڈیروی صاحب کا دعویٰ جمہوریت جھوٹ ہے؟

بوصیری نے کہا: ''**هو محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلىٰ ضعفه الجمهور**''
وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [زوائد ابن ماجہ: ۸۵۴]

11- گیارہواں مغالطہ

صفحہ ۱۸۰ پر ڈیروی صاحب نے سوار بن مصعب کی ایک روایت پیش کی ہے اور لکھا ہے:

''غیر مقلدین حضرات کے محمد بن اسحاق کذاب اور دجال کی روایت سے تو کسی طرح یہ کم نہیں ہے۔''

جواب: سب سے پہلے سوار بن مصعب کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

یحییٰ نے کہا: لَيْسَ بِشَيْءٍ۔ بخاری نے کہا: **منكر الحديث**۔ (کہا جاتا ہے کہ) ابوداود نے کہا: **ليس بثقة**۔ نسائی وغیرہ نے کہا: **متروك الحديث**۔ [میزان الاعتدال ۲/۲۴۶]

احمد بن حنبل، ابوحاتم اور ابونعیم اصبہانی نے کہا: متروك الحديث۔
[لسان المیزان ۱۵۴/۳، کتاب الضعفاء لابی نعیم رقم:۹۴]

ابوعبداللہ الحاکم نے بتایا کہ اس نے عطیہ بن سعد سے موضوعات بیان کی ہیں اور وہ متروك الحديث بمرة یعنی بالکل متروک الحدیث ہے۔ [المدخل للحاکم ص ۱۴۶ رقم ۷۸]

اس کی یہ روایت بھی عطیہ سے ہے لہذا موضوع ہے۔

ابن عدی نے کہا: هو ضعيف۔ [لسان المیزان ۱۵۴/۳]

دارقطنی نے کہا: متروك الحديث۔ [کتاب الضعفاء والمتروکین لابن جوزی ۳۱/۲]

ہیثمی نے کہا: متروك۔ [مجمع الزوائد ۱۶۳/۱]

حافظ ابن حبان نے فرمایا: كان ممن يأتي بالمناكير عن المشاهير حتٰى يسبق (إلى) القلب أنه كان المتعمد لها " [المجروحین ۳۵۶/۱]

اسے کسی نے بھی ثقہ یا صدوق وغیرہ نہیں کہا لہذا وہ بالا جماع ضعیف ومتروک ہے۔
اس کے برعکس امام محمد بن اسحٰق بن یسار التابعی رحمہ اللہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ انھیں درج ذیل علماء نے ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) زہری (۴) ابن مبارک (۵) شعبہ (۶) علی بن المدینی (۷) احمد (۸) یحیٰی بن معین (۹) ابن حبان (۱۰) العجلی (۱۱) الذہلی (۱۲) البوشنجی (۱۳) الحاکم (۱۴) ابن خزیمہ (۱۵) ابوزرعہ الرازی (۱۶) ابن البرقی (۱۷) ابوزرعہ الدمشقی (۱۸) ابن عدی (۱۹) ابن سعد (۲۰) الخلیلی (۲۱) ابن نمیر (۲۲) الترمذی (۲۳) البیہقی (۲۴) الخطابی (۲۵) ابن حزم (۲۶) المنذری (۲۷) الذہبی (۲۸) محمد بن نصر الفراء (۲۹) ابن قیم (۳۰) السبکی (۳۱) الہیثمی (۳۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (۳۳) ابن حجر مکی [مبتدع] (۳۴) خفاجی (۳۵) ابن علان (۳۶) السخاوی (۳۷) ابن کثیر (۳۸) القرطبی (۳۹) شوکانی (۴۰) نواب صدیق حسن خاں (۴۱) احمد شاکر (۴۲) عبدالرحمٰن مبارک پوری (۴۳) شمس الحق عظیم آبادی (۴۴) بشیر احمد سہسوانی (۴۵) ابن ہمام حنفی (۴۶) عینی حنفی

(۴۷)زیلعی حنفی (۴۸)ملاعلی قاری حنفی (۴۹)عبدالحیٔ لکھنوی حنفی (۵۰)سلام اللہ حنفی (۵۱)شارح منیہ (۵۲)امیر علی حنفی (۵۳) نیموی حنفی (۵۴)انور شاہ کاشمیری دیوبندی (۵۵)محمد یوسف بنوری دیوبندی(۵۶)محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی(۵۷)ظفر احمد عثمانی دیوبندی(۵۷)خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی(۵۹) کوثری (۶۰)ابوغدہ الکوثری
[تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''توضیح الکلام'' ج ا ص ۲۶۵ تا ۲۹۳]

ان کے علاوہ:

(۶۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ(۶۲)ابن خلکان(۶۳)السیوطی(۶۴)السہیلی (۶۵)نور محمد ملتانی (۶۶)ابن عبدالبر(۶۷)احمد رضا خاں بریلوی (۶۸)اورمحمد حسن وغیرہ نے بھی اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ [حوالہ مذکورہ](۶۹)طحاوی حنفی نے معانی الآ ثار میں اس کی ایک حدیث کے بارے میں ''**فهٰذا حديث متصل الإسناد صحيح** '' کہا ہے۔[شرح معانی الآ ثار ج ۲ ص ۲۰۸ کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ ﷺ مکۃ عنوۃ، دوسرانسخہ ۲۲/۳] (۷۰)

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے بھی تبلیغی نصاب، فضائل ذکر صفحہ ۵۹۵/۱۱۷ پر محمد بن اسحاق کو ''**ثقة مدلس**''تسلیم کیا ہے۔

[توضیح الکلام طبع جدید چورانوے (۹۴) علماء کے نام باحوالہ لکھے ہوئے ہیں جن سے محمد بن اسحاق کی توثیق وتعریف مروی ہے۔]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق کو جمہور علماء ثقہ وصدوق قرار دیتے ہیں۔
علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

'' **وابن إسحاق الأكثر علٰى توثيقه و ممن و ثقه البخاري**''

ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ کہا ہے اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔
[نصب الرایہ ۷/۴]

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ''**إن ابن إسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور** ''
کہ جمہور کے نزدیک ابن اسحاق بڑے ثقات میں سے ہیں۔[عمدۃ القاری ۲۷۰/۷]

محمد ادریس کاندہلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔'' [سیرت المصطفیٰ ج۱ص۷٦]

علامہ سہیلی فرماتے ہیں: ''ثبت فی الحدیث عند أکثر العلماء ''

اکثر علماء کے نزدیک وہ حدیث میں ثبت (ثقہ) ہیں۔ [الروض الانف ج۱ص۴]

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے: '' کان ثبتاً فی الحدیث عند أکثر العلماء''

یعنی وہ حدیث میں اکثر علماء کے نزدیک ثبت (ثقہ) ہیں۔ [وفیات الاعیان ۶۱۲/۱]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

'' و ابن إسحاق إذا قال حدثني فهو ثقة عند أهل الحديث ''

اور ابن اسحٰق اگر سماع کی تصریح کریں تو وہ اہل الحدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔

[فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳۳ص ۸۵]

اور مزید لکھتے ہیں:

'' إذا قال حدثني فحديثه صحيح عند أهل الحديث ''

وہ سماع کی تصریح کرے تو اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳۳ص ۸٦] (ملخصاً من توضیح الکلام)

غرض جمہور علماء محمد بن اسحاق کو ثقہ کہتے ہیں مگر سرفراز صفدر اینڈ پارٹی برابر '' کذاب '' ''کذاب '' کی رٹ لگا رہی ہے۔

تنبیہ: فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کا دارومدار محمد بن اسحاق پر ہرگز نہیں ہے۔ دیگر بہت سی صحیح احادیث اس مسئلہ پر نص قطعی ہیں۔ مثلاً ابوقلابہ تابعی کی حدیث عن انس (اس کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے) اور محمد بن ابی عائشہ التابعی عن رجل من اصحاب النبی ﷺ (اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے) نافع بن محمود التابعی جو کہ ثقہ عند الجمہور ہیں، کی حدیث (اکثر محدثین کی شرط پر صحیح یا حسن ہے) وغیرہ

تفصیل کے لیے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی لاجواب کتاب '' توضیح الکلام

فی وجوب القراءۃ خلف الامام' جلد اول اور راقم الحروف کی کتاب ''الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریۃ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

مختصر یہ کہ ڈیروی صاحب نے اپنی اس کتاب میں علم و انصاف کا خون کیا ہے۔

اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۴ پر ڈیروی صاحب نے باب باندھا ہے:

''حضرت امام بخاری کی بے چینی''

اور پھر امام المحدثین و امام الفقہاء: بخاری رحمہ اللہ پر اپنی جہالت کی وجہ سے تنقید کی ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے عبداللہ بن ادریس کی روایت کو سفیان ثوری کی روایت پر کئی وجہ سے ترجیح دی ہے:

1- سفیان ثوری مدلس ہیں اور ابن ادریس مدلس نہیں ہیں۔
2- ابن ادریس بالاجماع ثقہ ہیں۔
3- ایک جماعت ان کی متابع ہے۔
4- ابن ادریس کی روایت کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔
5- ثوری کی روایت کو جمہور علماء نے ضعیف و معلول قرار دیا ہے۔
6- بعض علماء نے بتایا ہے کہ ثوری کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔

آپ فیصلہ کریں کہ ان وجوہات کی روشنی میں اگر ابن ادریس کی روایت کو ثوری کی روایت پر ترجیح دی جائے تو کون سے قاعدے کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

محمد بن جابر کے مقابلے میں امام بخاری نے سفیان ثوری کی روایت کو جو ترجیح دی ہے تو اس کی بھی کئی وجوہ ہیں:

1- ثوری ثقہ مدلس ہیں جب کہ محمد بن جابر ضعیف متروک اور مختلط ہے۔
2- محمد بن جابر کی اس روایت پر دیگر محدثین نے بھی سخت جرح کی ہے۔
3- ثوری کی معنوی متابعت حفص، مغیرہ اور حصین وغیرہ نے بھی کی ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۶ وغیرہ]

لہٰذا امام بخاری کا فیصلہ بالکل صحیح ہے مگر ڈیروی صاحب کی بے چینی نا قابل فہم ہے۔

جو شخص اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۴ پر حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث کہتا ہو اور اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ پر اسی حجاج بن ارطاۃ کی روایت کو پیش کر کے اسے ''صحیح حدیث'' قرار دیتا ہو علمی دنیا میں اس کا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

[یاد رہے کہ مسند احمد (۴/۳) میں اس کے بعد والی جو روایت ہے اس کا حجاج کی حدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ تشہد کے بارے میں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۸۷ رقم ۸۷۹ میں سفیان کی یہ روایت موجود ہے جس میں ''یدعو فی الصلوٰۃ ھٰکذا'' کے الفاظ ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے زیاد بن سعد سے صرف یہی ایک روایت یاد رکھی ہے جو تشہد کے بارے میں ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیں مجمع الزوائد ۲/۱۰۱]

غیر جانب دارانہ تحقیق

قارئین کرام! اس کتاب (نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین) میں ''اصول'' کو سختی کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ راویوں کی توثیق و تضعیف اور کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف میں جمہور محدثین کی تحقیقات کو لازمی ترجیح دی گئی ہے۔ جو روایت جمہور علمائے مسلمین کی تحقیق کے مطابق صحیح یا حسن ہے اسے صحیح یا حسن تسلیم کر کے استدلال کیا گیا ہے اور جو روایت علمائے مسلمین کے نزدیک ضعیف و منکر وغیرہ ہے اسے ضعیف و منکر وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا گیا ہے۔ اسماء الرجال کے میدان میں خواہشاتِ نفسانیہ کو مدنظر بالکل نہیں رکھا گیا۔ مثلاً: رفع الیدین کے حق میں دو روایتوں کو پیش نہیں کیا گیا۔

1- سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

یہ حدیث امام حاکم کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۲۱ پر موجود ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں مگر علت یہ ہے کہ ابو الزبیر اسے جابر رضی اللہ عنہ سے ''عن'' کے ساتھ

روایت کررہے ہیں۔ ابوالزبیر جمہور محدثین کی تحقیق کے مطابق مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔

[اس تحقیق کے کافی عرصہ بعد ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی السراج النیسابوری کی المسند (قلمی مصور) میں ابوالزبیر کے سماع کی تصریح مل گئی۔ص ۲۵ لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے، والحمدللہ۔ (مصنف)]

امام بیہقی جو غالباً ابوالزبیر کو مدلس تسلیم نہیں کرتے ،ابوالزبیر کی اس روایت کو ''الخلافیات'' میں ''هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ'' کہتے ہیں۔

امام حاکم بھی ابوالزبیر کا مدلس ہونا تسلیم نہیں کرتے۔[معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۴]

2- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث

یہ حدیث امام ابویعلیٰ الموصلی کی مسند (ج ۶ ص ۴۲۴، ۴۲۵ رقم ۳۷۹۳) میں موجود ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ اس میں علت یہ ہے کہ حمید الطّویل اسے سیدنا انس سے ''عن'' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ حمید الطّویل مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔ بعض علماء حمید کے عنعنہ کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے ابن خزیمہ نے یہ حدیث اپنی ''صحیح'' میں روایت کی ہے۔ [دیکھئے التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۹]

ابن الملقن نے البدر المنیر میں کہا: ''**إسناده صحيح على شرط الشيخين**''

ابن دقیق العید نے الامام میں کہا: ''**رجاله رجال الصحيحين**''

[جلاء العینین للشیخ بدیع الدین راشدی ص ۱۴۱ مع حاشیۃ الشیخ فیض الرحمٰن الثوری رحمہما اللہ تعالیٰ]

بعض لوگوں نے سجدوں میں رفع الیدین کی (ضعیف) روایات پیش کر کے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔

① سجدوں میں باسند صحیح رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔

② ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ رفع الیدین منسوخ ہے بلکہ ہم اس لیے نہیں کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیحین وغیرہما کی صحیح وصریح روایات

سے ثابت ہے۔ رکوع والے رفع الیدین کے خلاف صحیح صریح ایک روایت بھی نہیں ہے۔

③ حافظ ابن حجر نے الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ص۱۵۲ پر اس قیاس کی زبردست تردید کی ہے اور اسے نص کے مقابلے میں فاسد قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ بعض علماء ہر اونچ نیچ (سجدوں) میں بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

حافظ صاحب کا یہ جواب اجماع کے موہوم دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے۔

ابتدائیه

نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانے کو رفع الیدین کہتے ہیں۔ اہل الحدیث (کثر اللہ أمثالھم) اس رفع الیدین کو سیدنا امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی غیر منسوخہ وغیر متروکہ سنت کہتے ہیں اور اس پر ایماناً واحتساباً عامل ہیں حتیٰ کہ ان کے بعض جلیل القدر علماء نے رفع الیدین کو اہل الحدیث کا شعار قرار دیا ہے۔

امام ابواحمد الحاکم (۳۷۸ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "شعار اصحاب الحدیث" ہے۔ اسے مکتبہ ظاہریہ، شام کے مخطوطہ سے شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۴۷ پر امام ابواحمد رفع الیدین کا باب باندھتے ہیں اور رفع الیدین کی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رفع الیدین تمام محدثین (اہل الحدیث) کا شعار ہے۔

امام ابواحمد الحاکم الکبیر کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن احمد بن اسحٰق ہے۔ آپ نیشاپور کے مایۂ ناز فرزند ہیں۔ آپ کی "کتاب الکنیٰ" ہر طرف (علمائے حدیث میں) مشہور ہے۔ آپ کے بارے میں حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"**الإمام الحافظ العلامة الثبت محدث خراسان**"

[سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۷۰]

نیشاپور کے امام ابوعبداللہ الحاکم نے آپ کو "**إمام عصره في هٰذه الصنعة كثير التصانيف مقدم في معرفة شروط الصحيح والأسامي والكنىٰ**" قرار دیا ہے۔ یعنی آپ علم حدیث میں زمانے کے امام تھے۔ بے شمار تصانیف کے مصنف، صحیح حدیث، نام اور کنیتوں کی معرفت میں مقدم تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۷۶]

حافظ ابن الجوزی (۵۱۰۔۵۹۷ھ) نے کہا: ''القاضي إمام عصره في صنعة الحديث '' [المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ۷/۱۴۶]

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) نے ان کو ''إمام كبير و معروف بسعة الحفظ'' کے ساتھ موصوف کیا۔ [لسان المیزان ۵/۷]

مؤرخ ابوالفلاح عبدالحئی بن العماد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے کہا:

''الحافظ الثقة المأمون أحد أئمة الحديث'' [شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ۳/۹۳]

خلاصہ یہ کہ آپ ثقہ، مامون اور عالم کبیر تھے۔

فائدہ: کسی شخص کے ساتھ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ نسبتوں کے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شخص مقلد ہے۔

[تقریرات الرافعی ج ۱ ص ۱۱ پر ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی حسین سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: " لسنا مقلدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه "ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے (اتفاقاً یا اجتہاداً) موافق ہوگئی ہے۔ نیز دیکھئے التحریر والتقریر ج ۳ ص ۴۵۳۔ النافع الکبیر ص ۷]

احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتب پر حنفیوں کا دارومدار ہے۔ ان سے ایک شخص نے کہا: ''ما ظننتك إلا مقلداً ''

میرا گمان یہ تھا کہ آپ مقلد ہیں تو انھوں نے کہا: ''و هل يقلد إلا عصبي ---أو غبي'' تقلید صرف وہی کرتا ہے جو متعصب یا جاہل ہو۔ [لسان المیزان ۱/۲۸۰]

ابومحمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتاب ''نصب الراية لأحاديث الهداية '' کا نام زبان زد عام ہے۔ زیلعی حنفی (المتوفی ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''فالمقلد ذهل والمقلد جهل '' مقلد غافل ہو جاتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے۔ (جاہل ہوتا ہے۔) [نصب الرایۃ ۱/۲۱۹]

عینی حنفی فرماتے ہیں:

”فالمقلد ذهل و المقلد جهل و آفة کل شيء من التقلید “
پس مقلد غافل ہوتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ [البنایۃ فی شرح الہدایۃ ج ا ص ۲۲۲ وفی نسخۃ ص ۳۱۷]
عقل مند کے لیے یہ چند مثالیں ہی کافی ہیں اور جاہل کے لیے دلائل کے انبار بھی ناکافی ہیں۔

رفع الیدین پر کتابیں

اہل حدیث (نوّر الله وجوههم یوم القیامة) اپنی قدیم وجدید سب کتابوں میں رفع الیدین کا اثبات اور سنت ہونا نقل کرتے آئے ہیں۔
شیخ الاسلام، امام الدنیا فی فقہ الحدیث، امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری نے رفع الیدین کے اثبات پر ایک کتاب ”جزء رفع الیدین“ لکھی ہے۔

امام بخاری کا تعارف

آپ کی امامت، عدالت اور ثقاہت پر اہل السنۃ والجماعۃ (اہل حدیث) کا اجماع ہے۔ آپ کی کتاب ”صحیح بخاری“ ساری دنیا میں مشہور ہے۔ آپ کے اساتذہ وتلامذہ سب آپ کی تعریف وثناء میں رطب اللسان تھے۔
[امام ترمذی نے فرمایا: میں نے علل، تاریخ اور معرفتِ اسانید میں محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا اور نہ خراسان میں۔
[کتاب العلل للترمذی مع شرح ابن رجب ۳۲/۱]
امام مسلم نے فرمایا: (اے امام بخاری) آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی بغض کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔
[الارشاد للخلیلی ۹۶۱/۳ وسندہ صحیح]
امام ابن خزیمہ نے فرمایا: میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے زیادہ بڑا حدیث کا عالم نہیں دیکھا۔ [معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۷۴ ح ۱۵۵ وسندہ صحیح]

حافظ ابن حبان نے کہا: آپ لوگوں میں بہترین انسان تھے، آپ نے احادیث جمع کیں، کتابیں لکھیں، سفر کیا اور (احادیث) یاد کیں۔ آپ نے مذاکرہ کیا، اس کی ترغیب دی اور اخبار و آثار یاد کرنے میں بہت زیادہ توجہ دی۔ آپ تاریخ اور لوگوں کے حالات کو خوب جانتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک خفیہ پرہیز گاری اور عبادتِ دائمہ پر قائم رہے۔ رحمہ اللہ
(کتاب الثقات ۹/۱۱۳، ۱۱۴)]

علمائے حدیث کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام بخاری زبردست ثقہ امام اور عظیم بے مثال عالم، فقیہ بلکہ فقیہ گر تھے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ''**وکان إماماً حافظاً رأساً في الفقه والحدیث مجتهداً من أفراد العالم مع الدین والورع والتأله**'' (الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ ۳/۱۸)

[امام بخاری سے جزء رفع الیدین کے راوی محمود بن اسحٰق بن محمود القواس ہیں ان سے دو ثقہ شخص روایت کرتے ہیں۔ (محمود بن اسحاق کا تذکرہ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۵ ص ۸۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی ج ۳ ص ۹۶۸ میں موجود ہے ان کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی رحمہ اللہ)

① احمد بن محمد بن الحسین الرازی (تاریخ بغداد ۱۳/۴۱۱، وفی نسخۃ ۱۳/۴۳۸، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۲۹) خطیب نے کہا: ثقہ حافظ تھے، احمد بن محمد العتیقی نے کہا: ثقہ مامون تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۴۳۵)

② ابونصر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ البخاری الملاحمی [النبلاء ۱۷/۸۶]

حافظ ابن جوزی نے کہا: ''**وکان من أعیان أصحاب الحدیث و حفاظهم**'' (المنتظم ۷/۲۳۰) حافظ ابن کثیر اور ابوالعلاء نے اسے حفاظ میں سے قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایۃ ۱۱/۳۵۸، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۸۷)، حافظ ذہبی نے کہا: ''**وکان ثقة یحفظ و یفهم**'' (العبر فی خبر من غبر ۲/۱۸۷) ابن عماد نے کہا: ''**وکان حافظاً ثقةً**'' (شذرات الذہب ۳/۱۴۵) معلوم ہوا کہ دو ثقہ حافظ محمود بن اسحاق کے شاگرد ہیں اور دو

یا دو سے زیادہ ثقہ (مشہور) راوی اگر کسی سے روایت کریں تو اس کی جہالت عین رفع ہو جاتی ہے۔

[الکفایہ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۸۸، ۸۹ مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۶، اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ص ۹۲ تقریب النووی مع تدریب الراوی ۱/۳۱۷ قواعد فی علوم الحدیث لظفر احمد تھانوی ص ۱۳۰ لسان المیزان ۶/۲۲۶]

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''**ولیس بمجهول من روی عنه ثقتان**''

[اعلاء السنن ۱/۱۱۴]

رہی اس کی جہالت حال تو عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل علم نے اس کی توثیق کی ہے۔ [التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل ۱/۴۷۵]

شیخ معلّمی کی تائید درج ذیل علماء کے اقوال سے ہوتی ہے، جنھوں نے جزء رفع الیدین کو بطور جزم امام بخاری سے منسوب کیا ہے۔

① النووی (المجموع شرح المہذب ۳/۳۹۹)

② ابن حجر (فتح الباری ۲/۱۷۴) وغیرہما

لہٰذا معلوم ہوا کہ

① محمود بن اسحٰق مجہول العین نہیں ہے۔

② علماء کا جزء رفع الیدین کو بطور جزم بخاری کی تصنیف قرار دینا اس کی توثیق ہے۔

③ کسی امام نے بھی اسے مجہول یا ضعیف نہیں کہا ہے۔

④ حافظ ابن حجر نے محمود بن اسحٰق کی سند سے ایک روایت نقل کر کے اسے ''حسن'' کہا ہے۔ [موافقۃ الخبر الخبر ج ۱ ص ۴۱۷]

لہٰذا محمود مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق ہے۔]

⑤ احمد بن علی بن عمرو السلیمانی نے بھی محمود بن اسحاق سے روایت کی ہے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۰۳۶ ت ۹۶۰) لہٰذا معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق کے تین شاگرد ہیں۔

والحمدللہ

امام ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی (متوفی ۲۹۴ھ) نے چار جلدوں میں ایک کتاب ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' لکھی ہے۔
[ذکرہ الصفدی فی الوافی ۱۱۱/۵، کذا فی مقدمۃ ''اختلاف العلماء'' ص ۱۵ نیز ملاحظہ فرمائیں: التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید لابن عبدالبر ۲۱۳/۹، والاستذکار ۱۲۵/۲، مختصر قیام اللیل ص ۸۸]

محدث ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار البصری صاحب المسند الکبیر المعلل (متوفی ۲۹۲ھ) نے مسئلہ رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔
[التحبیر فی المعجم الکبیر لابی سعد السمعانی ۱۷۹/۱۔۱۸۲ بحوالہ جلاء العینین لابی محمد السندھی ص ۸ وراجع الاستذکار ۱۲۵/۲]

حافظ ابونعیم الاصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے بھی رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔
[ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۰۶]

تقی الدین السبکی کا جزء رفع الیدین مطبوعہ ہے۔ [نیز ملاحظہ فرمائیں طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۱۴/۶]
حافظ ابن قیم الجوزیہ نے بھی اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے۔
[ذیل طبقات الحنابلہ ۴۵۰/۲ الوافی بالوفیات للصفدی ۲۷۱/۲ الدرر الکامنۃ ۴۰۲/۳ البدر الطالع ۱۴۴/۲، کشف الظنون ۹۱۱/۱]

خلاصہ یہ کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے رفع الیدین کے اثبات میں متعدد کتابیں اور رسالے تصنیف کیے ہیں۔ کسی نے بھی رفع الیدین کے خلاف یا انکار میں کوئی کتاب یا رسالہ نہیں لکھا۔

بعض جہمیہ، مرجئہ اور اہل الرائے نے عصر جدید میں رفع الیدین کی سنت کے خلاف بعض رسالے یا کتابیں لکھ ماری ہیں مگر بحمداللہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ (اور دیگر علماء) ان کی تدلیسات واغلوطات سے مسلسل پردہ اٹھا رہے ہیں۔

مثلاً شیخ الاسلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی ''التحقیق الراسخ فی ان الاحادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ'' ''المعروف'' مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر'' مولانا عبداللہ

روپڑی کی ''رفع الیدین اور آمین'' الاستاذ بدیع الدین الراشدی کی ''جلاء العینین''
مولانا رحمت اللہ ربانی کی ''مسئلہ رفع الیدین مع آمین بالجہر'' حکیم محمود سلفی صاحب کی
''شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی اثبات رفع الیدین بعد الافتتاح'' مولانا خالد گرجاکھی کی
''جزء رفع الیدین'' حافظ عبدالمنان نور پوری کی ''مسئلہ رفع الیدین ، تحریری مناظرہ''
عبدالرشید انصاری صاحب کی ''الرسائل'' اور شیخ مولانا حافظ محمد ایوب صابر صاحب سابق
مدرس مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدرآباد کی ''حصول الفلاح برفع الیدین عند الافتتاح
بعد الافتتاح''، وغیرہ۔

ہم اس کتاب میں اختصار کے ساتھ صحیح احادیث اصول حدیث اور اصول فقہ کی
روشنی میں اس معرکۃ الآراء مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے وہ اصول لکھے جاتے ہیں جن کو اس کتاب میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اصول (۱)

(ہر) خاص (دلیل ہر) عام (دلیل) پر مقدم ہوتی ہے۔ مثلاً مردار عموماً حرام ہے
اور مچھلی خصوصاً حلال ہے لہذا مردار کا عمومی حکم مچھلی کے خاص حکم پر نہیں لگتا۔
[نیز دیکھئے ارشاد الفحول للشوکانی ص ۱۴۳ اور کتب الاصول]

اصول (۲)

عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔ یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ
ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی ہی نہیں جب کہ دیگر آیات یا احادیث سے وہ
بات ثابت ہو۔

ہمارے استاد حافظ عبدالمنان نور پوری فرماتے ہیں: کسی شے کا مذکور و منقول نہ ہونا
اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

اصول (۳)

قرآن (وسنت) کی تخصیص خبر واحد صحیح کے ساتھ جائز ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ)

ائمۂ اربعہ کا یہی مسلک ہے۔ [الاحکام للآمدی ج ۲ ص ۳۴۷ وغیرہ، حاشیۃ البنانی علی جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۷ شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول للقرافی ص:۲۰۸]

اصول (۴)

اثبات نفی پر مقدم ہے۔

بنیادی اصول کا تعارف

1- معیارِ حق

کتاب اللہ اور حدیثِ رسول حجت اور معیارِ حق ہیں بشرطیکہ وہ حدیث مقبول ہو یعنی متواتر یا صحیح یا حسن ہو۔

دلیل: قال اللہ تعالیٰ: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر (اصحابِ اقتدار) کی، پھر جب کسی چیز میں تمھارا تنازعہ (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے ہو، یہی بہتر اور اچھی تفسیر ہے۔ [۴: النسآء: ۵۹] [تفہیم القرآن ج ۱ ص ۳۶۳، ۳۶۶]

اجماع بھی حجت ہے۔

[دیکھئے الرسالہ للشافعی و عام کتبِ اصول و ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱ ص ۴]

2- مقابلہ

اللہ اور رسول کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کتنا ہی بزرگ اور بڑا کیوں نہ ہو۔

3- صحیح حدیث کی تعریف

" أما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذي يتصل إسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط إلى منتها ه و لا يكون شاذاً و لا معللًا ---. فهٰذا هو الحديث الذي يحكم له بالصحة بلا خلاف بين أهل الحديث "

صحیح حدیث وہ حدیث ہوتی ہے جو باسند ہو، عادل ضابط عن عادل ضابط آخر تک متصل ہو، شاذ اور معلول نہ ہو۔ اس حدیث کی صحت کے حکم میں اہل الحدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (اجماع ہے)

[مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص۲۰]

متصل کا مطلب یہ ہے کہ منقطع، معلق، معضل اور مرسل نہ ہو۔

شاذ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سے اوثق یا زیادہ ثقات کے خلاف نہ ہو۔

معلول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علت قادحہ نہ ہو۔

① مختلط کا اختلاط کے بعد روایت بیان کرنا علت قادحہ ہے۔

② مدلس کا عن وغیرہ کے ساتھ بدون تصریح سماع روایت کرنا علت قادحہ ہے۔

③ علل حدیث کے ماہر محدثین کا کسی روایت کو بالاتفاق معلول وضعیف قرار دینا علتِ قادحہ ہے۔

4- ضعیف حدیث کی تعریف

ہر وہ حدیث جس میں صحیح حدیث یا حسن حدیث کی صفات موجود نہ ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہوگی...... اور اس کی اقسام یہ ہیں مثلاً (ضعیف) موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ

[ملخصاً من مقدمۃ ابن الصلاح ص۲۰ طبع ملتان]

5- تصحیح وتضعیف میں ائمۂ محدثین کا اختلاف

اگر کسی روایت کی تصحیح وتضعیف میں ائمۂ محدثین کا اختلاف ہوتو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔

اگر کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں، سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہومگر (تمام محدثین یا) محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف قرار دیا ہوتو اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔

6- جرح وتعدیل میں ائمۂ محدثین کا اختلاف

جس کو ائمۂ محدثین ثقہ یا ضعیف کہیں تو وہ ہمیشہ ثقہ یا ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر ان کا اختلاف ہو اور جرح وتعدیل دونوں مفسر اور متعارض ہوں، تطبیق ممکن نہ ہوتو ائمۂ محدثین (ثقہ، مشہور اور ماہر اہل فن) کی اکثریت کو ہمیشہ اور لامحالہ ترجیح ہوگی۔

① جرح مفسر، تعدیل مبہم پر مقدم ہوگی۔

② تعدیل مفسر، جرح مبہم پر مقدم ہوگی۔

مثال ① دس نے کہا: ''الف'' ثقہ ہے۔

ایک نے کہا: ''الف'' ''ب'' میں ضعیف ہے۔

نتیجہ: ''الف'' ثقہ ہے اور ''ب'' میں ضعیف ہے۔

مثال ② دس نے کہا: ''ج'' ضعیف ہے۔

ایک نے کہا: ''ج'' ''د'' میں ثقہ ہے۔

نتیجہ: ''ج'' ضعیف ہے لیکن ''د'' میں ثقہ ہے۔

③ اگر جرح (مفسر) اور تعدیل (مفسر) باہم برابر ہوں تو جرح مقدم ہوگی۔

7- صحت کتاب

روایات وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی معیار یہ ہے کہ

اولاً: جن کتابوں میں یہ روایات درج ہیں ان کے مصنفین بذات خود ثقہ اور معتبر ہوں۔

[اللمحات ۱/۳۱۷ للشیخ محمد رئیس ندوی]

ثانیاً: ان کتابوں کا مصنفین تک انتساب بالتواتر یا با سند صحیح ہو۔ کتاب کے دیگر نسخوں کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

ثالثاً: ان مصنفین کی بیان کردہ اسانید، اقوال اور روایات با سند صحیح و متصل ہوں اور علتِ قادحہ سے خالی ہوں۔

8- اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا تحقیقی معیار

اصول نمبر ۷ کی تشریح میں مزید عرض ہے کہ اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی اور تحقیقی معیار یہ ہے:

① اگر صاحب کتاب کا قول اس کی کتاب سے نقل کیا جائے تو اس کتاب کا تصنیفِ مصنف ہونا صحیح و ثابت ہو۔

② اگر صاحب کتاب کسی پہلے کا قول نقل کر رہا ہے تو اس سے قائل تک سند صحیح و متصل ہو۔ اگر یہ شرطیں مفقود ہوں تو اس قول کو کالعدم سمجھا جائے گا۔

9- ایک ہی شخص کے اقوال میں تعارض

اگر ایک ہی شخص (محدث، امام، فقیہ وغیرہ) کے اقوال میں تعارض ہو تو:

① تطبیق و توفیق دی جائے گی، مثلاً:

ایک دفعہ کہا: **ثقة**

دوسری دفعہ کہا: **ثقة سيئ الحفظ** یا **سيئ الحفظ**

نتیجہ: (عدالت کے لحاظ سے) **ثقة** اور (حافظہ کے لحاظ سے) **سيئ الحفظ** ہے۔

② دونوں اقوال ساقط کر دیے جائیں گے، مثلاً:

عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت پر امام ابن حبان نے جرح کی ہے اور اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے بتایا کہ ابن حبان کے دونوں اقوال ساقط ہو گئے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]

10- معمولی جرح

جس ثقہ یا صدوق عندالجمہور راوی پر معمولی جرح یعنی یہم ،لہ اوہام، یخطئ وغیرہ ہوتو اس کی منفرد حدیث (بشرطیکہ ثقات کے خلاف نہ ہواور محدثین نے خاص اس روایت کو ضعیف وغیرہ نہ کہا ہوتو) حسن ہوتی ہے۔

جو کثیر الغلط ،کثیر الاوہام، کثیر الخطاء اور سیئ الحفظ وغیرہ (راوی) ہواس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

11- مسلکی تفاوت صحت حدیث کے خلاف نہیں

مثلاً جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے، اس کا قدری، خارجی، شیعی، معتزلی، جہمی اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی وداعیہ نہ ہواور اس کی بدعت بالاجماع مکفرہ نہ ہو۔

[نیز دیکھئے احسن الکلام، مصنفہ مولوی سرفراز صفدر صاحب دیوبندی ج ۱ ص ۳۰]

[تنبیہ: راجح قول یہی ہے کہ اگر راوی ثقہ وصدوق عندالجمہو رہوتو اس کی غیر معلول روایت مطلقاً مقبول ہے چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا داعی ہو یا نہ ہو۔]

باب:اول

اثبات رفع الیدین فی الصلوٰۃ

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کے اثبات میں چند صحیح احادیث درج ذیل ہیں:

[۱] عن ابن عمر أن رسول اللّٰه ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلوة و إذا كبر للركوع وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك وقال:((سمع اللّٰه لمن حمده ، ربنا لك الحمد)) و كان لا يفعل ذلك فی السجود.

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ اسی طرح جب رکوع کی تکبیر کہتے (تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے) اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اُٹھاتے اور **((سمع اللّٰه لمن حمده، ربنا لك الحمد))** کہتے اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

[صحیح بخاری ج۱ص۱۰۲ ح ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۸ صحیح مسلم ج۱ص ۱۶۸ ح ۳۹۰ مشکوٰۃ المصابیح / اضواء المصابیح:۷۹۳ واللفظ لہ]

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۳۲ ح ۴۵۶) صحیح ابن حبان (۳/۱۶۸ ح ۱۸۵۸) صحیح ابی عوانہ (۲/۹۰) منتقیٰ ابن الجارود (ص۶۹ ح ۱۷۷، ۱۷۸) جامع ترمذی (۱/۵۹ ح ۲۵۵) وقال: "**حديث حسن صحيح**" شرح السنۃ للبغوی (۳/۲۰ ح ۵۵۹) قال: "**هٰذا حديث متفق علىٰ صحته**" الاستذکار لابن عبدالبر (۲/۱۲۵) وقال: "**وهو حديث لا مطعن لأحد فيه**"

حافظ عراقی نے یہ حدیث ذکر کرکے ارشاد فرمایا:

" فیہ فوائد :الأولٰی فیہ رفع الیدین في هٰذه المواطن الثلاثة عند تکبیرة الإحرام و عندالرکوع وعندالرفع منه وبه قال أکثر العلماء من السلف و الخلف ۔"

اس حدیث میں کئی فائدے ہیں: پہلا فائدہ یہ ہے کہ رفع الیدین ان تین مقامات پر (ثابت) ہے، نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور اسی پر اکثر علمائے سلف وخلف نے فتویٰ دیا ہے۔

[طرح التثریب فی شرح التقریب ج۱ص۲۵۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو ان کے فرزند ارجمند سالم اور ان سے شیخ الاسلام ثقہ بالاجماع امام زہری نے روایت کیا ہے۔ یہ روایت (رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین والی) امام زہری سے متواتر ہے۔ [لسان المیزان ۲۸۹/۵، ترجمہ محمد بن عکاشہ]

اس حدیث کی مختصر تحقیق کا جدول اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تنبیہ:

جدول ملاحظہ کرتے وقت مندرجہ ذیل علامات کو مدنظر رکھا جائے۔

تکبیر تحریمہ والا رفع الیدین 1

رکوع والا رفع الیدین 2

بعد از رکوع والا رفع الیدین 3

بعد از رکعتین رفع الیدین 4

سجدوں میں نہ کرتے تھے 5

قال أبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة ص21

حدثنا أبو بكر محمد بن جعفر : ثنا محمد بن أحمد بن أبى العوام: ثنا يزيد بن هارون: ثنا سفيان بن حسين عن الزهري عن سالم عن ابن عمر قال كان النبي ﷺ إذا كبر للصلٰوة رفع يديه حذو منكبيه وإذا ركع فعل مثل ذلك ولا يفعل ذلك بين السجدتين

4321 — صحیح بخاری

321 — مسند احمد بن حنبل

(السنن الکبریٰ للبیہقی 70/2) 321

ارطاۃ بن المنذر۔الجراح بن ملیح۔عبدالوہاب بن نجدۃ۔احمد بن عبدالوہاب (الطبرانی فی المعجم الاوسط 39/1 ح16

ولفظه كان يرفع يديه عندالتكبير للركوع وعندالتكبير حين يهوى ساجداً

امام مالک کی بیان کردہ حدیث کا جدول

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما — سالم بن عبداللہ بن عمر — ابن شہاب الزہری — مالک بن انس

30 اسحٰق بن ابراہیم الحنینی 531 (التمہید 210/9)
29 عبداللہ بن نافع الزبیری 531 (ایضاً)
28 ابوحذیفہ احمد بن اسماعیل 531
27 کامل بن طلحہ 531 (ایضاً)
26 روح بن عبادہ 531 (ایضاً)
25 اسحٰق بن الطباع 531 (ایضاً)
24 الشافعی 31 (ایضاً)
23 معن بن عیسیٰ 531 (ایضاً)
22 سعید بن الحکم ابن ابی مریم 531 (ایضاً)
21 ابن بکیر 531 (ایضاً)
20 محمد بن الحسن 5321 (الموطا)
19 یحییٰ بن یحییٰ 531 (موطأ یحییٰ)
18 قتیبہ 321 (نسائی)
17 عبداللہ بن مسلمہ 5321 (صحیح بخاری) 531
16 عبداللہ بن المبارک 5321 (صحیح ابن حبان)
15 عثمان بن عمر 5321 (دارمی)
14 ابن وہب 5321 (بیہقی)
13 ابومصعب 531 (موطأ) 5321 (شرح السنۃ للبغوی)
12 عبداللہ بن یوسف 5321 (جزء البخاری)
11 ابن القاسم 5321 (معلقاً التمہید 211,210/9) موطا ابن القاسم ص 113 ح 59
10 یحییٰ بن سعید القطان 5321 (ایضاً)
9 عبدالرحمٰن بن مہدی 5321 (ایضاً)
8 جویریہ بن اسماء 5321 (ایضاً)
7 ابراہیم بن طہمان 5321 (ایضاً)
6 خالد بن مخلد 5321 (ایضاً)
5 مکی بن ابراہیم 5321 (ایضاً)
4 عبداللہ بن نافع الصائغ 5321 (ایضاً)
3 ابوقرہ موسیٰ بن طارق 5321 (ایضاً)
2 مطرف بن عبداللہ 5321 (ایضاً)
1 بشر بن عمر 5321 (ایضاً)

اس تحقیق سے متعدد باتیں معلوم ہوئیں:

① امام زہری سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

② سفیان بن عیینہ سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

③ مالک بن انس سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

مسند الحمیدی اور حدیث رفع الیدین

مسند الحمیدی کو اس کے معلق حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی ہندوستانی نے نسخۂ دیوبندیہ (ہندوستانیہ) سے شائع کیا ہے اور اس کی تائید میں نسخہ سعیدیہ اور نسخہ عثمانیہ سے مدد لی ہے۔ [دیکھئے مقدمہ مسند الحمیدی ص۲،۳]

نسخۂ سعیدیہ کی تاریخ نوشت ۱۳۱۱ھ، نسخۂ دیوبندیہ کی تاریخ نوشت ۱۳۲۴ھ

نسخۂ عثمانیہ کی تاریخ نوشت ۱۱۵۹ھ سے پہلے۔ [ایضاً]

اعظمی ہندوستانی دیوبندی نے نسخۂ دیوبندیہ کو اصل بنایا۔ [ایضاً ص۳]

مسند الحمیدی کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جسے نسخۂ ظاہریہ کہتے ہیں۔ [مقدمہ ص۴،۲۵]

یہ نسخہ شام میں ہے اور اس کی تصاویر (Photostats) مکہ مکرمہ وغیرہ میں ہیں۔

نسخۂ ظاہریہ کی تاریخ نوشت ۶۸۹ھ [مقدمہ مسند الحمیدی ص۱۹]

نسخۂ دیوبندیہ اصلیہ میں بے شمار غلطیاں ہیں، مثلاً ملاحظہ ہو مسند الحمیدی ج۱ص۱، ۲،۳،۴،۵،۶،۷،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵۔۔۔۔وغیرہ

کئی مقامات پر تحریف بھی ہوئی ہے۔ مثلاً دیکھئے: ج۱ص۱۵ حاشیہ ۷ نیز ملاحظہ ہو ۱/۱۷

کئی مقامات پر اس (دیوبندی معلق) نے نسخۂ ظاہریہ کو ترجیح دے کر نسخہ دیوبندیہ کی تصحیح کی ہے مثلاً دیکھئے: ۲/۲۷۵،۲۸۵،۲۸۷،۳۰۲ وغیرہ

بعض مقامات پر خود اعظمی دیوبندی نے اعتراف کیا ہے کہ یہاں اصل میں تحریف ہے۔ دیکھئے مسند الحمیدی بتحقیق الاعظمی (ج۱ص۱۵ حاشیہ عربی) وغیرہ۔

مسند حمیدی نسخۂ دیوبندیہ کا عکس

مسند الحمیدی (احادیث عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنهما) ۲۷۷

ابیه قال: قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا و اشربوا حتی تسمعوا اذان ابن ام مکتوم[۱] ہ

۶۱۲— حدثنا الحمیدی قال: ثنا سفیان قال: ثنا الزهری عن سالم عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: اذا استاذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها[۲] قال سفیان: یرون[۳] انه باللیل ہ

۶۱۳— حدثنا الحمیدی قال: ثنا سفیان قال: ثنا الزهری و حدی (و لیس معی)[۴] ولا معه احد قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: من باع عبدا وله مال فماله للذی باعه الا ان یشترط المبتاع، (و من باع نخلا بعد ان تؤبّر فثمرها للبائع الا ان یشترطه المبتاع)[۵] ہ

۶۱۴— حدثنا الحمیدی قال: ثنا الزهری قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه و سلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه، و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین[۶] ہ

۶۱۵— حدثنا الحمیدی قال: ثنا الولید بن مسلم قال: سمعت زید بن

(۱) اخرجه البخاری من طریق نافع، و الترمذی من طریق سالم عن ابن عمر (ج ۱ ص ۱۷۹). (۲) اخرجه البخاری فی النکاح من طریق سفیان و فی الصلوة من طریق معمر و طریق آخر. (۳) فی الاصل «ترونه» و فی ظ «یرون».
(٤) سقط من الاصل زدناه من ع و ظ.
(۵) ما بین القوسین سقط من الاصل زدناه من ع و ظ.
والحدیث اخرجه البخاری تاما من طریق اللیث عن الزهری عن سالم (ج ۵ ص ۳۲).
(٦) اخرج البخاری اصل الحدیث من طریق یونس عن الزهری و اما روایة سفیان عنه فاخرجها احمد فی مسنده و ابو داؤد عن احمد فی سننه لکن روایة احمد عن

مسند حمیدی کے دوسرے قدیم مخطوطے کا عکس

حدثنا الحميدي قال ثنا ...
سالم بن عبد الله عن ابيه انه سمع رسول الله صلى الله
عليه وسلم على المنبر يقول من جاء منكم الجمعة فليغتسل
حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا عبد الله بن
دينار عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله
حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا اسمعيل بن
امية وايوب السختياني عن نافع عن ابن عمر عن النبي
صلى الله عليه وسلم مثله ٥ حدثنا الحميدي قال حدثنا
سفين قال ثنا الزهري عن سالم عن ابيه قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بلالا يؤذن بليل
فكلوا واشربوا حتى تسمعوا اذان ابن ام مكتوم
حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا الزهري
عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
اذا استاذنت احدكم امراته الى المسجد فلا يمنعها قال
سفين يرون انه بالليل ٥ حدثنا الحميدي قال حدثنا
سفين قال ثنا الزهري وحدي وليس معي واحد معه
احد قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال من باع عبدا وله مال فماله للذي
باعه الا ان يشترطه المبتاع ومن باع نخلا بعد ان تؤبر
فثمرها للبائع الا ان يشترطه المبتاع ~~ومن باع نخلا بعد~~
~~ان تؤبر~~ حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا الزهري
قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال رايت رسول
الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة يرفع يديه حذو
منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع راسه
من الركوع ولا يرفع بين السجدتين ٥ حدثنا

بلادِ عرب میں مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخے کا عکس

٦٢٦- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري، قال: أخبرني سالم بن عبد الله،

عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ الله ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاةَ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَلاَ يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ[١] .

٦٢٧- حدثنا الحميدي، قال:حدثنا (ع: ١٨٣) الوليد بن مسلم قال: سمعت زيد ابن واقد يحدث عن نافع،

أَنَّ عَبْدَ الله بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَبْصَرَ رَجُلاً يُصَلِّي لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ حَصَبَهُ[٢] حَتَّى يَرْفَعَ يَدَيْهِ[٣].

٦٢٨- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري قال:حدثني سالم

عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ الله ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالعِشَاءِ[٤] .

٦٢٩- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري، عن سالم،

عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ قَالَ: **((لاَحَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ الله الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ الله مَالاً فَهُوَ يُنْفِقُ مِنهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ))**[٥] .

---

(١)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في الأذان (٧٣٥) باب: رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الإفتتاح سواء، ومسلم في الصلاة (٣٩٠) باب: استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام.

وقد استوفينا تخريجه في ((مسند الموصلي)) برقم (٥٤٢٠، ٥٤٨١، ٥٥٣٤، ٥٥٦٤)، وفي ((صحيح ابن حبان)) برقم (١٨٦١) و (١٨٦٤، ١٨٦٨، ١٨٧٧).

(٢)- حصبه: رماه بالحصا.

(٣)- إسناده صحيح، ونسبه الحافظ في الفتح ٢ / ٢٢٠ إلى البخاري في جزء رفع اليدين.

(٤)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في تقصير الصلاة (١٠٩١) باب: يصلي المغرب ثلاثاً في السفر - وأطرافه (١٠٩٢، ١١٠٦، ١١٠٩، ١٦٦٨....) -، ومسلم في صلاة المسافرين (٧٠٣) باب: جواز الجمع بين الصلاتين في السفر.

ولتمام التخريج انظر ((مسند الموصلي)) (٥٤٢٢، ٥٤٣٠، ٥٤٨٥).

(٥)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في فضائل القرآن (٥٠٢٥) باب: اغتباط صاحب القرآن، وفي التوحيد (٧٥٢٩)، ومسلم في صلاة المسافرين (٨١٥) باب: فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه. =

٥١٥

المستخرج لابی نعیم الاصبہانی کا عکس

٦٨ - باب في رفع اليدين في الصلاة

٨٥٦ـ حدثنا أبو علي محمد بن أحمد بن الحسن ، ثنا بشر بن موسى ، ثنا الحميدي ح ، وحدثنا فاروق ، ثنا أبو مسلم ، ثنا القعنبي ح ، وحدثنا أبو بكر الطلحي ، ثنا عبيد بن غنام ، ثنا أبو بكر بن أبي شيبة ، وحدثنا جعفر بن محمد بن عمرو ، ثنا أبو حصين ، ثنا يحيى بن عبد الحميد ح ، وحدثنا محمد بن إبراهيم ، ثنا أحمد بن علي بن المثنى ، ثنا زهير بن حرب ، وإسحاق بن أبي إسرائيل ح ، وحدثنا أبو علي مخلدبن جعفر ، ثنا الفريابي ، ثنا قتيبة ح ، وحدثنا أبو محمد بن عبدان ، ثنا عثمان بن أبي شيبة ، وأبو بكر بن خلاد وزيد بن الحريش ، وحدثنا أبو علي الصواف ، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل ، حدثني أبي ،قالوا : ثنا سفيان بن عيينة ، ثنا الزهري ، أخبرني سالم ابن عبد الله ، عن أبيه قال : « **رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين** »[(١)] . اللفظ للحميدي .

رواه مسلم عن يحيى بن يحيى ، وسعيد بن منصور ،وأبي بكر بن أبي شيبة ، وعمرو الناقد، وزهير بن حرب ، وابن نمير كلهم عن سفيان .

٨٥٧ـ أخبرنا سليمان بن أحمد ، ثنا إسحاق ، أنبأ عبد الرزاق ، عن ابن جريج ، حدثني ابن شهاب ، عن سالم ، عن ابن عمر قال : « **كان نبي الله ﷺ إذا قام إلى الصلاة يرفع يديه حتى يكونا حذو منكبيه ثم يكبر فإذا أراد أن يركع فعل مثل ذلك وإذا رفع من الركوع فعل مثل ذلك ولا يفعله حين يرفع رأسه من السجود** »[(٢)] .

رواه مسلم عن محمد بن رافع عن عبد الرزاق.

٨٥٨ـ حدثنا أبو بكر بن خلاد ، ثنا أحمد بن إبراهيم بن ملحان ، ثنا يحيى بن بكير، ثنا الليث بن سعد ، حدثني عقيل ، عن الزهري ، عن سالم بن عبد الله أن عبد الله بن عمر قال : « **كان رسول الله ﷺ إذ قام إلى الصلاة رفع يديه حتى يكونا حذو منكبيه ثم كبروا وإذا أراد أن يركع فعل مثل ذلك وإذا رفع من الركوع فعل مثل ذلك ولا يفعله حين**

= [٢/ ٤١٩] الحديث [٨١٥٩] .

(١) أخرجه مسلم في كتاب الصلاة [١/ ٢٩٢] الحديث [٢١/ ٣٩٠] . والترمذي في كتاب الصلاة [٢/ ٣٥] الحديث [٢٥٥] . والنسائي في كتاب افتتاح الصلاة [٢/ ١٤٢] باب :رفع اليدين للركوع حذاء المنكبين. وابن ماجة في كتاب إقامة الصلاة [١/ ٢٧٩] الحديث [٨٥٨]. والإمام أحمد في مسنده [٢/ ١٢] الحديث [٤٥٣٩] .

(٢) أخرجه مسلم في كتاب الصلاة [١/ ٢٩٢] الحديث [٢٢/ ٣٩٠] . والبيهقي في الكبرى في كتاب الصلاة [٢/ ٣٦] الحديث [٢٣٠١] .

مسندالحمیدی کے دونوں قلمی قدیم نسخوں میں لکھا ہوا ہے کہ

رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين.

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسخۂ دیوبندیہ میں فلایرفع کا اضافہ ہندوستانی کاتب یا ناسخ کا خودساختہ ہے جیسا کہ حال ہی میں مصنف ابن ابی شیبہ کو کراچی میں جب بمبئی کے طبع شدہ نسخہ کا عکس لے کر شائع کیا گیا تو اس میں بھی متعصب دیوبندی ناشر نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں **تحت السرة** کے خودساختہ الفاظ بڑھا دیئے۔

مسندحمیدی کی اس روایت کی سند میں جلدی اور عجلت کی وجہ سے **حدثنا سفيان** کے الفاظ بھی چھوڑ دیئے گئے تھے جس کا احساس معلق کو بہت بعد میں ہوا کیونکہ غلطیوں کا جو چارٹ کتاب کے آخر میں ہے اس میں بھی اس غلطی کا ازالہ نہیں کیا گیا ہے۔

نسخۂ ظاہریہ تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے اور ایک دوسرے نسخے میں بھی یہ روایت نسخۂ ظاہریہ کی طرح ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی (رفع یدین والی موقوف) روایت کو امام حمیدی نے ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کو ضروری (واجب) سمجھتے تھے۔

اسی روایت کے بعد امام الحمیدی کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا ذکر کرنا کہ ''وہ رفع الیدین کے تارک کو اس وقت تک کنکریوں سے مارتے تھے جب تک وہ رفع الیدین نہ کرنے لگتا۔'' سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام الحمیدی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع الیدین کی حدیث اور پھر ان کا عمل ذکر کر کے گویا اس مسئلے پر مہر ثبت کرنا چاہتے ہیں اور اسی بنا پر امام الحمیدی خود بھی رفع الیدین پر عمل پیرا تھے۔

اسی حدیث کو امام ابوعوانہ نے سفیان کے دوسرے شاگردوں سے نقل کرنے کے بعد امام حمیدی کی سند سے بھی اس حدیث کے ابتدائی الفاظ نقل کر دیئے اور پھر **مثله** کہہ کر اشارہ کر دیا کہ امام حمیدی کی حدیث کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ

فلا یرفع کے الفاظ غلط اور مردود ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ

① مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخہ کی متنازعہ عبارت محرف اور مصحف ہے۔

② دیگر ثقہ راویوں نے اسے سفیان بن عیینہ سے رفع الیدین عندالرکوع و بعدہ کے اثبات کے ساتھ روایت کیا ہے لہٰذا اگر یہ عبارت مسند الحمیدی کے تمام قلمی نسخوں میں بھی موجود ہوتی تو بلا شک وشبہ تصحیف وخطاء فاحش تھی۔

③ چونکہ ابتدائی صدیوں میں اس خودساختہ روایت کا نام ونشان تک نہیں تھا اس لیے اسے کسی نے بھی پیش نہیں کیا۔

④ جن لوگوں نے زوائد پر کتابیں لکھیں ہیں مثلاً المطالب العالیہ فی زوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر (وفیہا مسند الحمیدی) اور اتحاف السادۃ المہرۃ الخیرۃ للبوصیری۔

ان میں سے کسی نے بھی اس روایت کو پیش نہیں کیا، اگر ہوتی تو پیش کرتے۔!

⑤ مکتبہ ظاہریہ کے مسند الحمیدی کے قدیم مخطوطے میں یہ حدیث علی الصواب (رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے اثبات کے ساتھ) موجود ہے۔

⑥ حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی نے مسند ابی عوانہ (ج ۲ ص ۹۱) میں اسے امام شافعی اور امام ابوداود کی روایت کے مثل قرار دیا ہے۔

امام شافعی کی روایت عندالرکوع اور بعدہ کے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ ''کتاب الام'' میں موجود ہے۔ [ج ۱ ص ۱۰۳ ط بیروت]

ابوداود (غالباً الحرانی) کی بواسطہ علی (بن عبداللہ المدینی) والی روایت ہمیں نہیں ملی مگر سنن ابی داود میں احمد بن حنبل والی روایت اثبات رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے ساتھ موجود ہے۔ [سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۱۱ ح ۷۲۱]

اور علی بن عبداللہ (المدینی) والی روایت اثبات رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے ساتھ جزء رفع الیدین للبخاری میں موجود ہے۔ [ص ۷ ح ۲]

⑦ اس حدیث کے مرکزی راوی امام سفیان بن عیینہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین باسند صحیح ثابت ہے۔ [دیکھئے سنن ترمذی ج۲ص۳۹ حدیث ۲۵۶ بتحقیق احمد شاکر]

⑧ امام حمیدی بھی رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے قائل ہیں۔
[جزء رفع الیدین للبخاری ص۳۵ ح۱ بتحقیقی]

خلاصہ یہ ہے کہ مسند الحمیدی میں زہری عن سالم عن ابیہ والی روایت رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ ہے۔ نفی کے ساتھ نہیں ہے۔ لہٰذا نسخۂ دیوبندیہ کی خودساختہ اور خانہ ساز عبارت موضوع و باطل ہے اور اسے پیش کرنا انتہائی ظلم، پرلے درجے کی خیانت اور سینہ زوری ہے۔

⑨ اس تحقیق کے بعد المستخرج لابی نعیم الاصبہانی (ج۲ص۱۲) دیکھنے کا موقع ملا، وہاں بھی یہ روایت مسند حمیدی کی سند کے ساتھ منقول ہے جس میں اثبات رفع الیدین ہے، نفی نہیں۔ والحمد للہ

⑩ مسند حمیدی جو شام سے شائع ہوئی ہے اس میں بھی رفع الیدین کرنے والی حدیث موجود ہے اور نہ کرنے کا کوئی نام و نشان نہیں۔ [دیکھئے ج۱ص۵۱۵ ح۶۲۶]

مسند ابی عوانہ اور حدیث رفع الیدین

اس سلسلہ میں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا ایک کتابچہ ”مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ“ کافی عرصہ پہلے شائع ہوا تھا۔ اس میں ڈیروی صاحب کے شبہات و اَوہام کے مسکت اور تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔

چونکہ اس (حدیث) کو امام ابوعوانہ نے تین راویوں سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ تین حدیثوں کے حکم میں ہے۔ اس لیے امام ابوعوانہ (الاسفرائنی) نے انتہائی دیانت داری کے ساتھ روایات کے اختلاف کا بھی ذکر فرما دیا ہے۔ کسی نے کہا: ”**یحاذي بهما**“ (**منکبیه**) اور کسی نے کہا: ”**حذو منکبیه**“ اسی طرح کسی نے کہا: ”**لا یرفعهما**“

(بین السجدتین) اورکسی نے کہا: " لا یرفع " (بین السجدتین)

لیکن ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔امام ابوعوانہ نے کہا:" والمعنٰی واحد " یعنی معنی (مطلب) ایک ہی ہے۔صحیح مسلم میں سفیان بن عیینہ (جو کہ مسند ابی عوانہ والی حدیث کے بنیادی راوی ہیں) سے چھ ثقہ راوی "لا یرفعهما بین السجدتین " کا لفظ ذکر کرتے ہیں۔امام احمد وغیرہ " لا یرفع بین السجدتین " کا لفظ بیان کرتے ہیں۔

مسند ابی عوانہ کے محرف مطبوعہ نسخے کا عکس

مسند ابی عوانة ٩٠ ج – ٢

مالك انه قال ماصليت وراء امام قط اخف صلاة ولأتم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وان كان ليسمع بكاء الصبي فيخفف مخافة ان تفتن امه ۔

صلاة ابي بكر و عمر رضي الله عنهما

حدثنا يونس بن حبيب قال ثنا ابو داود قال ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس قال ماصليت خلف احد اخف صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام وكانت صلاة ابي بكر متقاربة فلما كان عمر مد في الفجر ۔

بيان رفع اليدين

في افتتاح الصلاة قبل التكبير بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه من الركوع وانه لايرفع بين السجدتين ۔

حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب ابن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما، وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع لايرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد، حدثنا الربيع بن سليمان عن الشافعي عن ابن عيينة بنحوه ولايفعل ذلك بين السجدتين حدثني ابو داود قال ثنا على قال ثنا سفيان ثنا الزهري اخبرني سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله ۔

مسند ابي عوانة ٩١ ج – ٢

حدثنا الصائغ بمكة قال ثنا الحميدي قال ثنا سفيان عن الزهري قال اخبرني سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله ۔

حدثنا الربيع قال ثنا الشافعي ان مالك (١) اخبره عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه واذا رفع رأسه من الركوع رفعهما وكان لايفعل ذلك في السجود ۔

حدثنا اسحاق بن ابراهيم الصنعاني قال انبأ عبد الرزاق قال اخبرني ابن جريج قال حدثني ابن شهاب عن سالم ان ابن عمر كان يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلاة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه، ثم كبر واذا اراد ان يركع فعل مثل ذلك واذا رفع من الركوع فعل مثل ذلك ولايفعله حين يرفع رأسه من السجود ۔

حدثنا يوسف بن مسلم قال ثنا حجاج قال ثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب باسناده بنحوه وفيه رفع يديه ثم كبر ۔

حدثنا ابو محمد يحيى بن اسحاق بن سافري واحمد بن الوليد الفحام قالا ثنا زكريا بن عدي قال انبأ ابن المبارك عن يونس ومعمر وعبيد الله بن عمر ومحمد بن ابي حفصة عن الزهري عن سالم عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يرفع يديه اذا

(١) كذا

مسند ابی عوانہ/مدینہ منورہ والے قلمی نسخے کا عکس

ما صليت وراء إمام قط أخف صلاة ولا أتم من رسول الله صلى الله عليه
وسلم وإن كان ليسمع بكاء الصبي فيخفف مخافة أن تفتتن أمه ○
حدثنا يونس بن حبيب ثنا أبو داود ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس
قال ما صليت خلف أحد أخف صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم
في تمام وكانت صلاة أبي بكر رضي الله عنه متقاربة فلما كان عمر رضي الله
عنه مد في الفجر ○

باب

بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة قبل التكبير
بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه من الركوع
وأنه لا يرفع بين السجدتين ○

حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو
في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن أبيه
قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى
يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد
ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين
والمعنى واحد ○ حدثنا الربيع بن سليمان ثنا الشافعي ثنا
ابن عيينة نحوه ولا يفعل ذلك بين السجدتين ○ حدثنا أبو داود
[illegible] سفيان قال ثنا الزهري قال أخبرني سالم عن أبيه
قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله ○ حدثنا الصائغ
بمكة ثنا الحميدي ثنا سفيان ثنا الزهري أخبرني سالم عن
أبيه رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله ○ حدثنا الربيع

● مخطوطة مسند أبي عوانة (مصورة الجامعة الإسلامية في المدينة المنورة) ●

مسند ابی عوانہ سندھی مخطوطے کا عکس

يخفف الصلاة ○ حدثنا الصغاني وابن أبي الدنيا قالا ثنا عبيد الله بن عمر القواريري قال
ثنا حماد بن زيد قال ثنا عبد العزيز عن أنس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوجز الصلاة
ويتم ○ حدثنا يوسف بن مسلم قال ثنا حجاج عن شعبة عن قتادة عن أنس قال كان النبي
صلى الله عليه وسلم من أخف الناس صلاة في تمام ○ حدثنا ابن أبي رجاء قال ثنا وكيع قال ثنا
أبي عن هشام الدستوائي عن قتادة عن أنس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم من أخف
الناس صلاة في تمام ○ حدثنا أحمد بن محمد بن أبي بكر المقدمي بمصر قال ثنا عبد الله
بن بكر السهمي قال ثنا شعبة عن قتادة عن أنس بن مالك قال ما رأيت أحدا أوجز
صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام ○ حدثنا عمار بن رجاء قال ثنا الجعفي
قال ثنا زائدة عن المختار عن أنس قال ما صليت مع أحد أتم صلاة وأوجز من النبي صلى الله
عليه وسلم ○ حدثنا عبد الله بن سعيد بن كثير بن عفير قال ثنا أبي قال ثنا سليمان بن بلال
قال حدثني شريك بن عبد الله بن أبي نمر عن أنس بن مالك أنه قال ما صليت وراء إمام قط أخف صلاة
ولا أتم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وإن كان ليسمع بكاء الصبي فيخفف مخافة
حدثنا يونس بن حبيب قال ثنا أبو داود قال ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس قال ما صليت خلف أحد أخف صلاة
من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام وكانت صلاة أبي بكر متقاربة فلما كان عمر مد في الفجر

بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة

قبل التكبير حذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه من الركوع وأنه لا يرفع بين السجدتين ○
حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا ثنا
سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح
الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما
يرفع رأسه من الركوع فلا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد
حدثنا الربيع بن سليمان نا الشافعي نا ابن عيينة بنحوه ولا يفعل ذلك بين السجدتين ○
حدثنا أبو داود الحراني قال ثنا علي بن عياش قال ثنا شعيب عن الزهري أخبرني سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله
صلى الله عليه وسلم بمثله ○ حدثنا الصائغ بمكة قال ثنا الحميدي قال ثنا سفيان عن الزهري قال

٦٩٩

مسند ابی عوانہ کی اس حدیث کے ایک راوی سعدان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے۔ (سعدان تک سند بلاشک صحیح ہے)

اس میں ہے: "**رأیت رسول اللّٰہ ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حتٰی یحاذي منکبیه وإذا أراد أن یرکع وبعد ما یرفع من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین**" [السنن الکبریٰ ج۲ص۶۹]

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ حدیث اثبات رفع الیدین کی زبردست دلیل ہے۔ اس لیے "**الحافظ الثقة الکبیر**" امام ابوعوانہ اس کو باب "**رفع الیدین في افتتاح الصلوٰة قبل التکبیر بحذاء منکبیه وللرکوع ولرفع رأسه من الرکوع وأنه لا یرفع بین السجدتین**" کے باب میں لائے ہیں۔

بعض ناسمجھ لوگوں نے "**لا یرفعهما**" کو پچھلی عبارت سے لگا دیا ہے حالانکہ دلائل ان کی واضح تردید کرتے ہیں:

① مسند ابی عوانہ کے مطبوعہ نسخہ سے عمداً یا سہواً "واؤ" گرائی گئی ہے یا گر گئی ہے۔ یہ "واؤ" مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخوں اور صحیح مسلم وغیرہما میں موجود ہے۔ (علامہ سید احسان اللہ شاہ الراشدی پیر آف جھنڈا کے نسخہ میں یہ واؤ موجود ہے بلکہ مدینہ طیبہ کے نسخہ میں بھی واؤ موجود ہے۔ والحمدللہ)

② سعدان کی روایت بھی اثبات رفع الیدین کی تائید کرتی ہے۔

③ ابوعوانہ کی تبویب بھی اسی پر شاہد (گواہ) ہے۔

④ امام شافعی، امام ابوداود اور امام حمیدی کی روایات بھی اثبات **رفع الیدین عند الرکوع وبعده** کے ساتھ ہیں جن کے بارے میں ابوعوانہ نے "**نحوه**"... "**بمثله**"... اور "**مثله**" کہا ہے۔

⑤ اس حدیث کو سابقہ حنفی علماء مثلاً زیلعی (وغیرہ) نے عدم رفع الیدین کے حق میں پیش نہیں کیا۔ اس وقت تک یہ روایت بنی ہی نہیں تھی، لہٰذا وہ پیش کیسے کرتے؟!

معلوم ہوا کہ اس روایت کے ساتھ عدم رفع پر استدلال کرنا غلط، باطل اور چودھویں صدی کی ''بدعت'' ہے۔

مسند ابی عوانہ قدیم دور میں بھی مشہور و معروف رہی ہے۔ کسی ایک امام نے بھی اس کی محولہ بالا عبارت کو ترک وعدم رفع الیدین کے بارے میں نہیں پیش کیا۔

مدونہ کبریٰ کی ایک روایت

سابقہ صفحات پر گزر چکا ہے کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے عندالرکوع وبعدہ کے رفع الیدین کی روایت کا اثبات تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ [دیکھئے ص ۶۸]

بعض لوگوں نے اس کے خلاف ''المدونۃ الکبریٰ'' کی ایک روایت پیش کی ہے۔

عن ابن وهب و ابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم عن أبيه أن رسول اللّٰه ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلوٰة

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (سیدنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔

[المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۱ بحوالہ معارف السنن ج ۲ ص ۴۹۷ محمد یوسف بنوری کوثری دیوبندی، نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۶۰، ۶۱]

اس روایت کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ کوئی عقل مند اسے پیش کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ استدلال کئی وجہ سے مردود ہے:

① یہ حدیث مختصر ہے۔ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں اور عدم ذکر نفی ذکر کے لیے مستلزم نہیں ہوتا، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

② امام مالک سے رفع الیدین کی روایت متواتر ہے۔

③ ابن وہب عن مالک عن (ابن شہاب) الزہری والی روایت السنن الکبریٰ (۶۹/۲) میں موجود ہے۔ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کا اثبات ہے۔

ابن وہب تک بیہقی کی سند بالکل صحیح ہے۔

④ ابن القاسم کی روایت میں بھی عندالرکوع وبعدہ رفع الیدین کا اثبات ہے(التمہید ۹/۲۱۰، ۲۱۱معلقاً)ابن القاسم کی روایت موطأ امام مالک(روایت ابن القاسم)میں بھی موجود ہے۔ [ص۱۱۳ح۵۹]

⑤ امام ابن شہاب الزہری سے رفع الیدین کے اثبات کی روایات متواتر ہیں(کما تقدم) لہٰذا اس "عدم ذکر" والی روایت سے دلیل پکڑنا باطل ہے۔

⑥ بذاتِ خود کتاب مدونہ کبریٰ کی سند اور توثیق محلِ نظر ہے۔

"**المدونة الكبرىٰ**" امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔صاحب مدونہ "سحنون" تک متصل سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ ساری کتاب بے سند ہوئی۔ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی(صاحب سحنون)جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔[سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۰۵]

انھوں نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ [ایضاً ص۲۰۶]

وہ مدونہ کو "مدوّدہ"(کیڑوں والی کتاب)کہتے تھے۔ [العبر فی خبر من غبر ۲/۱۲۲]

الشیخ ابوعثمان اہلسنت کے اماموں میں سے تھے۔آپ ۳۰۲ھ میں فوت ہوئے۔رحمہ اللہ

اس بے سند کتاب کے دوسرے مسئلے بھی دیوبندی حضرات نہیں مانتے ،مثلاً ج۱ص۶۸ پر لکھا ہوا ہے:

☆ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سراً بھی نہیں پڑھنی چاہیے۔

☆ بقول المدونۃ الکبریٰ: امام مالک کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔[ج۱ص۷۶]

ان مسائل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

عبداللہ بن عون الخراز کی روایت

بعض لوگوں نے درج ذیل روایت کو پیش کیا ہے:

" عن عبدالله بن عون الخراز :ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمرؓ أن النبي ﷺ كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رفع الیدین اس وقت کرتے جب شروع کرتے پھر رفع الیدین کرنے کے لیے نہ لوٹتے تھے۔"

[الخلافیات للبیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ۱/۴۰۴، نور الصباح، تصنیف حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی ص ۶۱، ۶۲]

اول:

۱: امام ابوعبداللہ الحاکم نے (اس روایت کے بارے میں) کہا:

"هٰذا باطل موضوع ولا يجوز أن يذكر إلا علىٰ سبيل القدح فقد روينا بالأسانيد الصحيحة عن مالك بخلاف هٰذا"

یہ (روایت) باطل موضوع ہے۔ اس کا ذکر سوائے اسے بُرا کہنے (جرح کرنے) کے جائز نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ صحیح اسانید کے ساتھ امام مالک سے اس کے خلاف (اثبات رفع الیدین) ہم تک روایت کیا گیا ہے۔ [نصب الرایۃ ۱/۴۰۴]

(امام حاکم کے بارے میں) حافظ ذہبی نے کہا:

"الإمام الحافظ الناقد العلامة شيخ المحدثين" [سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۶۳]

اور کہا:

" وصنّف وخرّج وجرح وعدّل وعلّل وكان من بحور العلم على تشيع قليل فيه" [ایضاً ص ۱۶۵]

خطیب بغدادی نے کہا:" وكان ثقة " [تاریخ بغداد ۵/۴۷۳]

امام حاکم صدوق ہیں، لیکن مستدرک میں وہ ساقط (موضوع وضعیف) احادیث کی تصحیح کرتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۳/۶۰۸]

امام حاکم متساہل تھے۔

[ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل للذہبی ۲/۱۵۹، المتکلمون فی الرجال للسخاوی ص ۱۳۷]

متساہل جس روایت کو باطل وموضوع کہہ دے وہ (روایت عام طور پر) انتہائی پرلے درجے کی موضوع وباطل ہوتی ہے۔

حافظ ذہبی نے امام حاکم کو " **الحافظ الكبير** " اور " **إمام المحدثين** " کہا۔

[تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۲۷ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۰۴ طبع بار دوم مصنف سرفراز خان صفدر دیوبندی]

۲۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر الدمشقی المعروف بابن القیم الجوزیۃ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) نے کہا:

" **ومن شم روائح الحديث على بعدٍ: شهد بالله أنه موضوع** "

جس نے حدیث کی خوشبو دور سے بھی سونگھی ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث موضوع (من گھڑت) ہے۔ [المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص ۱۳۸]

حافظ ابن قیم کے بارے میں علماء کی چند آراء ملاحظہ فرمائیں:

① ابن رجب الدمشقی نے کہا:

" **وكان عارفاً بالتفسير لا يجارى فيه، وبأصول الدين، وإليه فيهما المنتهى . والحديث ومعانيه وفقهه ودقائق الإستنباط منه، لا يلحق في ذلك...** " [کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ۲/۴۴۸]

② ابن کثیر الدمشقی نے کہا:

" **صاحبنا الشيخ الإمام العلامة... وبرع في علوم متعددة، لا سيما علم التفسير والحديث والأصلين...** " [البدایہ والنہایہ ۱۴/۲۴۶]

③ ابن ناصر الدین الدمشقی نے کہا:

" **الشيخ الإمام العلامة شمس الدين أحد المحققين...** "

[الرد الوافر ۱۱۹]

④ ابن العماد الحنبلی نے کہا:

" **الفقيه الحنبلي بل المجتهد المطلق المفسر النحوي الأصولي**

المتکلم" [شذرات الذہب ۶/۱۶۸]

نیز ملاحظہ فرمائیں: الدررالکامنۃ للعسقلانی (۴۰۰/۳) والبدرالطالع للشوکانی (۱۴۳/۲)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ

"نوٹ: اکثر اہل بدعت حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی رفیع شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتے ہیں مگر حضرت ملا علی قاری الحنفی ان کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: **وکانا من أکابر أھل السنۃ والجماعۃ ومن أولیاء ھٰذہ الأمۃ** (جمع الوسائل ج ۱ ص ۲۰۸ طبع مصر) اور حافظ ابن القیم کی تعریف کرتے ہوئے امام جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ پھولے نہیں سماتے (بغیۃ الوعاۃ)" [المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۱۸۷]

۳: حافظ ربانی ابن حجر العسقلانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا:

"**وھو مقلوب موضوع**" [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲]

حافظ ابن حجر کے بارے میں عبدالحیٔ لکھنوی حنفی نے کہا: "**ھو إمام الحفاظ**"

[غیث الغمام مع امام الکلام ص ۲۸]

حافظ ابن حجر کے بارے میں سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں: "**حافظ الدنیا**"

[راہ سنت ص ۳۹]

ابن العماد الحنبلی نے کہا: "**شیخ الإسلام علم الأعلام أمیر المؤمنین فی الحدیث حافظ العصر**" [شذرات الذہب ۷/۲۷۰]

کہا جاتا ہے کہ العراقی، التقی الفاسی، البرہان الحلبی اور السخاوی وغیرہم نے ان کی تعریف کی ہے۔ [ملاحظہ ہو ترجمہ ابن حجر مطبوعہ مع المطالب العالیہ ج ۱ ص "ک"]

الحاکم، ابن قیم اور ابن حجر نے متفقہ طور پر اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

حاکم سے (لے کر) ابن حجر تک کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح نہیں کہا۔

حدیث کی تصحیح وتضعیف میں صرف محدثین کا قول ہی حجت ہے۔

(ثقۃ بالاجماع) عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا: معرفتِ حدیث الہام ہے۔

ابن نمیر نے کہا: ''ابن مہدی نے سچ کہا ہے۔ اگر میں ان سے پوچھتا کہ آپ نے یہ بات کہاں سے لی ہے تو ان کے پاس جواب نہ ہوتا۔''
[علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۹، وسندہ صحیح]

یہاں الہام سے مراد خاص پیشہ ورانہ تجربہ ہے، جس کی بدولت ایک جوہری وصراف فی البدیہہ طور پر جوہر یا زیورات کے بارے میں فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ اصلی ہیں یا جعلی۔ اس سے صوفیہ ومبتدعین کا الہام وکشف مراد نہیں جس سے وہ ''غیب کی خبریں'' اور قصص مکذوبہ لاتے ہیں، اس بات کو خوب سمجھ لیں۔

ابوحاتم نے کہا:

'' مثل معرفة الحديث كمثل فصٍ ثمنه مائة دينار وآخر مثله علٰى لونه ثمنه عشر دراهم ''

حدیث کی پہچان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نگینہ ہے جس کی قیمت سو دینار ہے اور اسی جیسا اس کے رنگ پر ایک دوسرا نگینہ ہے جس کی قیمت دس درہم ہے۔
[علل الحدیث ۱/۹]

امام ابوحاتم نے کچھ روایات کو کذب و باطل اور (کچھ کو) صحیح کہا اور دلیل نہ بتا سکے۔ ابوزرعہ نے انھی روایات کو باطل وکذب اور صحیح کہا تو سائل بڑا حیران ہوا۔ یہ پہچان ایسی ہے جیسے ایک جوہری سچے موتی اور جعلی موتی پہچان لیتا ہے۔

مفصل واقعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: **'' تقدمة الجرح والتعديل ''** [ص ۳۴۹، ۳۵۱]

غرض یہ کہ حدیث کی پہچان میں اس کے جوہریوں (محدثین) کا قول ہی حجت ہے۔

دوم:

امام بیہقی مصنف الخلافیات سے عبداللہ بن عون الخراز تک سند نامعلوم ہے۔ عبداللہ بن عون الخراز ۲۳۲ھ کو فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ۱۰/۳۶ وتقریب التہذیب: ۳۵۲۰]

امام بیہقی ۳۸۲ھ کو پیدا ہوئے۔ [الانساب للسمعانی ۱/۴۳۹ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۴]

اگر کہا جائے کہ اسے بقول مغلطائی، امام بیہقی نے الخلافیات میں ''محمد بن غالب عن أحمد بن محمد البرقي عن عبدالله بن عون الخراز ''سے روایت کیا ہے۔ (کمافی/ ماتمس إلیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجۃ تصنیف محمد عبدالرشید نعمانی دیوبندی ص ۴۸، تو جواب یہ ہے:

① مغلطائی بن قلیج الحکجر ی کی عدالت نامعلوم ہے۔ بعض علماء نے اس کے ''اوہام شنیعہ'' اور ''سوءفہم'' کی نشان دہی کی ہے۔ بعض شیوخ سے اس نے سماع کا دعویٰ کیا مگر کبار علماء نے اس کے دعویٰ کی تردید کی۔ [ملاحظہ ہو لسان المیزان ۶/۷۲-۷۴]

ابن فہد المکی نے '' لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ''، صفحہ ۱۳۳ پر کہا: ''مغلطائي بن قليج بن عبدالله البكجري الحنفي '' اور صفحہ ۱۳۶ پر کہا: ''وتكلم فيه الجهابذة من الحفاظ لأجل ذلك ببراهين واضحة''

مختصر یہ کہ اس متکلم فیہ، صاحب اوہام شنیعہ، سئ الفہم اور غیر موثق شخص کی نقل احادیث متواترہ کے مقابلے میں مردود ہے۔

② محمد بن غالب اگر تمتام ہیں تو ۲۸۳ھ کو فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ۳/۱۴۶]

یعنی امام بیہقی کی ولادت سے ۱۰۱ سال پہلے فوت ہوئے۔

لہٰذا یہ منقطع روایت مردود ہے۔

سوم:

شیخ الاسلام امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک کتاب ''غرائب حدیث مالک''، لکھی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے ہر قسم کی (موضوع وباطل وغیرہ) روایات بھی اکٹھی کی ہیں مگر وہ اپنی اس کتاب میں مغلطائی بکجری کی روایت نہیں لائے ہیں۔

[ملاحظہ ہو نصب الرایۃ للزیلعی ۱/۴۰۴]

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت امام دارقطنی کے بعد وضع کر کے محمد بن غالب کے سر تھوپ دی گئی ہے۔

ترفع الأیدي والی روایت

عن ابن أبي لیلٰی عن نافع عن ابن عمر (رفعه قال:) ترفع الأیدي في سبعة مواطن :عند افتتاح الصلٰوة واستقبال البیت والصفا والمروة والوقفین والجمرتین '' [نصب الرایۃ ۱/۳۹۱]

رفع الیدین سات مقامات پر کیا جائے۔ابتداء نماز کے وقت، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفااور مروہ پہاڑی پر قیام کے وقت، وقوف عرفہ اور مزدلفہ کے وقت، رمی الجمار کے وقت۔ [رفع الیدین کے خلاف ڈیروی صاحب کی کتاب ص ۶۸]

جواب:

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی ''محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ'' جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا تعارف

نمبر	جارح	جرح	ثبوت جرح	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل
1	شعبة	أفأدني ابن أبي ليلىٰ أحاديث فإذا هي	الجرح والتعديل	العجلي	صدوق ثقة	معرفة الثقات
		مقلوبة/ مارأيت أحداً أسوأ حفظاً منه	322/7		جائز الحديث	244,243/2
2	زائدة	(كان لايروي عنه)(ترک حديثه)	// //	يعقوب بن سفيان	ثقة عدل...☆	تهذيب التهذيب بغير سند
3	يحيى بن سعيد		// //	زائدة	كان أفقه أهل الدنيا	الجرح 322/7
4	أحمد بن حنبل	سئ الحفظ مضطرب الحديث	(ص323)	ترمذي	صحح له	ڈیروي 165
5	يحيىٰ بن معين	ليس بذلک/ضعيف	(//) المجروحين245/2	الذهبي	حديثه في	تذكرة الحفاظ171/1
6	أبو حاتم الرازي	محله الصدق كان سئ الحفظ	الجرح والتعديل		وزن الحسن	
		إنما ينكر عليه كثرة الخطاء		ابن القيم		ڈیروی ص165
7	أبو زرعة	صالح ليس بأقوى مايكون	// //	الهيثمي	حديثه حسن	ڈیروی ص166
8	الجوزجاني	واهي الحديث سئ الحفظ	أحوال الرجال: 86		إن شاء الله	
9	النسائي	ليس بالقوي فی الحديث	الضعفاء للنسائی:525			
10	ابن عدي	مع سوء حفظه يكتب حديثه	الكامل2195/6			
11	سلمة بن كهيل	يكذب عليّ	الضعفاء للعقيلي99/4			
12	الدارقطني	ثقة في حفظه شئ	السنن124/1			
		ضعيف الحديث سئ الحفظ	241/1			
		ردئ الحفظ كثير الوهم	263/2			
13	ابن حبان	ردئ الحفظ كثير الوهم	المجروحين 244/2			
		فاحش الخطاء... فاستحق الترک	//			
14	البيهقي	كثير الوهم	السنن الكبرىٰ 24/1			
		ضعيف فی الروايةلسوء حفظه	(334/5)			
		وكثرة خطائه				
15	زيلعي	ضعيف	نصب الراية318/1			
16	محمد بن طاهر المقدسي	أجمعوا علىٰ ضعفه	تذكرة الموضوعات90,24			
17	الذهبي	صدوق سئ الحفظ	ديوان الضعفاء 279			
		صدوق إمام سئ الحفظ	ميزان الاعتدال613/3			
18	ابن حجر	ضعيف	فتح الباري 214/4			
19	طحاوي	مضطرب الحفظ جداً	مشكل الآثار226/3			
20	الهيثمي	ضعيف	مجمع الزوائد 78/1			
21	محمد بن اسحاق السعدي	يستحق أن يترک حديثه	المجروحين 246/2			
22	الساجي	سئ الحفظ ☆	تهذيب بغير سند			
23	ابن جرير الطبري	لا يحتج به ☆	////			
24	ابن خزيمة	ليس بالحافظ ☆	////			
25	أبو أحمد الحاكم	عامة أحاديثه مقلوبة ☆	////			
26	ابن المديني	سئ الحفظ واهي الحديث ☆	////			
27	ابن القطان	سئ الحفظ ☆	نصب الراية 182/2			
28	النووي	ضعيف	نصب الراية84/4			
29	ابن الجوزي	كلهم ضعاف	نصب الراية107/4			
30	المنذري	ثقة ردئ الحفظ كثيراً كذا قال	الترغيب 525/5			
		الجمهور فيه	بحواله ڈیروي 165			
31	ابن حزم	سئ الحفظ	المحلىٰ 123/7			
32	السخاوي	سئ الحفظ	القول البديع167,168			

ائمۂ حدیث کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ علماء کی بہت بڑی اکثریت محمد ابن ابی لیلیٰ کو ضعیف، سیٔ الحفظ اور کثیر الوہم کہتی ہے۔ بیہقی کے نزدیک وہ کثیر الخطاء تھے لہٰذا چند علماء کی توثیق مردود ہے۔ رہا بعض علماء کا اسے فقیہ قرار دینا تو یہ ثقاہت کی دلیل نہیں۔ زائدہ نے اسے فقیہ کہا اور پھر اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔

ذہبی اور ہیثمی کے اقوال باہم متعارض ہیں لہٰذا ساقط ہیں۔ جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا مگر بُرے حافظے اور کثرت اوہام وخطا کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔

محمد بن ابی لیلیٰ اور حنفی و غیر اہلِ حدیث حضرات

ابن ابی لیلیٰ کو حنفی اور غیر اہلِ حدیث حضرات نے بھی مجروح قرار دیا ہے۔

① طحاوی: **مضطرب الحفظ جداً** [مشکل الآثار ۲۲۶/۳]

② زیلعی: **ضعیف** [نصب الرایۃ ۳۱۸/۱]

③ ابن الترکمانی: **ابن أبي ليلٰى متكلم فيه** [الجوہر النقی ۳۴۷/۷]

④ النیموی: **ليس بالقوي** [آثار السنن: ح ۳۲ کا حاشیہ]

⑤ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی: **كثير الوهم** [بذل المجہود ج ۳ ص ۳۷]

⑥ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب محمد ابن ابی لیلیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"**فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور**"

پس وہ میرے نزدیک ضعیف ہے اور جمہور کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ [فیض الباری ۱۶۸/۳]

⑦ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب بھی محمد ابن ابی لیلیٰ کو جمہور کے نزدیک ضعیف قرار دیتے ہیں۔ [معارف السنن ۲۹۰/۵]

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ والی روایت کی دوسری سند

ابن عباس
|
مقسم
|
الحکم (مدلس)
|
(محمد بن عبدالرحمٰن) ابن ابی لیلیٰ (ضعیف)
|
عمران (بن محمد بن عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ
|
محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ
|
محمد بن عثمان بن ابی شیبہ
|
الطبرانی فی الکبیر
|
(۱۱/۳۸۵ح ۱۲۰۷۲)
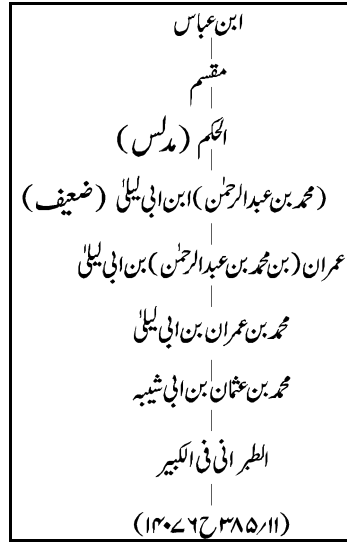
اسے محمد بن فضیل بن غزوان نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (ضعیف) سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۹۶ح۱۵۷۴۷]

بعض راویوں نے ''ترفع الأیدي'' کے الفاظ بیان کئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت مرفوعاً وموقوفاً ''لا ترفع'' اور ''ترفع'' سب الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے۔

متن پر بحث: اگر ہاتھ اُٹھانا صرف ان سات مقامات پر ہی مقید ہے تو پھر رفع الیدین کی مخالفت کرنے والے لوگ قنوت، عیدین اور دعا میں کیوں ہاتھ اُٹھاتے ہیں؟

اگر ان مقامات کی تخصیص دیگر احادیث سے ثابت ہے تو رفع الیدین عندالرکوع وعندالرفع منہ کی تخصیص صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح متواتر احادیث کے ساتھ رفع الیدین کرنا ثابت ہے لہٰذا بعض الناس کا اس روایت باطلہ سے استدلال بھی باطل ہے۔

تنبیہ: رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے منع، نسخ یا ترک پر ایک بھی صحیح

(عندالجمہور) صریح حدیث موجود نہیں ہے۔ رفع یدین کی مخالفت کرنے والے لوگوں کی پیش کردہ روایات یا تو ضعیف ہیں اور یا مجمل ومبہم، جن کی زد سے وہ خود بھی نہیں بچ سکتے۔

رفع الیدین پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

[۲] وعن نافع أن ابن عمر كان إذا دخل فى الصلوٰة كبر ورفع يديه وإذا ركع رفع يديه وإذا قال:((سمع الله لمن حمده)) رفع يديه وإذا قام من الركعتين رفع يديه ورفع ذلك ابن عمر إلى النبي صلی اللہ علیہ وسلم.

نافع (تابعی رحمہ اللہ) روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے اُٹھتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور ابن عمر اپنے اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بیان کرتے۔

[صحیح بخاری ۱۰۲/۱ حدیث ۷۳۹، مشکوٰۃ ص ۷۵ ح ۷۹۴ شرح السنۃ للبغوی ۲۱/۳ ح ۵۶۰ وقال: ''ھٰذا الحدیث صحیح'' / وصححہ ابن تیمیۃ فی الفتاویٰ الکبریٰ ۱۰۵/۲، ومجموع فتاویٰ ۴۵۳/۲۲ نیز محمد یوسف بنوری دیوبندی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے (معارف السنن ۴۵۷/۲) اور ابن خزیمہ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔]

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کا تعارف

نمبرشمار	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل	جارح	جرح	ثبوت جرح
1	يحيىٰ بن معين	ثقة	الجرح والتعديل 28/6	ابن سعد	لم يكن بالقوي في الحديث	طبقات 290/7
2	أبوزرعة الرازي	ثقة	....			
3	أبو حاتم	صالح الحديث	....			
4	العجلي	بصري ثقة	معرفة الثقات 68/2			
5	ابن حبان	كان قدرياً متقناً في الحديث غير داعية إليه	الثقات 131,130/7			
6	بخاري	صحیح بخاری کا راوی ہے۔				
7	مسلم	صحیح مسلم کا راوی ہے۔				
8	الذهبي	صدوق قوي الحديث	سير أعلام النبلاء 243/9			
9	ابن حجر	ثقة	تقريب التهذيب ص298			
☆	ابن نمير	ثقة	التهذيب منقطعاً 96/6			
10	بغوي	صحح حديثه	شرح السنة 21/3			
11	ابن خزيمة	صحح حديثه	صحيح ابن خزيمة:399			
12	الترمذي	حسن له	سنن الترمذي:251،1158			
13	ابن تيمية	صحح له	الفتاوىٰ الكبرىٰ 105/2			
14	البيهقي	ثقة	(السنن الكبرىٰ 137/2)			

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کے نزدیک عبدالاعلیٰ ثقہ ہے۔ صرف ابن سعد کاتب الواقدی نے اس پر جرح کی جس کو حافظ ابن حجر نے مردود قرار دیتے ہوئے کہا:

"هٰذا جرح مردود غير مبين السبب ولعله بسبب القدر وقد احتج به الأئمة كلهم"

یہ جرح مردود ہے، غیر واضح ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مسئلۂ تقدیر کے سبب یہ بات کی گئی ہو اور تمام اماموں نے عبدالاعلیٰ کی حدیث سے حجت پکڑی ہے۔

[ہدی الساری ص ۴۱۵]

حافظ ذہبی نے الکاشف (۱۳۰/۲) میں اسے "**ثقة لكنه قدري**" لکھا اور سیر اعلام النبلاء میں کہا: "**تقرر الحال أن حديثه من قسم الصحيح**" یہ بات اس پر ٹھہر گئی ہے کہ عبدالاعلیٰ کی حدیث صحیح حدیث کی قسم سے ہوتی ہے۔ [۲۴۳/۹]

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کی روایت کے چند شواہد ملاحظہ فرمائیں:

شاہد نمبر ۱: **عفان وحجاج بن منهال عن حماد بن سلمة عن أيوب عن نافع**

عن ابن عمر به ۔ [تغلیق التعلیق لابن حجر ۲/۳۰۵ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۷۰]

حماد ثقہ تھے۔ [الجرح والتعدیل ۳/۱۴۲ عن ابن معین وسندہ صحیح] ان سے عفان وحجاج بن منہال کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ [تہذیب الکمال للمزی مطبوع ۷/۲۵۸، ۲۵۷]

لہٰذا عفان وحجاج کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔ پس اختلاط کا الزام مردود ہے۔

آپ صحیح مسلم وسنن اربعہ کے مرکزی راوی ہیں مثلاً دیکھئے صحیح مسلم ج۱ص ۵۶ ح ۱۱۰/ ۵۹ وترقیم دار السلام: ۲۱۴، وج ۱ص ۵۷ ح ۱۸۷/ ۱۱۹ وج ۱ص ۹۱ ح ۲۵۹/ ۱۶۲ وغیرہ،

حماد بن سلمہ پر جرح مردود ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ''**حماد بن سلمة ثقة** '' حماد بن سلمہ قابل اعتماد راوی ہیں۔

[الجرح والتعدیل ۳/۱۴۲ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے تاریخ الدارمی: ۳۷ وسوالات ابن الجنید: ۲۷۱ وقال: ثقة ثبت]

العجلی المعتدل نے کہا: ''**بصري ثقة، رجل صالح، حسن الحديث** ''

[التاریخ بترتیب الہیثمی والسبکی: ۳۵۴]

یعقوب بن سفیان الفارسی یا حجاج (بن منہال) نے کہا: '' **وهو ثقة** ''

[کتاب المعرفة والتاریخ ۲/۲۶۱]

انھیں درج ذیل محدثین نے بھی ثقہ وصحیح کہا ہے:

۱: احمد بن حنبل [سوالات ابن ہانی: ۲۱۳۰، ۳۱۳۱ وموسوعة اقوال الامام احمد بن حنبل ۱/۲۹۹]

۲: ابن حبان [کتاب الثقات ۶/۲۱۶ وصحیح ابن حبان الاحسان: ۱۴، ۲۲، ۵۰۔۔۔]

۳: ابن شاہین [ذکر من اختلف العلماء ونقاد الحدیث فیہ ص ۴۱]

۴: الترمذی [۷۲، ۳۰۷، ۱۲۳۸۔۔۔]

۵: ابن الجارود [۴۶، ۱۰۷، ۱۲۴۔۔۔]

۶: الحاکم [۲/۶۰۸ ح ۴۲۰۵ وغیرہ]

۷: ابن خزیمہ [۱/۲۰۸ ح ۴۰۰ وح ۳۶۰، ۱۴۱۲]

۸: الساجی: '' **كان حافظاً ثقة ماموناً** '' [تہذیب التہذیب ۳/۱۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ''**الإمام الحافظ شيخ الإسلام** '' [تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۰۲ ت ۱۹۷]

" ولم ينحط حديثه عن رتبة الحسن" اوراس کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گری ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۴۴۶/۷]

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:" ثقة عابد أثبت الناس في ثابت ، وتغير حفظه بأخرة"

ثقہ عابد تھے، ثابت (البنانی) سے روایت کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ ثقہ ہیں، آپ کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ [تقریب التہذیب:۱۴۹۹]

صحیحین میں جس مختلط و متغیر الحفظ راوی سے استدلال کیا گیا ہے اس کی دلیل ہے کہ اس کے شاگردوں کی روایات اختلاط سے پہلے کی ہیں (الا یہ کہ تخصیص ثابت ہو جائے)۔
[دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح ص ۴۶۶ دوسرا نسخہ ۴۹۹]

خلاصہ یہ کہ روایت مذکورہ پر اختلاط کی جرح مردود ہے کیونکہ یہ اختلاط و تغیر سے پہلے کی ہے والحمد للہ

شاہد نمبر۲: إبراهيم بن طهمان عن أيوب بن أبي تميمة و موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر به مختصراً . [تغلیق التعلیق ۳۰۶/۲ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۷۰/۲]

مختصراً کا مطلب یہ ہے کہ حماد بن سلمہ اور ابراہیم بن طہمان کی روایتوں میں تین مقامات پر رفع الیدین کا ذکر ہے۔ دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر نہیں اور یہ مسلَّم ہے کہ عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

ابراہیم بن طہمان ثقہ تھے۔ [میزان الاعتدال ۳۸/۱]

محدث اسماعیلی کا بعض مجہول و نامعلوم مشائخ سے اس روایت کی تضعیف کرنا مردود ہے۔ صحیح بخاری کی روایات کو ضعیف کہنے کے لیے "بڑی دلیری" کی ضرورت ہے۔!

امام دارقطنی نے کتاب العلل میں عبدالاعلیٰ کی روایت کو " الأشبه بالصواب " قرار دیا ہے۔
[فتح الباری ۱۷۶/۲]

تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین بالکل ثابت نہیں ہے۔ ابوبکر بن عیاش

وغیرہ کی روایات وہم کی وجہ سے ضعیف ومردود ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاءاللہ

[۳] عن أبي قلابة أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلّى كبر ثم رفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل هكذا.

ابوقلابہ تابعی فرماتے ہیں کہ (سیدنا) مالک بن الحویرث (رضی اللہ عنہ) جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

[صحیح البخاری ۱۰۲/۱ ح ۷۳۷ وصحیح مسلم ۱۶۸/۱ ح: ۳۹۱ واللفظ لہ وترقیم دارالسلام: ۸۶۴]

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح ابن خزیمہ (۲۹۵/۱ ح ۵۸۵) صحیح ابن حبان (۱۷۵/۳ ح ۱۸۷۰) صحیح ابی عوانہ (۹۴/۲)

ابوقلابہ عبداللہ بن زید ثقہ تھے۔ انھیں محمد بن سیرین تابعی اور ابوحاتم الرازی نے ثقہ کہا۔

[الجرح والتعدیل ۵۸/۵ وھو صحیح]

آپ کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔ [الاستغناء فی اسماء المعروفین بالکنٰی ص ۹۲]

یہ حدیث سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے ابوقلابہ اور نصر بن عاصم (دو تابعین) نے روایت کی ہے۔ ابوقلابہ سے خالد الحذاء اور اس سے خالد بن عبداللہ الطحان اور اسماعیل بن علیۃ نے یہ روایت بیان کی ہے۔

نصر بن عاصم سے قتادہ نے اور اس سے شعبہ، سعید بن ابی عروبہ، سعید بن بشیر، ہمام، عمران القطان، حماد بن سلمہ، ہشام اور ابوعوانہ نے یہ روایت بیان کی ہے۔

شعبہ سے عاصم بن علی، خالد، حفص بن عمر، یحییٰ بن سعید، ابوداود الطیالسی، سلیمان ابن حرب، ابن مہدی، ابوالولید الطیالسی، عبدالصمد اور آدم بن ابی ایاس نے روایت بیان کی ہے۔ ان میں سے کسی روایت میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ شعبہ کی

روایت قتادہ سے تصریح سماع پر محمول ہوتی ہے۔

سعید بن ابی عروبہ سے عبدالاعلیٰ، ابن نمیر، یزید بن زریع، ابن علیۃ، ابن ابی عدی، محمد بن حفص اور خالد بن الحارث نے یہ روایت بیان کی ہے۔ بعض کی روایات میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر ہے مگر قتادہ مدلس ہیں اور سجدوں میں رفع یدین والے الفاظ میں ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے لہٰذا یہ روایات ضعیف ہیں۔ حماد، عمران اور سعید کی روایات میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ ہمام کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ فی الرکوع (قبل الرکوع) و فی السجود (قبل السجود اذا رفع راسہ من الرکوع) لہٰذا یہ روایت اپنے منطوق پر صریح نہیں ہے۔ ہشام سے ابو عامر، عبدالصمد، یزید بن زریع اور معاویہ بن ہشام یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ صرف معاویہ بن ہشام کی روایت میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر ہے۔ باقی تینوں کی روایات میں نہیں۔

فائدہ: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بنولیث کے وفد میں غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے۔ دیکھئے فتح الباری (ج ۲ ص ۱۱۰ تحت ح ۶۲۸) ارشاد الساری للقسطلانی (۱۶/۲)

غزوۂ تبوک ۹ ہجری میں ہوا تھا۔ دیکھئے فتح الباری (۱۱۱/۸ ح ۴۴۱۵)

سج = سجدوں میں رفع یدین

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
|
نصر بن عاصم
|
قتادہ
|
سعید بن ابی عروبہ
|
محمد بن ابی عدی

احمد بن حنبل مسند 321 سج ع ذ
محمد بن مثنی
- صحیح مسلم 321 ذ ع
- عبداللہ بن محمد۔ ابوالولید الفقیہ۔ ابوعبداللہ الحافظ۔ بیہقی 321 ع ذ
- نسائی۔ محمد بن معاویہ۔ عبداللہ بن ربیع۔ محلیٰ ابن حزم 321 ع سج

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
ابوقلابہ۔خالد
(اسماعیل)ابن علیہ۔321ع (جزء البخاری)
خالد بن عبداللہ۔اسحٰق الواسطی۔صحیح بخاری 321ف ع
یحیٰی بن یحیٰی۔صحیح مسلم 321ف ع
ابوعوانہ۔ابوکامل الجحدری۔صحیح مسلم 321ف ع ذ
ابوعامر
عبدالصمد۔مسند احمد 321ع ذ
حمیدی ابوعوانہ 321
ہشام
معاذ بن ہشام۔محمد بن المثنی۔سنن نسائی 321ع سج
یزید بن زریع۔حمید بن مسعدہ۔ابن ماجہ 321ع
حماد بن سلمہ۔موسیٰ بن اسماعیل۔جزء البخاری 321ع ذ
عمران القطان۔شعیب بن بیان۔مہلب بن العلاء۔محمد بن خالد الراسبی۔طبرانی الکبیر 321ع ذ
ہمام۔عفان۔مسند احمد۔کان یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود
سعید بن بشیر۔عبدالحمید بن بکار۔احمد بن بشر بن حبیب۔الطبرانی الکبیر (285/19) 321ع ذ
خالد بن الحارث۔۔بیہقی 321ع ذ
محمد بن حفص۔مسند احمد 321ذ ع سج
احمد 3 سج ذ
بیہقی 321ع ذ
محمد بن ابی عدی
محمد بن المثنی
صحیح مسلم 321ف ع ذ
ابن علیہ۔سنن نسائی 321ذ ع مسند احمد
یزید بن زریع 321ع ذ جزء البخاری
سعید (ابن ابی عروبہ
ابن نمیر۔ابن ابی شیبہ 321ع ذ
عبدالاعلیٰ۔محمد بن المثنی۔نسائی 321ع سج
آدم بن ابی ایاس۔جزء البخاری 321ع
عبدالصمد بن عبدالوارث۔ابوقلابہ۔مسند ابی عوانہ 321ع منکبیہ
ابوالولید۔سنن دارمی 321ع ذ
عبدالرحمٰن بن مہدی۔سنن دارقطنی 321ع
سلیمان بن حرب۔ابوخلیفہ۔صحیح ابن حبان 321ع ذ
ابوداود الطیالسی 321ع
یحیٰی بن سعید۔مسند احمد 321ذ ع
نصر بن عاصم۔قتادہ
حفص بن عمر۔سنن ابی داود 321ع ذ
خالد۔محمد بن عبداللہ۔سنن نسائی 321ف ذ
شعبہ
عاصم بن علی۔عمر بن حفص السدوسی۔الطبرانی
الکبیر 284/19، 321ع ذ
ع۔۔۔مرفوع
ف۔۔۔موقوف
سج۔۔۔سجدوں میں رفع یدین

انور شاہ کاشمیری دیوبندی کہتے ہیں: ''وشعبة فی النسخة غلط''إلخ

اور (سنن نسائی کے) نسخہ میں شعبہ (کالفظ) غلط ہے الخ (نیل الفرقدین ص ۳۲)

یہ عبارت حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے نقل کر کے اس پر حسبِ عادت نیش زنی کر رکھی ہے۔ [دیکھئے نور الصباح ص ۲۳۰]

محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب نے کہا:

'' تنبيه :وقع في نسخة النسائي المطبوعة بالهند:شعبة عن قتادة بدل سعيد عن قتادة وهو تصحيف صرح عليه شيخنا أيضاً فيه '' نيل الفرقدين'' وقال فيه (۳۲)...... [معارف السنن ج۲ص۴۵۶]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بنوری صاحب بھی اپنے استاد انور شاہ کاشمیری کی طرح ''شعبہ'' کے لفظ کو وہم سمجھتے ہیں اور صحیح لفظ ''سعید'' قرار دیتے ہیں۔ یہ دو دیوبندی اکابر کی گواہی ہے۔

اس کی تردید کرتے ہوئے ڈیروی صاحب لکھتے ہیں کہ ''جس طرح شعبہؒ نسائی میں موجود ہیں اسی طرح سے صحیح ابوعوانہ میں بھی موجود ہیں۔'' [نور الصباح ص۲۳۰]

قارئین کرام! ڈیروی صاحب کی یہ بات سوفی صد جھوٹ ہے۔ آپ مسند ابی عوانہ اُٹھا کر دیکھیں (جلد۲صفحہ۹۴، ۹۵) اس میں شعبہ کی جو روایت ہے وہ عبدالصمد اور ابوالولید کی سند کے ساتھ ہے اور اس میں ڈیروی صاحب کے بیان کردہ سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔

تنبیہ: یہاں عدمِ ذکر اور نفیِ ذکر کا مسئلہ نہیں کیونکہ شعبہ کی بیان کردہ اس روایت میں کہیں بھی سجدوں والے رفع یدین کا وجود نہیں ہے۔

یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ سجدوں والے رفع الیدین کی روایت شعبہ کی سند کے ساتھ نہیں ہے۔ نسائی کی روایت سعید بن ابی عروبہ سے ہے، شعبہ سے نہیں ہے۔

سنن النسائی کی سجدوں میں رفع الیدین والی حدیث

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' أخبرنا محمد بن المثنیٰ :حدثنا ابن أبي عدي عن [سعيد] عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث أنه رأى النبيﷺ رفع يديه في صلاته وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد

وإذا رفع رأسه من السجود حتٰی یحاذي بھما فروع أذنیه ''

[ج ۲ص ۲۰۵، ۲۰۶ ح ۱۰۸۶ طبع دارالسلام]

یادرہے کہ امام نسائی کی سنن صغریٰ (المجتبیٰ) کے عام نسخوں میں غلطی سے ''عن سعید '' کے بجائے ''عن شعبة '' چھپ گیا ہے۔

دلیل نمبر ۱: ابن ابی عدی سے یہی روایت احمد بن حنبل نے سعید بن ابی عروبہ کی سند سے نقل کی ہے۔ [مسند احمد ۳/ ۴۳۶ ح ۱۵۶۸۵]

دلیل نمبر ۲: ابن ابی عدی سے محمد بن المثنی کی روایت امام مسلم نے سعید بن ابی عروبہ کی سند سے نقل کی ہے۔ [صحیح مسلم ح ۲۶/ ۳۹۱ وترقیم دارالسلام: ۸۶۶]

دلیل نمبر ۳: یہی روایت اسی سند ومتن کے ساتھ امام نسائی کی السنن الکبریٰ (ج ۱ص ۲۲۸ ح ۶۷۲ دوسرانسخہ ج ۱ص ۳۴۳ ح ۶۷۶) میں ''سعید عن قتادة '' کی سند سے موجود ہے۔

یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے ''المجتبیٰ'' میں ناسخ یا کاتب کی غلطی کی وجہ سے ''سعید عن قتادة '' کے بجائے ''شعبة عن قتادة '' درج ہو گیا ہے۔

دلیل نمبر ۴: ابن حزم نے المحلیٰ (۴/ ۹۲ مسئلہ ۴۴۲) میں اپنی سند کے ساتھ امام نسائی (کی السنن الکبریٰ) سے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس میں سعید بن ابی عروبہ کا نام ہے۔

امام نسائی کے شاگرد محمد بن معاویہ/ ابن الاحمر ثقہ تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۶۸]

دلیل نمبر ۵: حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲/ ۱۷۷) میں یہ روایت نسائی سے سعید بن ابی عروبہ کی صراحت سے نقل کی ہے۔ (حافظ المزی نے تحفۃ الاشراف میں شعبہ کے طریق سے نقل کی ہے لہٰذا یہ خطا قدیم ہے)

دلیل نمبر ۶: حافظ ابن حبان نے بتایا کہ (بعض اوقات) سعید، شعبہ اور شعبہ سعید بن جاتا ہے۔ [المجروحین ج ۱ص ۵۹]

دلیل نمبر ۷: طحاوی حنفی نے یہی روایت امام احمد بن شعیب النسائی سے ''سعید'' کی سند سے نقل کی ہے۔ [مشکل الآثار طبع جدید ج ۱۵ص ۵۷، تحفۃ الاخیار ج ۲ص ۳۱ ح ۶۳۲]

دلیل نمبر ۸: امام بیہقی نے محمد بن المثنیٰ والی روایت سعید کی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔
[السنن الکبریٰ ۲/۲۵، ۷۱]

غرض یہ کہ یہ روایت سعید بن ابی عروبہ کی سند سے ہے اور تدلیس سعید، اختلاط سعید تدلیسِ قتادہ اور شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[٤] عن وائل بن حجر أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلٰوة كبر، وصف همام حيال أذنيه ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنٰى على اليسرىٰ فلما أراد أن يركع أخرج يديه من الثوب ثم رفعهما ثم كبر فركع فلما قال((سمع الله لمن حمده)) رفع يديه فلما سجد سجدبين كفيه.

(سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نماز میں داخل ہوئے، جب تکبیر کہی رفع یدین کیا۔ ہمام (راوی) نے کانوں تک بیان کیا۔ پھر کپڑا لپیٹ لیا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع الیدین کیا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا (رکوع سے کھڑے ہوئے) تو رفع الیدین کیا۔ پس جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔
[صحیح مسلم مع شرح النووی ۴/۱۱۴ ح ۴۰۱]

رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کے مفہوم کے ساتھ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:
[صحیح ابن خزیمہ (۱/۳۴۶ ح ۶۹۷) صحیح ابن حبان (۳/۱۶۷، ۱۶۸ ح ۱۸۵۷) صحیح ابی عوانہ (۲/۹۷)]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حافظ ابن حبان کہتے ہیں کہ آپ یمن کے عظیم بادشاہ تھے اور بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے آنے سے تین دن پہلے ہی آپ کی بشارت دے

دی تھی۔ [کتاب الثقات لابن حبان ۴۲۴/۳، ۴۲۵، کتاب مشاہیر علماء الامصار لابن حبان ص۴۴ رقم: ۲۷۶]

حافظ ابن کثیر الدمشقی نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی آمد کا ذکر ان وفود میں کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۹ھ میں آئے تھے۔ [البدایہ والنہایہ ج۵ ص۷۱]

عینی حنفی نے کہا کہ وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) ۹ ہجری کو مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے۔
[عمدۃ القاری ج۵ ص۲۷۴ تحت ح۷۳۵]

اس کے بعد آپ سردیوں میں (اگلے سال ۱۰ھ) دوبارہ آئے تھے۔
[صحیح ابن حبان ۱۶۹/۳ ح۱۸۵۷]

اس سال بھی آپ نے رفع الیدین کا ہی مشاہدہ فرمایا۔ [سنن ابی داود: ۷۲۷ و إسنادہ صحیح]

بعض لوگوں نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر دو اعتراض کئے ہیں:

۱: وائل اعرابی (بدو) تھے، شریعت اسلامی سے ناواقف تھے۔

۲: انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

اوپر ذکر کردہ دلائل کی روشنی میں یہ دونوں اعتراضات باطل اور جھوٹ ہیں۔ یہ اعتراضات اپنے کہنے والے کی جہالت کا واضح و ناقابل تردید ثبوت ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بہت بلند ہے اور کسی دفاع کا محتاج نہیں ہے۔

[۵] عبدالحمید بن جعفر قال: حدثنا محمد بن عمرو بن عطاء قال: سمعت أباحميد الساعدي في عشرة من أصحاب النبي ﷺ فيهم أبو قتادة، فقال أبو حميد أنا أعلمكم بصلاة رسول الله ﷺ قالوا: لم فوالله ما كنت أكثرنا له تبعة ولا أقدمنا له صحبة؟ قال: بلٰى قالوا: فاعرض، قال: كان رسول الله ﷺ إذا قام إلى الصلٰوة كبر ثم رفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه و يقيم كل عظم في موضعه ثم يقرأ ثم يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ثم يركع و يضع راحتيه علٰى ركبتيه معتدلاً لا يصوب رأسه ولا يقنع به يقول:

((سمع الله لمن حمده)) و يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ..... ثم إذا قام من الركعتين رفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه كما صنع عند افتتاح الصلوٰة...... فقالوا: صدقت هٰكذا كان يصلي النبي ﷺ .

عبدالحمید بن جعفر نے کہا: میں نے محمد بن عمرو بن عطاء سے سنا، اس نے کہا: میں نے ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) سے دس صحابیوں میں سنا جن میں ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔ ابوحمید (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں۔ انھوں نے کہا: آپ نہ تو ہم سے پہلے مسلمان ہوئے، نہ ہم سے زیادہ آپ کی صحبت اختیار کی ہے (اور نہ ہم سے زیادہ ان کی اتباع کی ہے) ابوحمید نے کہا: یہ بات ٹھیک ہے تو انھوں نے کہا: اچھا پھر پیش کریں۔

سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر ٹھہر جاتی۔ پھر قراءت کرتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے، رکوع میں نہ سر اونچا رکھتے اور نہ نیچا، پھر سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ۔۔۔ پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے۔ (دس کے دس) صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے کہا: آپ نے سچ کہا، نبی ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے ۔۔۔ انتہی۔!

[صحیح ابن حبان ۳/۱۷۰ ح ۱۸۶۴ واللفظ لہ ۳/۱۷۳ ح ۱۸۶۷ صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۷ ح ۵۸۷ مختصراً منتقی ابن الجارود ص۷۴، ۷۵ ح ۱۹۲، جامع الترمذی ۱/۶۷ ح ۳۰۴ وقال: "ھٰذا حدیث حسن صحیح"، وصححہ البخاری فی جزء رفع الیدین ص ۸ ۱/۷ ح ۱۰۲ وابن تیمیۃ (الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ المجموع ۲۲/۴۵۳) وابن القیم فی تہذیب سنن ابی داود (۲/۴۱۶) و قال: " حديث أبي حميد هٰذا حديث صحيح متلقى بالقبول لا علة له و قد أعله قوم بمابرأه الله أئمة الحديث منه و نحن نذكر ما عللوه به ثم نبين فساد تعليلهم و بطلانه بعون الله "

یعنی یہ حدیث صحیح ہے اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ اس میں کوئی علت نہیں ہے اور ایک قوم نے اسے معلول گردانا جس سے اللہ نے ائمۂ حدیث کو بری قرار دیا ہے اور ہم ان کی بیان کردہ علتیں بیان کریں گے۔ پھر ان کی علتوں کا فاسد اور باطل ہونا اللہ تعالیٰ کی مدد سے بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

ان کے علاوہ دوسری بہت سی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ وقال الخطابی فی معالم السنن (۱۹۴/۱) حدیث صحیح]

رفع الیدین کے مفہوم کے ساتھ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے عباس بن سہل الساعدی کی روایت میں ہے کہ اس وقت یہ صحابہ بھی موجود تھے۔

سہل بن سعد الساعدی، ابواسید الساعدی، ابوہریرہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔!

[مختصراً من صحیح ابن خزیمہ ۲۹۸/۱ ح ۵۸۹ و صحیح ابن حبان ۱۷۴/۳ ح ۱۸۶۸ جزء رفع الیدین للبخاری ص ۳۷ رقم ۵ واسنادہ حسن]

حافظ ابوحاتم بن حبان البستی نے کہا: دونوں روایتیں (روایت محمد بن عمرو بن عطاء اور روایت عباس بن سہل الساعدی) محفوظ ہیں۔ [صحیح ابن حبان ۱۷۰/۳ تحت ح ۱۸۶۳]

صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ محمد بن یحییٰ (ثقہ امام) نے فرمایا:

"من سمع هذا الحديث ثم لم يرفع يديه يعني إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع فصلاته ناقصة"

جس نے یہ حدیث سنی اور رفع الیدین نہ کیا تو اس کی نماز ناقص ہے۔

[ج ۱ ص ۲۷۰ ح ۵۸۹]

تخریج حدیث أبي حمید رضي الله عنه في رفع الیدین

عبدالحمید بن جعفر کا تعارف
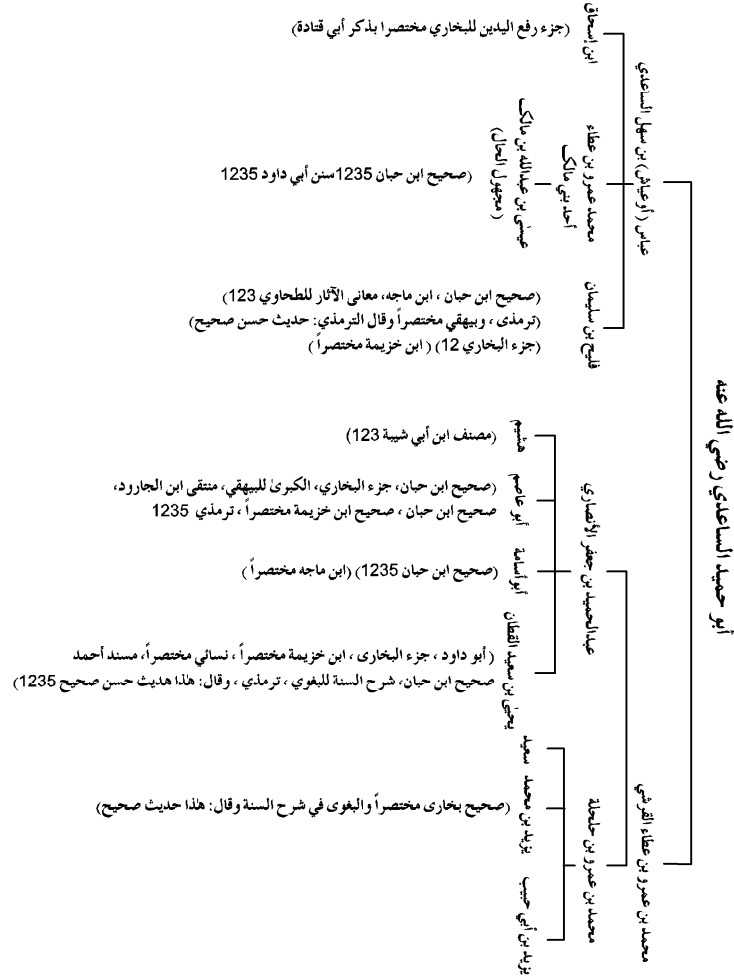
نمبر شمار	معدل	تعدیل	حوالہ	جارح	جرح	حوالہ
1	أحمدبن حنبل	ثقة ليس به بأس	تهذيب التهذيب	أبو حاتم	محله الصدق	1
2	ابن معين	ثقة ليس به بأس	....		لا يحتج به	
3	ابن عدي	أرجو أنه لا بأس به	....	طحاوي	(جرحه)	2
4	ابن سعد	ثقة كثير الحديث	....	النسائي	ليس بالقوى	3
5	الساجي	ثقة صدوق	....	يحيىٰ القطان	(كان يضعفه)	4
6	ابن نمير	ثقة	....	الثوري	(كان يضعفه)	5
7	مسلم	(احتج به فى الصحيح)	....			
8	ابن خزيمة	(احتج به فى الصحيح)	....			
9	ابن حبان	أحد الثقات المتقنين	....			
10	على بن المديني	وكان عندنا ثقة	....			
11	الترمذي	(صحح له في سننه)	....			
12	ابن القطان	ثقة	....			
13	عبدالحق	ثقة	....			
14	بيهقي	تضعيف الطحاوي مردود	....			
15	النسائي	ليس به بأس	....			
16	يحيى بن سعيد	(كان يوثقه)	....			
	القطان		....			
17	البوصيري	ثقة	الزوائد : ۱۹۳/۲			
18	الحاكم	(صحح له)	المستدرک ۱/۵۰۰			
19	ابن تيمية	.....				
20	ابن قيم	.....				
21	بخاري	.....				
22	ابن حجر	صدوق رمى بالقدر وربما وهم				

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبدالحمید بن جعفر کے موثقین زیادہ اور بڑے عالم ہیں۔

زیلعی حنفی نے کہا: ''و لكن وثقه أكثر العلماء'' یعنی اسے اکثر علماء نے ثقہ قرار دیا ہے انتہیٰ۔

[نصب الرایۃ ۱/۳۴۴ (اس کے بعد زیلعی نے جو ''أنه غلط في هذا الحديث'' کے الفاظ لکھے ہیں، وہ دو وجہ سے مردود ہیں: ① یہ جمہور کے خلاف ہیں۔ ② وہ دوسری حدیث ہے ہماری پیش کردہ حدیث نہیں ہے۔]

لہٰذا عبدالحمید مذکور ثقہ ہے۔

ابوحاتم، نسائی اور یحییٰ بن سعید کی جرح ان کی تعدیل سے متصادم ہے، لہٰذا ساقط ہے۔ حافظ ذہبی عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت کے ترجمہ میں حافظ ابن حبان کے دو متضاد قول نقل کرتے ہیں، ایک میں اسے ضعیف اور دوسرے میں اسے ثقہ کہا گیا ہے اور فیصلہ کرتے ہیں: ''فساقط قولاه'' ابن حبان کے دونوں متضاد قول ساقط ہو گئے ہیں۔

[میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]

سفیان الثوری کی جرح مسئلۂ تقدیر کی وجہ سے تھی جس کی تردید حافظ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' (۷/۲۱) میں مسکت انداز میں کر دی ہے۔ صحیحین وغیرہ ہی میں ایک جماعت کی احادیث ہیں جن پر قدری وغیرہ کا الزام ہے۔ (مثلاً قتادہ تابعی وغیرہ) کیا ان کی حدیث رد کر دی جائے گی؟ دیدہ باید!

ابوجعفر الطحاوی کی جرح کو احمد بن الحسین البیہقی نے مردود قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر کا وہ مقام نہیں کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کی صاف اور واضح توثیق کے مقابلے میں ان کی شاذ بات کو قبول کیا جائے۔

(بشرطیکہ ان کے قول کو جرح پر محمول کیا جائے ورنہ ان کا قول جرح نہیں ہے۔)

اسی لیے حافظ ذہبی لکھتے ہیں: '' احتج به الجماعة و هو حسن الحديث''

ایک جماعت نے اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے (سوائے امام بخاری کے) اور وہ حسن الحدیث ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۷/۲۲]

(امام بخاری نے بھی اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کما تقدم ، لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہے۔)

حافظ ابوحاتم بن حبان لکھتے ہیں:

”عبدالحمید رضي الله عنه أحد الثقات المتقنین قد سبرت أخباره فلم أره انفرد بحدیث منکر لم یشارك فیه“

عبدالحمید (بن جعفر) رضی اللہ عنہ ثقہ متقن تھے۔ میں نے ان کی احادیث کی جانچ پڑتال کی ہے، وہ کسی منکر حدیث کے ساتھ منفرد نہیں ہیں۔ [صحیح ابن حبان ۳/۲ ۷۱ ح ۱۸۶۴]

محمد بن عمرو بن عطاء کا تعارف

کتبِ ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ انھیں ابوزرعہ، نسائی، ابوحاتم، ابن سعد اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: ”**أحد الثقات**“ [سیر اعلام النبلاء ۲۲۵/۵]

تہذیب میں جو جرح نقل کی گئی ہے وہ محمد بن عمرو اللیثی پر ہے۔ لہٰذا ابن عطاء بالاتفاق ثقہ ہیں۔ انھوں نے یہ حدیث سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے ان کی ایک روایت صحیح بخاری میں بھی ہے لہٰذا انقطاع کا بے بنیاد الزام مردود ہے۔

عباس بن سہل الساعدی نے ان کی متابعت بھی کی ہے۔ (رواہ فلیح بن سلیمان عنہ) جیسا کہ تخریجی جدول سے ظاہر ہے۔

عطاف بن خالد کی روایت

طحاوی حنفی عبدالحمید بن جعفر کی روایت کے معارضہ میں عطاف بن خالد کی روایت لائے ہیں۔ [معانی الآثار ۲۵۹/۱]

عبداللہ بن صالح --> یحییٰ بن سعید --> عطاف بن خالد --> محمد بن عمرو بن عطاء --> رجل

اس کا مرکزی راوی عبداللہ بن صالح متکلم فیہ ہے۔ امام نسائی نے کہا: **لیس بثقة** احمد بن حنبل، ابن معین اور ابن المدینی نے اس پر جرح کی ہے۔

[الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ۳۰۹/۱]

بعض نے اس کی توثیق کی ہے، مگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی (المتوفی ۸۰۷ھ) نے کہا: ''**وعبداللہ بن صالح ضعفه الجمهور و قال عبدالملك بن شعيب: ثقة مأمون** '' [مجمع الزوائد ۲۱/۷]

لہٰذا جمہور کے مقابلے میں عبدالملک بن شعیب وغیرہ کی توثیق مردود ہے۔

امام بخاری، ابن معین، ابوزرعہ اور امام ابوحاتم کی اس سے روایت اس کی صحیح حدیث میں سے ہے۔ [ہدی الساری لابن حجر ص ۴۱۲ ترجمہ عبداللہ بن صالح]

یہ روایت ''اہل الحذق'' کے طریق سے نہیں ہے لہٰذا ضعیف ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو ''**رجل** '' سے مراد ''عباس اور عیاش بن سہل الساعدی'' ہے۔

ظاہر ہے کہ مفسر مبہم پر مقدم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک راوی کہتا ہے:

عن رجل عن أبي هريرة اور یہی راوی کہتا ہے: ''**عن محمد بن زياد عن أبي هريرة**'' تو اس ''**رجل** '' سے لامحالہ ''محمد بن زیاد'' ہی مراد ہوگا۔

لہٰذا عطاف بن خالد کی (بشرط صحت) روایت کے ساتھ عبدالحمید بن جعفر کی حدیث پر اعتراض فضول ہے جب کہ دیگر کئی راویوں نے اس کی متابعت بھی کر رکھی ہے۔

اضطراب کا دعویٰ

بعض مغالطہ دینے والوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ کیوں کہ

1- **محمد بن عمرو بن عطاء عن أبي حميد**

2- **محمد بن عمرو أخبرني مالك عن عياش أو عباس بن سهل**

3- **محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سهل عن أبي حميد**

4- **محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس أو عياش**

5- محمد بن عمرو بن عطاء: حدثني رجل

کی اسانید کے ساتھ یہ روایت مروی ہے۔

روایت نمبر۲ کے بارے میں عرض ہے کہ یہ روایت من وعن اسی سند کے ساتھ سنن ابی داود جلد ۱ صفحہ ۴۷۰ رقم ۷۳۳ اور صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۷۰ رقم ۱۸۶۳ پر موجود ہے، اس میں ہے۔

محمد بن عمرو بن عطاء أحد بني مالك عن عباس بن سهل

أحد بني مالك کا لفظ ''السنن الکبریٰ'' میں غلطی سے '' **أخبرني مالك** ''

چھپ گیا ہے۔ [دیکھئے ج۲ص۱۰۱]

بہرحال اگر قدیم نسخہ میں '' **أخبرني مالك** '' ہی ہو تو بھی (کاتب کی غلطی کی وجہ سے) شاذ ہے۔ روایت نمبر ۱، ۳، ۴ کے بارے میں ابن حبان کا یہ فیصلہ ہے:

''**سمع هذا الخبر محمد بن عمرو بن عطاء عن أبي حميد الساعدي و سمعه من عباس بن سهل بن سعد الساعدي فالطريقان جميعاً محفوظان**''

یعنی محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث ابوحمید اور عباس بن سہل دونوں سے سنی ہے لہٰذا دونوں سندیں محفوظ ہیں۔ [الاحسان: ۱۸۶۳]

یاد رہے کہ **عباس بن سهل عن أبيه** والی روایت ہمارے علم میں نہیں ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سہل والی روایت میں ایک شخص عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے لہٰذا اس کی روایت کو عبدالحمید بن جعفر کے مقابلہ میں پیش کرنا فضول ہے۔

(۵) یعنی عطاف بن خالد کی روایت میں رجل سے مراد عباس بن سہل ہے جیسا کہ جدول سے ظاہر ہے لہٰذا اضطراب کا دعویٰ مردود ہے۔ اسی لیے تو بڑے بڑے ائمۂ فن اور جید علماء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات

سیدنا ابوقتادہ الحارث بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ [الجرح والتعدیل ۳/۷۴]

① - امام اللیث (بن سعد، ثقہ امام، متوفی ۱۷۵ھ) نے کہا:

ابوقتادہ الحارث بن ربعی بن النعمان الانصاری (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[کتاب المعرفۃ والتاریخ یعقوب بن سفیان ۳/۳۲۲]

② - سعید بن عفیر (المتوفی ۲۲۶ھ، صدوق عالم بالانساب) نے کہا:

ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ج۱ص۱۶۱]

③ - امام یحییٰ بن معین (ثقہ امام) نے فرمایا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[کتاب الکنیٰ للدولابی (حنفی) ج۱ص۴۹]

④ - یہی بات امام ترمذی (ثقہ امام) اور

⑤ - ابوعبداللہ بن مندہ الحافظ (ثقہ امام) کی ہے۔

[تہذیب السنن لابن القیم مع عون المعبود ج۲ص۴۲۲]

⑥ - امام بیہقی (ثقہ امام) نے فرمایا: اہل تاریخ کا اس پر اجماع ہے کہ ابوقتادہ الحارث بن ربعی بن النعمان الانصاری ۵۴ھ کو فوت ہوئے تھے۔ [حوالہ مذکورہ بالا]

⑦ - ابراہیم بن المنذر نے کہا: ابوقتادہ مدینہ میں ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔

[مستدرک حاکم ۳/۴۸۰]

⑧ - ذہبی نے کہا: آپ ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔ [تجرید اسماء الصحابۃ ۲/۱۹۴]

⑨ - ابن حجر نے کہا: آپ ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔ [تقریب التہذیب ص۴۲۲]

⑩ - ابن کثیر نے انھیں ۵۴ھ کی وفیات میں ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ۸/۷۰]

نقاب کشائی

ان جمہور علماء کے مقابلے میں حبیب اللہ صاحب ڈیروی دیوبندی نے '' نورالصباح '' صفحہ ۲۰۷ پر کہا: ''امام ہیثم بن عدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ [دیکھئے البدایہ والنہایہ ج۸ص۶۸] ''

اول تو ابن کثیر نے ''زعم الهيثم بن عدي وغيره... و هذا غريب'' کہہ کر اس قول کی تردید کردی ہے۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ) دوسرے یہ کہ ہیثم بن عدی مشہور کذاب ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ [دیکھئے ص ۴۰]

ایک زبردست دلیل

اُم کلثوم بنت علی بن ابی طالب کا انتقال ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان (۵۴ھ میں) ہوا۔
[التاریخ الصغیر للبخاری ج ۱ ص ۱۲۵۔۱۲۸]

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام کلثوم کا جنازہ پڑھایا گیا تو لوگوں میں ابن عمرؓ ابو ہریرہؓ ابوسعید اور ابوقتادہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی موجود تھے۔
[مصنف عبدالرزاق ۳/۴۶۵ ح ۶۳۳۷، سنن نسائی ۴/۷۱ ح ۱۹۷۸ واسنادہ صحیح]

اس قسم کی روایت عمار مولیٰ الحارث بن نوفل سے بھی مروی ہے۔

یہ جنازہ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے دورِ امارت میں پڑھا گیا ہے۔ سعید بن العاص ۴۸ھ سے ۵۵ھ تک اقتدار میں رہے۔ [تہذیب السنن ۲/۴۲۳]

یہ بات عقلاً محال ہے کہ ۳۸ھ میں فوت ہونے والا ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان (۵۴ھ) میں ہونے والے جنازہ میں شریک ہو لہٰذا درج بالا روایت نص قاطع ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۵۰ھ کے بعد (۵۴ھ میں) فوت ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔

بعض متعصبین کا منقطع و بے سند روایات اور ہیثم بن عدی جیسے کذاب کے قول پر انھیں ۳۸ھ میں فوت شدہ قرار دینا انتہائی غلط اور دھاندلی ہے۔

حافظ ابن قیم الجوزیہ نے اس حدیث پر تہذیب سنن ابی داود میں مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے اور مخالفین و معاندین کے دندان شکن جوابات دیے ہیں۔

ایک اور نکتہ

محمد بن سیرین (رحمہ اللہ) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد ہیں۔ [تہذیب التہذیب ۹/۱۹۰]

ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) سے ان کی ایک روایت سنن ترمذی وغیرہ میں ہے۔
[سنن الترمذی: ۹۹۵، تحفۃ الاشراف ۹/ ۲۶۴ وقال الترمذی: حسن غریب]
آپ ۷۷ سال کی عمر میں ۱۱۰ھ کو فوت ہوئے۔ [ملخصاً من التہذیب والتقریب]
یعنی آپ ۳۳ھ کو پیدا ہوئے۔

ابوحمید کے شاگرد محمد بن عمرو العامری ۸۳ سال کی عمر میں ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئے۔ [کتاب الثقات لابن حبان ۳/ ۳۶۸]
ہشام ۱۲۵ھ میں فوت ہوا۔ [شذرات الذہب ۱/ ۱۶۳]
یعنی محمد بن عمرو ۴۲ھ کو پیدا ہوئے۔
یعنی آپ محمد بن سیرین سے صرف نو (۹) سال چھوٹے تھے۔

جب ابن سیرین سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر سکتے ہیں تو کیا امر مانع ہے کہ محمد بن عمرو کی بھی ان سے ملاقات ہوئی ہو۔

یاد رہے کہ ابوحمید رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو کی روایت صحیح بخاری میں بھی ہے۔ محمد بن سیرین جن صحابہ کے شاگرد ہیں، ان کی وفیات ۴۸ھ اور اس کے بعد کی ہیں۔
سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ان کی روایت مرسل ہے۔
[جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ العلائی ص ۲۶۴]

اس روایت کی مفصل تحقیق کے لیے دیکھئے ''سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث'' یہی کتاب ص ۲۴۴ تا ۲۷۰

[٥] سليمان بن داود الهاشمي: أخبرنا عبدالرحمٰن بن أبي الزناد عن موسٰى بن عقبة عن عبدالله بن الفضل الهاشمي: أخبرنا عبدالرحمٰن الأعرج عن عبيدالله بن أبي رافع عن علي بن أبي طالب عن النبي ﷺ أنه كان إذا قام إلى الصلوٰة المكتوبة كبرورفع يديه حذو منكبيه ويصنع مثل ذلك إذا قضى قراء ته وأراد أن يركع ويصنعه إذا رفع من الركوع ولا يرفع يديه في شئ من صلاته وهو قاعد وإذا قام من السجدتين رفع يديه كذلك وكبر.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (ادا کرنے) کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہہ کر کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے اور قراءت ختم کر کے رکوع جاتے ہوئے بھی اسی طرح کرتے اور رکوع سے اُٹھ کر بھی اسی طرح کرتے اور بیٹھنے کی حالت میں کسی بھی جگہ رفع الیدین نہ کرتے اور جب سجدتین (رکعتین/ دو رکعتیں) پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین کرتے اور تکبیر کہتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۴، ۲۹۵ ح ۵۸۴ واللفظ لہ، صحیح ابن حبان کما فی العمدۃ للعینی ۵/۲۷۷ سنن ترمذی ۵/۴۸۷، ۴۸۸ ح ۳۴۲۳ وقال: ''ھٰذا حدیث صحیح حسن... سمعت أبا إسماعیل الترمذی محمد بن إسماعیل بن یوسف یقول سمعت سلیمان بن داود الھاشمی یقول وذکر ھٰذا الحدیث فقال: ھٰذا عندنا مثل حدیث الزھری عن سالم عن أبیہ'' وصححہ احمد بن حنبل کما فی نصب الرایۃ ۱/۴۱۲ والدرایۃ ۱/۱۵۳ والتلخیص الحبیر ۱/۲۱۹ وابن تیمیۃ کما فی الفتاوٰی الکبریٰ ۱/۱۰۵ ومجموع الفتاوٰی ۲۲/۴۵۳]

سند کی تحقیق

اس سند کے سب راوی بالاتفاق ثقہ ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کے، وہ مختلف فیہ ہیں۔

ابن معین اور ابوحاتم وغیرہما نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔

مالک، ترمذی اور العجلی نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

لہٰذا وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا:

" حديثه من قبيل الحسن .... هو حسن الحديث وبعضهم يراه حجة "

اس کی حدیث حسن کی قسم سے ہے۔ وہ حسن الحدیث ہے اور بعض اسے حجت سمجھتے ہیں۔
[سیر اعلام النبلاء ۱۶۸/۸، ۱۷۰]

اس تمام جرح وتعدیل کے مقابلے میں امام ابن المدینی کا قول ہے کہ

'' **قدنظرت فيما روى عنه سليمان بن داود الهاشمي فرأيتها مقاربة** ''

میں نے اس سے سلیمان بن داود الہاشمی کی احادیث کو دیکھا ہے (جانچ پڑتال کی ہے) ان کی اس سے احادیث مقارب ہیں۔ [تاریخ بغداد ۲۲۹/۱۰ ت ۵۳۵۹ وسندہ صحیح]

عبدالحئی لکھنوی صاحب نے مقارب الحدیث کو حسن الحدیث سے پہلے ذکر کیا ہے۔
[الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل ص ۴۷]

یعنی یہ لفظ کلمات توثیق میں سے ہے۔

امام ابن مدینی کی یہ تعدیل مفسر ہے لہٰذا اسے تضعیف مبہم پر مقدم کیا جائے گا۔ ابتدائیہ میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ تعدیل مفسر جرح مبہم پر مقدم ہوگی۔

یاد رہے کہ کسی امام نے ابن ابی الزناد کو جب اس سے سلیمان بن داود الہاشمی روایت کریں تو ضعیف نہیں قرار دیا بلکہ متعدد ائمہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے لہٰذا اس سے سلیمان کی تمام روایات کو صحیح وحسن تسلیم کیا جائے گا۔

بعض لوگوں نے اس مرفوع حدیث کے مقابلے میں ''**عن أبي بكر النهشلي: ثنا عاصم بن كليب عن أبيه أن علياً رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول تكبيرة من الصلوٰة ثم لا يعود** ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے پھر اعادہ نہیں کرتے تھے۔'' کا اثر پیش کیا ہے۔
[نصب الرایۃ ۴۰۶/۱، معانی الآثار للطحاوی ۲۲۵/۱]

اس روایت سے استدلال دو وجہ سے مردود ہے:

① اس پر خاص طور پر جرح مفسر ہے۔

(مروی ہے کہ) سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری ص ۴۷ ح ۱۱]

امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا (السنن الکبریٰ ۸۰/۲، ۸۱)

امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے۔(المسائل لاحمد ۱؍۲۴۳)امام بخاری نے ضعیف کہا۔

[شرح الترمذی لابن سید الناس بحوالہ حاشیہ جلاء العینین ص ۴۸]

ابن الملقن نے کہا: '' **فأثر علي ضعيف لا يصح عنه وممن ضعفه البخاري** ''

علی (رضی اللہ عنہ سے انتساب) والا اثر ضعیف ہے، اُن سے صحیح ثابت نہیں اور بخاری نے (بھی) اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ [البدر المنیر ۳؍۴۹۹]

(زعفرانی سے مروی ہے کہ) شافعی نے کہا: '' **ولا يثبت عن علي**...''اور یہ علی (رضی اللہ عنہ) سے ثابت نہیں ہے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲؍۸۱]

لہٰذا یہ اثر معلول (ضعیف) ہے۔ کسی قابل اعتماد محدث نے اس اثر کو صحیح نہیں کہا لہٰذا راویوں کی توثیق نقل کرنا اس جرح مفسر کے مقابلے میں مردود ہے۔

۲ اس اثر میں رکوع کی صراحت نہیں ہے یعنی یہ عام ہے اور رفع الیدین والی احادیث خاص وصریح ہیں، یہ گزر چکا ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔

ورنہ پھر تارکینِ رفع یدین قنوت اور عیدین میں کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟

اگر امیر المومنین سے منسوب اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کے عمومی مفہوم کی وجہ سے عیدین اور قنوت کا رفع الیدین ختم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دوسرے دلائل سے مخصص ہے تو عند الرکوع والا صحیحین کی مرفوع ومفسر احادیث کی وجہ سے مخصص کیوں نہیں ہے۔

[٦] عن أبي هريرة قال: كان رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة كبر ثم جعل يديه حذو منكبيه و إذا ركع فعل مثل ذلك و إذا سجد فعل مثل ذلك ولا يفعله حين يرفع رأسه من السجود و إذا قام من الركعتين فعل مثل ذلك .

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (حافظ الصحابہ، الفقیہ الامام محبوبنا رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا افتتاح کرتے تو تکبیر کہتے پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع سے

کھڑے ہوتے اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت ایسا نہ کرتے تھے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۴۴ ح ۶۹۴، ۶۹۵ ولہ شاہد عند الدارقطنی فی العلل کما فی التلخیص الحبیر ۱/۲۱۹ ورجالہ ثقات]

ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے سابقہ روایتوں کے شاہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں ایسی نقل کی ہیں جن میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ (نور الصباح ص ۴۷،۲۷) ہم ثابت کر آئے ہیں کہ عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔

آگے آ رہا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع الیدین کے راوی اور فاعل تھے لہٰذا صریح روایت کے مقابلے میں مبہم اور غیر متعلق روایات کو پیش کرنا باطل ہے۔

[۷] عن أبي موسى الأشعري قال: هل أريكم صلوٰة رسول الله ﷺ فكبر ورفع يديه ثم كبر ورفع يديه ثم قال: سمع الله لمن حمده ثم رفع يديه ، ثم قال: هٰكذا فاصنعوا ولا يرفع بين السجدتين .

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ پس آپ نے اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا پھر (رکوع کے وقت) اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا۔ پھر **سمع الله لمن حمده** کہہ کر رفع الیدین کیا اور فرمایا کہ اس طرح کیا کرو اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔ [سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

سند کی تحقیق

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علتِ قادحہ نہیں ہے۔

① دعلج بن احمد شیخ الدارقطنی ثقہ ثبت تھے۔ [تاریخ بغداد ۸/۳۸۸]

② عبداللہ بن شیرویہ ثقہ بالاتفاق تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲/۷۰۶ ت ۷۲۵]

③ اسحٰق بن راہویہ مشہور ثقہ امام اور مصنف ہیں۔ ان کی احادیث صحیحین میں موجود ہیں اور ان کی المسند بھی مشہور ہے۔ (روایت ہے کہ) امام نسائی نے کہا: ''ثقة مأمون إمام''
[تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۲/۴۳۴]

اختلاط کے دعویٰ کی تردید کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ [سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ص ۳۷۷، ۳۷۸]

④ النضر بن شمیل ثقہ ثبت ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۷۱۳۵]

⑤ حماد بن سلمہ ثقہ تھے۔ [الجرح والتعدیل ۳/۱۴۲ عن ابن معین وسندہ صحیح]

حماد سے نضر بن شمیل کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔
[تہذیب الکمال للمزی مطبوع ج ۷ص ۲۵۸]

لہٰذا نضر کا سماع حماد سے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

⑥ ازرق بن قیس: ثقہ [تقریب التہذیب: ۳۰۲]

⑦ حطان بن عبداللہ: ثقہ [تقریب التہذیب: ۱۳۹۹]

حطان رحمہ اللہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کر رہے ہیں۔ یہ مرفوع حدیث بلحاظ سند صحیح ہے اور موقوفاً بھی صحیح سند سے مروی ہے۔
[مسائل احمد بن حنبل بروایۃ صالح بن احمد بن حنبل ص ۱۷۴ موقوف وإسنادہ صحیح... الاوسط لابی بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری مخطوط ج ۱ص ۱۴۸ ومطبوع ۳/۱۳۸ وإسنادہ صحیح]

لہٰذا مرفوع اور موقوف دونوں طرح صحیح ہے۔ واللہ اعلم

[۸] عن عطاء بن أبي رباح قال: صليت خلف عبدالله بن الزبير فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع فسألته فقال عبدالله بن الزبير: صليت خلف أبي بكر الصديق رضي الله عنه فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة و إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وقال أبو بكر: صليت خلف رسول الله ﷺ فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے، میں نے ان سے پوچھا تو عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

اور (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

امام بیہقی، حافظ ذہبی اور ابن حجر نے کہا کہ اس (حدیث) کے راوی ثقہ ہیں۔

[السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وقال: رواتہ ثقات، المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی ۴۹/۲ ح ۱۹۴۳ وقال: رواتہ ثقات، التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی ۲۱۹/۱ ح ۳۲۸ وقال: ورجالہ ثقات]

سند کی تحقیق

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار الزاہد کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: **الشيخ الإمام المحدث القدوة .** [سیر اعلام النبلاء ۴۳۷/۱۵]

انھیں بیہقی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حاکم اور ذہبی نے ان کی بیان کردہ حدیث کو ''**صحيح على شرط الشيخين**'' کہہ کر ان کی توثیق کر دی ہے۔

[دیکھئے المستدرک ج۱ ص۳۰ ح۸۲]

ان کے حالات درج ذیل کتابوں میں مذکور ہیں:

اخبار اصبہان (۲۷۱/۲) الانساب (۵۴۶/۳) المنتظم (۳۶۸/۶) العبر (۲۵۰/۲)

انھوں نے امام عبداللہ بن الامام احمد بن حنبل سے ''المسند الکبیر'' کا سماع کیا تھا۔

[النبلاء ۴۳۷/۱۵]

محمد بن عبداللہ الصفار نے ابو اسماعیل السلمی سے حدیث سنی ہے۔

[دیکھئے المستدرک ج۱ ص۱۱۷ ح۴۰۳]

وہ مدلس نہیں تھے۔ [حاشیہ جلاء العینین بتخریج روایات جزء رفع الیدین ص ۱۸ الشیخنا فیض الرحمٰن الثوری]

لہٰذا ان کا عنعنہ اتصال پر محمول ہے۔

محمد بن اسماعیل ابو اسماعیل السلمی ثقہ تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۲۴۲/۱۳]

ان کو نسائی، دار قطنی، الحاکم، ابوبکر، الخلال اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ کہا۔

[تہذیب التہذیب ۵۳/۹، ۵۴]

ابن ابی حاتم کا قول ''تکلموا فیہ'' کئی لحاظ سے مردود ہے:

① یہ اکثریت کی توثیق کے خلاف ہے۔

② یہ جرح غیر مفسر ہے۔ ③ اس کا جارح نامعلوم ہے۔

حافظ احمد بن علی العسقلانی نے کہا: ''**ثقة حافظ لم يتضح كلام ابن أبي حاتم فيه**''

یہ ثقہ حافظ ہیں اور ان میں ابن ابی حاتم کا کلام غیر واضح (مبہم) ہے۔ [التقریب: ۵۷۳۸]

ابو النعمان محمد بن الفضل عارم کتبِ ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ انھیں ابو حاتم وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: ''**الحافظ الثبت الإمام**''

[سیر اعلام النبلاء ۲۶۵/۱۰]

وہ آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گئے تھے۔

[تقریب التہذیب: ۶۲۲۶ ولفظہ: ''ثقة ثبت تغير في آخر عمره'']

انھیں اختلاط ہوا۔ [ہدی الساری ص ۴۴۱]

حتیٰ کہ ان کی عقل زائل ہوگئی۔ [الجرح والتعدیل ۵۹/۸]

یہ کہہ کر حافظ ذہبی نے اس بحث کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ ''**تغير قبل موته فما حدث**''

وہ موت سے پہلے تغیر (ضعف حافظہ واختلاط) کا شکار ہوئے اور اس حالتِ تغیر میں انھوں نے کوئی حدیث بھی بیان نہیں کی۔ [الکاشف ۷۹/۳ ت ۱۵۹۷]

دوسرے یہ کہ ان کے پیچھے اس حدیث کے راوی ابو اسماعیل السلمی نے نماز پڑھی ہے۔ جس کی عقل زائل ہوگئی ہو اس کے پیچھے وہی نماز پڑھتا ہے جس کی خود عقل زائل ہوتی ہے! لہٰذا یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

احادیثِ مذکورہ کا خلاصہ

رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کو رسول اللہ ﷺ سے درج ذیل صحابہ نے روایت کیا ہے:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ [صحیح بخاری: ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۸ وصحیح مسلم: ۳۹۰]

۲۔ سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [صحیح بخاری: ۷۳۷ وصحیح مسلم: ۳۹۱]

۳۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ [صحیح مسلم: ۴۰۱ وصحیح ابن خزیمہ: ۶۹۸]

۴۔ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ [صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۷]

۵۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ [صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۸۷۳]

۶۔ سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ [صحیح ابن حبان: ۱۸۶۸]

۷۔ سیدنا ابواسید الساعدی رضی اللہ عنہ [صحیح ابن حبان: ۱۸۶۸]

۸۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۵ وسندہ حسن]

۹۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۴]

۱۰۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ [سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ واسنادہ صحیح]

۱۱۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۷۳ واسنادہ صحیح]

۱۲۔ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۱۳۔ سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ [مسند السراج ص ۶۲ ح ۹۲ وسندہ حسن]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ رفع الیدین کی احادیث متواتر ہیں۔ درج ذیل ائمہ نے رفع الیدین کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے:

(۱) الکتانی [نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۹۶، ۹۷ ح ۶۷]

(۲) ابن الجوزی [ایضاً]

(۳) ابن حجر [ایضاً وفتح الباری ۱/۲۰۳]

(۴) زکریا الانصاری [ایضاً]

(۵) محمد مرتضٰی الحسینی الزبیدی [لقط اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ ص۲۰۷ ح ۶۲]

(۶) ابن حزم [حاشیہ لقط اللآلی المتناثرہ ص۲۰۵]

(۷) السیوطی [قطف الازھار المتناثرہ ص۹۵ ح ۳۳]

(۸) العراقی [التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح ص۲۷۰]

(۹) السخاوی [دیکھئے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ۳/۴۱]

(۱۰) موفق الدین ابن قدامہ [المغنی ۱/۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰]

(۱۱) شمس الدین ابن قدامہ [الشرح الکبیر ۱/۵۳۸، ۵۳۹]

(۱۲) ابن تیمیہ رحمہ اللہ [القواعد النورانیہ ص۴۸]

(۱۳) عبدالعزیز الفرہاری [کوثر النبی ص۱۰]

فائدہ: امام اصطخری، علامہ سیوطی، اشرف علی تھانوی دیوبندی اور محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی وغیرہم کے نزدیک ہر وہ حدیث متواتر ہے جسے کم از کم دس راوی بیان کریں۔ دیکھئے تدریب الراوی (۱۷۹/۲)، قطف الازہار المتناثرہ (ص ۲۱/۱)، بوادر النوادر (صفحہ ۱۳۶) تحفۂ قادیانیت (جلد اول ص ۱۷)

لہٰذا رفع الیدین کا اثبات قطعی الثبوت ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ

مرفوع=ع موقوف=ف

رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کا نہ کرنا یا ممانعت یا نسخ یا ترک نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے تارکین جو کچھ ذکر کرتے ہیں وہ یا تو ضعیف و باطل ہے یا پھر غیر صریح یعنی مجمل ومبہم ہے لہٰذا مردود ہے۔

الامام الاعظم
محمد رسول اللہ ﷺ

شروع نماز میں رفع الیدین	1
رکوع سے پہلے رفع الیدین	2
رکوع کے بعد رفع الیدین	3
سجدوں میں رفع الیدین کی نفی	x
دو رکعتوں کے بعد رفع الیدین	4

رفع الیدین کی روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

1- عبداللہ بن عمر	مرفوع وموقوف
2- مالک بن الحویرث	مرفوع وموقوف
3- وائل بن حجر	مرفوع
4- ابوحمید الساعدی	مرفوع
5- ابوقتادہ	مرفوع
6- سہل بن سعد الساعدی	مرفوع
7- ابواسید الساعدی	مرفوع
8- محمد بن مسلمہ	مرفوع
9- علی بن ابی طالب	مرفوع
10- ابوہریرہ	مرفوع
11- ابوموسیٰ الاشعری	مرفوع وموقوف
12- ابوبکر الصدیق	مرفوع وموقوف
13- عبداللہ بن زبیر	مرفوع وموقوف

رفع الیدین متواتر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:
نظم المتناثر من الحديث المتواتر، اللآلي المتناثرة في الأحاديث المتواترة وغيرهما

درج ذیل صحابہ کرام بھی رفع الیدین کرتے تھے۔
رضي الله عنهم أجمعين

انس بن مالک خادم رسول (جزء) عبداللہ بن عباس (عبدالرزاق 69/2) عبداللہ بن عمر رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے۔ جزء البخاری وصححہ النووی
سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے بتایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرتے تھے۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی 75/2 واسنادہ صحیح)

جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ
سنن ابن ماجہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
أبو الزبير (مسائل أحمد بن حنبل 244/1 و اسناده صحيح) ف
طاؤوس (مصنف عبدالرزاق 69/2 وإسناده صحيح) ف
محارب بن دثار (جزء رفع اليدين للبخاري رقم 48 و إسناده صحيح) 123 ف
نافع (صحيح بخاري) 1234 ع ف
سالم - الزهري (صحيح بخاري و صحيح مسلم) X 123 ع

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
نصر بن عاصم (صحيح مسلم و صحيح ابن حبان) 123 ع
أبو قلابة (صحيح بخاري، وصحيح مسلم) 123 ع ف

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
علقمة بن وائل (صحيح مسلم وغيره) 123 ع
كليب... (صحيح ابن حبان وغيره) 123 ع

ابوحمید الساعدی فی عشرۃ من اصحاب النبی ﷺ رضی اللہ عنہم اجمعین
عباس بن سهل الساعدي - فليح بن سليمان (سنن ابن ماجه وغيره) 123 ع
محمد بن عمرو بن عطاء - عبدالحميد بن جعفر (صحيح ابن خزيمه، صحيح ابن حبان) وقال الترمذي: هذا الحديث حسن صحيح 1234 ع

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
(من طريق ابن الزناد وسنده حسن) صحيح ابن خزيمة، صحيح ابن حبان قال الترمذي في السنن: هذا حديث حسن صحيح وصححه أحمد بن حنبل، نصب الراية 412/1 وابن تيمية، الفتاوىٰ الكبرىٰ (105/1) X 4123 ع

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
(صحيح ابن خزيمة (344/1) X 1234 ع

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
(سنن دارقطني 292/8 وقال ابن حجر: رجاله ثقات، التلخيص (219/1) X 123 ع ف

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
(السنن الكبرىٰ للبيهقي 73/2 وقال: رواته ثقات) 123 ع ف

تحقیق حافظ زبیر علی زئی

تارکین رفع الیدین کے شبہات

پہلا شبہ: حدیث سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

بعض لوگوں نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع یدین کے خلاف پیش کی ہے:

خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال:((مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس ، اسكنوا فی الصلوٰۃ))

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے ، اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں؟ نماز میں سکون اختیار کیا کرو۔ [صحیح مسلم ج۱ص۱۸۱ح۴۳۰]

پہلا جواب:

جس طرح قرآنِ مجید اپنی تشریح خود کرتا ہے اسی طرح حدیث ، حدیث کی تشریح کرتی ہے۔سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو (نماز کے آخر میں) السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: تمھیں یہ کیا ہو گیا ہے؟ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں۔تم میں سے جب کوئی (نماز کے آخر میں) سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی طرف منہ کر کے صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔''
[صحیح مسلم ج۱ص۱۸۱ح۴۳۰وترقیم دارالسلام:۹۷۱]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ہم نماز پڑھتے تو (نماز کے آخر میں) دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں۔تمھیں یہی کافی ہے کہ تم قعدہ میں اپنی

رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں بائیں منہ موڑ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا کرو۔
[صحیح مسلم، ح ۴۳۰ وترقیم دارالسلام: ۹۷۰]

لفظ ((**أذناب خیل شمس**)) ''شریر گھوڑوں کی دُمیں'' تینوں احادیث میں موجود ہے جو اتحادِ واقعہ کی واضح دلیل ہے لہٰذا اس حدیث کے ساتھ استدلال بالکلیہ مردود ہے۔

دوسرا جواب:

تمام محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے۔ رفع الیدین عند الرکوع والرفع منہ کے ساتھ نہیں ہے۔ خیر القرون میں کسی نے بھی اس حدیث کے ساتھ رفع الیدین (کے مسئلہ) کی ممانعت پر استدلال نہیں کیا ہے۔

مثلاً درج ذیل محدثین نے اس حدیث پر ''سلام'' کے ابواب باندھے ہیں:

(۱) علامہ نووی

" **باب الأمر بالسكون فی الصلٰوة والنهي عن الإشارة باليد ورفعها عندالسلام** " [صحیح مسلم مع شرح النووی ج ۴ ص ۱۵۲]

(۲) ابوداود

" **باب فی السلام** " [دیکھئے سنن ابی داود: ۹۹۸، ۹۹۹]

(۳) الشافعی

" **باب السلام فی الصلٰوة** " [کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۲]

(۴) النسائی

" **باب السلام بالأيدي فی الصلٰوة وباب موضع اليدين عندالسلام** "
[المجتبیٰ قبل ح: ۱۱۸۵، الکبریٰ قبل ح: ۱۱۰۷ باب السلام بالیدین المجتبیٰ ح: ۱۳۲۷ والکبریٰ قبل ح ۱۲۴۹]

(۵) طحاوی

" **باب السلام فی الصلٰوة كيف هو؟** " [شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۸، ۲۶۹]

(۶) بیہقی

" باب كراهة الإيماء باليد عند التسليم من الصلوٰة "

[السنن الکبریٰ ج۲ص۱۸۱]

کسی محدث نے اس پر منع رفع الیدین عندالرکوع والرفع منہ کا باب نہیں باندھا، محدثین کی اس اجماعی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق صرف تشہد والے رفع الیدین کے ساتھ ہے۔ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: (سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث) سے رکوع کے وقت رفع الیدین کے منع پر دلیل لانا درست نہیں ہے کیوں کہ پہلی حدیث دوسری طویل حدیث کا اختصار ہے۔ [التلخیص الحبیر ج ۱ص۲۲۱]

امام بخاری نے فرمایا: یہ بات مشہور ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے۔ [التلخیص الحبیر ج ۱ص۲۲۱، جزء رفع الیدین: ۳۷]

اسی کے ہم معنی بات حافظ ابن حبان نے بھی کہی ہے۔ [صحیح ابن حبان ۳/۸۱۷۸ ح ۱۸۷۷]

نووی شارح صحیح مسلم نے کہا: اس حدیث سے رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کے نہ کرنے پر استدلال کرنے والا جہالتِ قبیحہ کا مرتکب ہے اور بات یہ ہے کہ عندالرکوع رفع الیدین کرنا صحیح و ثابت ہے جس کا رد نہیں ہوسکتا۔ پس نہی خاص اپنے مورد خاص پر محمول ہوگی تاکہ دونوں میں توفیق و موافقت ہو اور (مزعومہ) تعارض رفع ہوجائے۔ [المجموع شرح المہذب ج ۳ص۴۰۳ وحاشیۃ السندی علی النسائی ص ۱۷۶]

حافظ ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا:

" ... من أقبح الجهالات لسنة سيدنا رسول ﷺ لأنه لم يرد في رفع الأيدي فى الركوع والرفع منه وإنما كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلوٰة... وهٰذا لا (اختلاف) فيه بين أهل الحديث ومن له أدنى اختلاط بأهله "

اس حدیث سے استدلال انتہائی بری جہالت ہے جسے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ روا رکھا گیا ہے کیونکہ یہ حدیث رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے بارے میں وارد نہیں ہوئی۔ وہ تو نماز کی حالتِ سلام میں ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے... اس میں اہلِ حدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور جس شخص کو حدیث کے ساتھ ذرہ برابر تعلق ہے وہ بھی تسلیم کرتا ہے (کہ اسے رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔) [البدرالمنیر ج۳ص۴۸۵]

تیسرا جواب:

اگر یہ حدیث رفع الیدین کی ممانعت پر دلیل ہے تو تارکین رفع الیدین درج ذیل مقامات پر کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟

① تکبیر تحریمہ

② وتر

③ عیدین

اگر رکوع والا رفع الیدین اس حدیث کے ساتھ ممنوع ہے تو درج بالا تینوں رفع الیدین بطریق اولیٰ ممنوع ہونے چاہئیں۔

جو اُن کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔ اگر ان کی تخصیص دوسری احادیث کے ساتھ ہے تو رکوع والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دوسری احادیث کے ساتھ ہے۔

چوتھا جواب:

تارکین کی پیش کردہ حدیث میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر اور صراحت نہیں۔ مجوزین کی پیش کردہ احادیث میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر اور صراحت ہے۔ لہٰذا مفسر کو مجمل پر مقدم کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''**وھذا المفسر مقدم علی المبھم**''

اور یہ مفسر مبہم پر مقدم ہے۔ [فتح الباری ۱۰/۲۸۳ تحت ح ۵۸۲۷ نیز دیکھئے ج ۱۰ ص ۳۴۷]

پانچواں جواب:

اگر اس حدیث کے الفاظ کو رفع الیدین پر محمول کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رفع الیدین کرنا ایک قبیح فعل ہے۔ چونکہ رکوع والا رفع الیدین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باسند صحیح تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور نبی فعلِ قبیح کا مرتکب نہیں ہوا کرتا تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کا رکوع والے رفع الیدین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، ورنہ نعوذ باللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو قبیح تسلیم کرنا پڑے گا، جس کے تصور سے ہی ہم پناہ چاہتے ہیں۔

تنبیہ: بعض لوگوں نے پہلے جواب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ ''یہ حدیث تعدد واقعہ پر مشتمل ہے'' ان لوگوں کا یہ دعویٰ غلط ہے۔

حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری نے عبدالرشید کشمیری (دیوبندی) کے نام اپنے غیر مطبوع خط میں لکھا:

''جابر بن سمرہ والی روایت میں تو رکوع والے رفع الیدین سے منع کا سرے سے نام ونشان ہی نہیں۔ واقعات خواہ دو ہی بنا لیے جائیں کیونکہ ایک واقعہ میں سلام والے رفع الیدین کے مراد نہ ہونے سے رکوع والے رفع الیدین کا مراد ہونا لازم نہیں آتا لہٰذا اس روایت کو رکوع والے رفع الیدین کے منع ہونے کی دلیل بنانا محض تحکم اور نری سینہ زوری ہے۔''

دوسرا شبہ: حدیث ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

سفيان (الثوري) عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود: ألا أصلي بكم صلٰوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلّى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة .

(کہا جاتا ہے کہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور ہاتھ نہیں اُٹھائے سوائے پہلی دفعہ کے۔

[سنن ترمذی ۱/۵۹ ح ۲۵۷ وقال: ''حدیث حسن''، المحلی لابن حزم ۴/۸۷، ۸۸ مسئلہ: ۴۴۲ وقال: ان ھذا الخبر صحیح]

تحقیق: یہ حدیث علت قادحہ کے ساتھ معلول ہے اور سنداً ومتناً دونوں طرح سے ضعیف ہے۔
درج ذیل ائمہ (اور علمائے حدیث) نے اسے ضعیف ومعلول قرار دیا ہے:

پہلا جواب:

محدثین کی اکثریت نے اس روایت کو ضعیف ومعلول قرار دیا ہے:

(۱) شیخ الاسلام المجاہد الثقہ عبداللہ بن المبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے کہا:

'' لم یثبت حدیث...ابن مسعود''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی (طرف منسوب یہ) حدیث ثابت نہیں ہے۔

[سنن ترمذی ۱/۵۹ ح ۲۵۶ و إسنادہ صحیح]

بعض لوگوں نے ابن المبارک رحمہ اللہ کی جرح کو عصر جدید میں اس حدیث سے ہٹانے کی کوشش کی ہے مگر درج ذیل ائمۂ حدیث وعلمائے کرام نے ابن المبارک کی جرح کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اس متنازعہ روایت کے متعلق قرار دیا ہے۔

۱: ترمذی [سنن ۱/۵۹ ح ۲۵۶]

۲: ابن الجوزی وقال: ''**وقال فیه عبدالله بن المبارك :لا یثبت ھٰذا الحدیث**''

[التحقیق ۱/۲۷۸ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۳۵]

۳: ابن عبدالہادی [التنقیح ۱/۲۷۸]

۴: نووی [المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۳]

۵: ابن قدامہ [المغنی ج ۱ ص ۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰]

۶: ابن حجر [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲ ح ۳۲۸]

۷: الشوکانی [نیل الاوطار ۲/۱۸۰ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۶۹۶ تحت ح ۶۶۸]

۸: البغوی [شرح السنۃ ۳/۲۵ ح ۵۶۱]

۹: بیہقی [السنن الکبریٰ ۲/۷۹ و معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۱]

حدیث کے کسی امام نے یہ نہیں کہا کہ ابن المبارک کی جرح حدیثِ ابن مسعود سے متعلق نہیں ہے۔

(۲) الامام الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ) نے ترک رفع الیدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں۔

[دیکھئے کتاب الأم ج ۷ ص ۲۰۱ باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۸۱/۲ وفتح الباری ۲۲۰/۲]

(۳) احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) نے اس روایت پر کلام کیا۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۲، ومسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۲۴۰/۱ فقرہ: ۳۲۶]

(٤) ابوحاتم الرازی (۲۷۷ھ) نے کہا:

"هذا خطأ يقال: وهم الثوري فقد رواه جماعة عن عاصم وقالوا كلهم: أن النبي ﷺ افتتح فرفع يديه ثم ركع فطبق وجعلهما بين الركبتين ولم يقل أحد ما روى الثوري"

یہ حدیث خطا ہے، کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوری کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز شروع کی، پس ہاتھ اُٹھائے، پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔ [علل الحدیث ۹۶/۱ ح ۲۵۸]

(۵) الامام الدارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے اسے غیر محفوظ قرار دیا۔

[دیکھئے العلل للدارقطنی ج ۵ ص ۱۷۳ مسئلہ: ۸۰۴]

(٦) حافظ ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) نے (کتاب) الصلوٰۃ میں کہا:

"هو في الحقيقة أضعف شيء يعول عليه لأنّ له عللاً تبطله"

یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔ [التلخیص الحبیر ۲۲۲/۱ ح ۳۲۸، البدر المنیر ۴۹۴/۳]

(۷) امام ابوداود السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) نے کہا: " **هذا حديث مختصر من**

حديث طويل وليس هو بصحيح علٰى هٰذا اللفظ "

[سنن ابی داود نسخہ حمصیۃ ج ۱ ص ۴۷۸ ح ۷۴۸، نسخہ بیت الافکار الدولیہ ص ۱۰۲، نسخہ مکتبۃ المعارف/ الریاض ص ۱۲۱ مشکوٰۃ المصابیح ط ۱۳۲۶ھ ص ۷۷ ح ۸۰۹]

امام ابوداود اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

چودھویں صدی میں بعض لوگوں نے امام ابوداود کی اس حدیث پر جرح کا انکار کیا ہے اور صاحبِ مشکوٰۃ کے بعض اوہام جمع کر کے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ابو داود سے اس قول کا انتساب بھی ان کا وہم ہے۔ حالانکہ درج ذیل علماء نے اس قول کو امام ابوداود سے منسوب کیا ہے:

① ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

" وقال أبو داود :ليس بصحيح " [التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۷۸]

② ابن عبدالبر الاندلسی (متوفی ۴۶۳ھ)

" وقال أبوداود في حديث عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن ابن مسعود قال: ألا أصلي بكم صلٰوة رسول الله ﷺ؟ فصلّى فلم يرفع يديه إلا مرة واحدة، هٰذا حديث يختصر من حديث طويل وليس بصحيح علٰى هٰذا اللفظ "

[التمہید ۳/۲۲۰]

③ ابن عبدالہادی (متوفی ۷۴۴ھ) [التنقیح ۱/۲۷۸]

④ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) [التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۲]

⑤ ابن الملقن [البدر المنیر ج ۳ ص ۴۹۳]

⑥ ابن القطان الفاسی [بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ۳/۳۶۵، ۳۶۶ فقرہ: ۱۱۰۹]

⑦ شمس الحق عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۹ھ) نے کہا:

" واعلم أن هٰذه العبارة موجودة في نسختين عتيقتين عندي وليست

في عامة نسخ أبي داود الموجودة عندي “ [عون المعبود ج۳ص۴۴۹]

معلوم ہوا کہ یہ عبارت امام ابوداود ہی کی ہے اوراسی حدیث پر ہے۔

(۸) یحییٰ بن آدم (متوفی ۲۰۳ھ) [دیکھئے جزء رفع الیدین:۳۲ والتلخیص الحبیر ۲۲۲/۱]

(۹) ابوبکر احمد بن عمر (و) البزار (متوفی ۲۹۲ھ) نے اس حدیث پر جرح کی۔

[البحر الزخار ج۵ص۴۷ح۱۶۰۸ نیز دیکھئے التمہید ۲۲۰/۹، ۲۲۱]

(۱۰) محمد بن وضاح (متوفی ۲۸۹ھ) نے ترکِ رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا۔

[التمہید ۲۲۱/۹ وسندہ قوی]

(۱۱) امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) دیکھئے جزء رفع الیدین (۳۲) ولہ التلخیص الحبیر (۲۲۲/۱) المجموع شرح المہذب (۴۰۳/۳)

(۱۲) ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ) سے زیلعی حنفی نے نقل کیا کہ انھوں نے اس زیادت (دوبارہ نہ کرنے) کو خطا قرار دیا۔ [نصب الرایہ ۳۹۵/۱]

مجھے یہ کلام ”بیان الوہم والایہام“ میں نہیں ملا (ج۳ص۳۶۵ تا ۳۶۷ فقرہ ۱۱۰۹) تاہم اشارہ ضرور ملتا ہے۔ [ص۳۶۶]

(۱۳) عبدالحق الاشبیلی نے کہا: ” لا یصح “ [الاحکام الوسطی ج۱ص۳۶۷]

(۱٤) ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے اسے ضعیف کہا۔ [البدر المنیر ۴۹۲/۳]

(۱۵) الحاکم (متوفی ۴۰۵ھ) [الخلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر ۴۹۳/۳]

(۱٦) النووی (متوفی ٦۷٦ھ) نے کہا: اتفقوا علی تضعیفه (خلاصۃ الاحکام ۳۵۴/۱ ح۱۸۰) یعنی امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(۱۷) الدارمی (متوفی ۲۸۰ھ) بحوالہ تہذیب السنن للحافظ ابن قیم الجوزیۃ (۴۴۹/۲) [یہ حوالہ مجھے باسند صحیح نہیں ملا!]

(۱۸) البیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) بحوالہ تہذیب السنن (۴۴۹/۲) وشرح المہذب للنووی (۴۰۳/۳) [یہ حوالہ بھی باسند صحیح نہیں ملا]

(۱۹) محمد بن نصر المروزی (متوفی ۲۹۴ھ) بحوالہ نصب الرایہ (۱/۳۹۵) والاحکام الواسطی لعبدالحق الاشبیلی (۱/۳۶۷)

(۲۰) ابن قدامہ المقدسی (متوفی ۶۲۰ھ) نے کہا: ''ضعیف''

[المغنی ج۱ص۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰]

یہ سب امتِ مسلمہ کے مشہور علماء تھے۔ ان کا اس روایت کو متفقہ طور پر ضعیف و معلول قرار دینا ترمذی و ابن حزم کی تصحیح پر ہر لحاظ سے مقدم ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بلا شک و شبہ ضعیف ہے۔

علل حدیث کے ماہر علماء اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں تو ان کی تحقیق کو تسلیم کیا جائے گا کیوں کہ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فنِ حدیث میں ان کی تحقیق حجت ہے۔

دوسرا جواب:

اس روایت کا دارومدار امام سفیان ثوری رحمہ اللہ پر ہے جیسا کہ اس کی تخریج سے ظاہر ہے۔

سفیان ثوری ثقہ حافظ، عابد ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ [دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۴۴۵]

ان کو درج ذیل ائمۂ حدیث نے مدلس قرار دیا ہے:

۱۔ یحییٰ بن سعید القطان

[کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد ۱/۲۰۷ رقم ۱۱۳۰، الکفایۃ للخطیب ص۳۶۲ وسندہ صحیح]

۲۔ بخاری [العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۶، التمہید ۱/۳۴]

۳۔ یحییٰ بن معین [الجرح والتعدیل ۴/۲۲۵ وسندہ صحیح]

۴۔ ابو محمود المقدسی [قصیدہ فی المدلسین ص۴۷ شعر ثانی]

۵۔ ابن الترکمانی حنفی [الجوہر النقی ج۸ص۲۶۲ وقال: الثوري مدلس وقد عنعن]

۶۔ ابن حجر العسقلانی [طبقات المدلسین المرتبۃ الثانیۃ ص۳۲، تقریب التہذیب: ۲۴۴۵]

۷۔ الذہبی (میزان الاعتدال ۲/۱۶۹ وقال: "إنہ کان یدلس عن الضعفاء ولکن لہ نقد وذوق ولا عبرۃ لقول من قال یدلس ویکتب عن الکذابین"

اورکہا: ''وربما دلس عن الضعفاء'' (سیراعلام النبلاء ۲۴۲/۷) اورکہا: '' لأنه کان یحدث عن الضعفاء '' [ایضاً ۲۷۴/۷]

حافظ ذہبی کی گواہی سے معلوم ہوا کہ سفیان رحمہ اللہ ضعیف لوگوں سے تدلیس کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جوضعفاء سے تدلیس کرے اس کی عن (بغیر تصریح سماع) والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

ابوبکر الصیرفی (متوفی ۳۳۰ھ) نے کتاب الدلائل میں کہا:

'' کل من ظهر تدليسه عن غير الثقات ، لم يقبل خبره حتى يقول: حدثني أو سمعت''

ہر راوی جس کی غیر ثقہ راویوں سے تدلیس ظاہر ہو جائے تو اس کی روایت اس وقت تک مقبول نہیں جب تک وہ ''حدثني'' یا ''سمعت'' نہ کہے یعنی اس کے سماع کی تصریح کے بعد ہی اس کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ دیکھئے النکت للزرکشی (ص ۱۸۴) شرح الفیۃ العراقی بالتبصرۃ والتذکرۃ (۱۸۳/۱، ۱۸۴)

۸۔ صلاح الدین العلائی (جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۹) وقال:

'' من يدلس عن أقوام مجهولين لا يدرى من هم كسفيان الثوري....''

یعنی سفیان ثوری ان مجہول لوگوں سے تدلیس کرتے تھے جن کا پتا بھی نہیں چلتا۔

۹۔ حافظ ابن رجب (شرح علل الترمذی ۳۵۸/۱) وقال: '' وقد كان الثوري وغيره يدلسون عمن لم يسمعوا منه أيضاً ''، یعنی سفیان الثوری وغیرہ ان لوگوں سے بھی تدلیس کرتے تھے جن سے ان کا سماع نہیں ہوتا تھا۔

۱۰۔ ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی [تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۹۳ وسندہ صحیح]

۱۱۔ ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل [سنن الدارقطنی ۲۰۱/۳ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح]

۱۲۔ علی بن عبداللہ المدینی [الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۲ وسندہ صحیح]

۱۳۔ ابوزرعۃ ابن العراقی قال: ''مشهور بالتدليس '' [کتاب المدلسین: ۲۱]

۱۴۔ حاکم صاحب المستدرک [معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۵، ۱۰۶ ات ۲۵۱۔۲۵۳]

۱۵۔ العینی قال:

'' وسفيان من المدلسين والمدلس لا يحتج بعنعنته إلا أن يثبت سماعه من طريق آخر '' [عمدۃ القاری ج۳ص۱۱۲]

۱۶۔ الکرمانی [شرح صحیح البخاری۳/۶۲ح۲۱۳]

۱۷۔ ابن حبان [الاحسان طبعہ جدیدہ ۱/۶۱]

۱۸۔ السیوطی [اسماء من عرف بالتدلیس:۲۴]

۱۹۔ الحلبی [التبیین فی اسماء المدلسین ص۲۷]

۲۰۔ قسطلانی: ''سفيان مدلس وعنعنة المدلس لا يحتج بها إلا أن يثبت سماعه بطريق آخر '' سفیان راوی مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قابل حجت نہیں ہوتا اِلا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح (یا متابعت) ثابت ہو جائے۔

[ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۱ص۲۸۶]

سرفراز صفدر صاحب دیوبندی تقلیدی اپنی کتاب ''احسن الکلام'' میں لکھتے ہیں:

''ابوقلابہ گو ثقہ تھے مگر غضب کے مدلس تھے......ابوقلابہ کی جن سے ملاقات ہوئی ان سے بھی اور جن سے نہیں ہوئی ان سے بھی سب سے تدلیس کرتے تھے۔'' [ج۲ص۱۱۱]

اگر حافظ ذہبی کے قول کی بنیاد پر ابوقلابہ تابعی رحمہ اللہ ''غضب کے مدلس'' قرار دیئے جا سکتے ہیں تو حافظ ابن رجب کے قول پر سفیان ثوری کو ''غضب کا مدلس'' کیوں نہیں قرار دیا جاتا۔ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

حالانکہ ابوقلابہ مدلس نہیں تھے۔ امام ابوحاتم رازی نے ان پر تدلیس کے الزام کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''الجرح والتعدیل'' (۵/۸)

ابوقلابہ کی معنعن روایات کی تصحیح متعدد محدثین کرام مثلاً بخاری، مسلم، ترمذی اور ذہبی وغیرہم نے کی ہے۔

متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کی بات کب قابلِ مسموع ہوسکتی ہے؟ کیا کسی محدث یا فقیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ابوقلابہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے؟

ابوقلابہ جو کہ مدلس نہیں تھے ان کے عنعنہ کو رد کرنا اور ثوری جو کہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے ان کے عنعنہ کو قبول کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور حساب لے گا۔ اس دن اس کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

تنبیہ: علامہ شیخ محمد ناصرالدین البانی رحمہ اللہ نے ایک سند کو ابوقلابہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف کہا۔ [حاشیہ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۶۸ تحت ح ۲۰۴۳]

قال: " إسناده ضعيف لعنعنة أبي قلابة وهو مذكور بالتدليس "

حالانکہ ابوقلابہ کا مدلس ہونا صحیح نہیں ہے۔ جنھوں نے کئی سو سال کے بعد اسے مدلس کہا، انھوں نے اسے طبقۂ اولیٰ (جن کی معنعن روایات ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں) میں شمار کیا ہے۔ اس کا ضعفاء سے تدلیس کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔ اس کی روایات کو تو علامہ البانی نے ضعیف کہا ہے، مگر (اصول سے روگردانی کرتے ہوئے) سفیان ثوری مدلس عن الضعفاء (جو کہ بقول حاکم طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں) کی معنعن روایت ترکِ رفع الیدین کی تعلیقاتِ مشکوٰۃ میں تصحیح کر دی ہے۔

ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کی یہ تصحیح غلط ہے اور محدثین کے قواعد کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے۔

ذہبیٔ عصر حقاً الشیخ عبدالرحمان المعلمی الیمانی نے بھی اس روایت کو سفیان ثوری کے عنعنہ کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔ [التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل ۲ ص ۲۰]

خلاصہ یہ کہ سفیان ثوری مدلس تھے بلکہ بہ تحقیق سرفراز خان صفدر "غضب کے مدلس تھے" لہٰذا ان کی معنعن روایت متابعت کی غیر موجودگی میں ضعیف ہوتی ہے۔

مدلس کا عنعنہ

حافظ ابن الصلاح (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

"والحكم بأنه لا يقبل من المدلس حتٰى يبين قدأجراه الشافعي رضي الله عنه فيمن عرفناه دلس مرة، والله أعلم"
حکم یہ ہے کہ مدلس کی صرف وہی روایت قبول کی جائے گی جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔ یہ بات (امام) شافعی رضی اللہ عنہ نے ہر اس شخص پر جاری فرمائی ہے جوایک دفعہ ہی تدلیس کرے۔
[علوم الحدیث عرف مقدمہ ابن الصلاح ص۹۹ نیز دیکھئے الرسالۃ للشافعی ص۳۸۰ فقرہ: ۱۰۳۵]
امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا: مدلس اپنی تدلیس (معنعن روایت) میں حجت نہیں ہوتا۔ (الکفایہ ص۳۶۲ ولفظہ: "لا يكون حجة فيما دلس" وسندہ صحیح)
لہٰذا سفیان ثوری رحمہ اللہ (جو کہ ضعفاء اور مجاہیل سے تدلیس کرتے تھے) کی یہ معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہے اور صحیح احادیث کے مقابلے میں ضعیف کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔

طبقۂ ثانیہ کی بحث

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ غضب کے مدلس تھے، لہٰذا ان کو درجۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو درجۂ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ [طبقات المدلسین ص۳۲]
حاکم نیشاپوری نے حافظ ابن حجر سے پہلے ان کو طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔
[معرفۃ علوم الحدیث ص۱۰۶ و جامع التحصیل ص۹۹]
حاکم نیشاپوری حافظ ابن حجر سے زیادہ ماہر اور متقدم تھے اور درج ذیل دلائل کی روشنی میں حاکم کی بات صحیح اور حافظ ابن حجر کی بات غلط ہے۔
فائدہ نمبر ۱: سفیان ثوری درج ذیل شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے:
حبیب بن ابی ثابت، سلمہ بن کہیل اور منصور (وغیرہم)
[العلل الکبیر للترمذی ۹۶۶/۲، التمہید لابن عبدالبر ۳۴/۱، شرح علل الترمذی ۷۵۱/۲]

فائدہ نمبر۲: سفیان ثوری سے یحییٰ بن سعید القطان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔ تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب العلل ومعرفۃ الرجال (۲۰۷/۱ رقم ۱۱۳۰) والکفایۃ للخطیب ص۳۶۲ وسندہ صحیح) وتہذیب التہذیب (۱۹۲/۱۱ ترجمہ یحییٰ بن سعید القطان)

فائدہ نمبر۳: مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہوجائے تو اس کی روایت قوی ہوجاتی ہے۔ سفیان ثوری اس روایت میں عاصم بن کلیب سے منفرد ہیں اوران کی کوئی معتبر متابعت نہیں ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

تیسرا جواب:

سفیان ثوری کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ روایت مجمل ہے۔ اگر اس کو عام تصور کیا جائے تو پھر تارکین رفع الیدین کا خود اس روایت پر عمل نہیں ہے۔

① وہ وتر میں تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع سے پہلے رفع الیدین کرتے ہیں۔

② وہ عیدین میں تکبیر تحریمہ کے بعد رفع الیدین کرتے ہیں۔

اگر وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر روایات سے ثابت ہے تو رکوع سے پہلے اور بعد کی تخصیص بھی صحیحین کی روایات سے ثابت ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حدیث کے عموم سے وتر اور عیدین کے رفع الیدین کو بچانے کی کوشش کریں جو ان لوگوں کا جواب ہے، وہی ہمارا جواب ہے۔

تنبیہ: رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی ممانعت یا ترک کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ تارکین کی پیش کردہ سب احادیث باطل، ضعیف و مردود ہیں۔

[مزید تحقیق کے لئے حافظ ابن القیم کی المنار المنیف ص ۱۳۷ کا مطالعہ کریں]

چوتھا جواب:

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا

ذکر نہیں ہے .امام فقیہ محدث ابوداود رحمہ اللہ نے اس ضعیف حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ ''**باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع**'' یعنی باب اس کا جس نے رکوع سے پہلے رفع الیدین کا ذکر نہیں کیا۔ [سنن ابی داود ج اص ۷۷ا قبل ح ۷۴۸]

اور یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ(ثبوتِ ذکر کے بعد) عدم ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے۔

ابن الترکمانی حنفی (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا:'' **ومن لم یذکر الشئ لیس بحجة علیٰ من ذکره** ''جو کسی چیز کو ذکر نہ کرے وہ اس پر حجت نہیں ہے جو کسی چیز کو ذکر کرے۔ [الجوہر النقی ج ۲ص ۷۷ا۳]

مشہور محدث حافظ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے فرمایا:'' **ولا یلزم من عدم ذکر الشئ عدم وقوعه**'' کسی چیز کے عدم ذکر سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا۔ [الدرایۃ ج اص ۲۲۵ حدیث ۲۹۲ باب الاستسقاء]

لہٰذا امام سفیان الثوری کی عدمِ ذکر والی اس ضعیف حدیث سے بھی ترکِ رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

پانچواں جواب:

سفیان کی حدیث میں نفی ہے اور صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث میں اثبات ہے۔ یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

علامہ نووی نے کہا:

> '' **إن أحادیث الرفع أولیٰ لأنها اِثبات وهٰذا نفي فیقدم الإثبات لزیادة العلم**''
>
> رفع الیدین کی (صحیح) احادیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ وہ اثبات ہیں اور یہ (سفیان ثوری کی ضعیف حدیث) نفی ہے۔ پس اثبات کو زیادتِ علم کی وجہ سے نفی پر مقدم کیا جائے گا۔ انتہیٰ [المجموع شرح المہذب ۴۰۳/۳]

حنفی یہ کہتے ہیں کہ کرخی حنفی (متوفی ۳۱۷ھ) نے بھی مثبت کو نفی پر اولیٰ بالعمل قرار دیا ہے۔ [دیکھئے نورالانوار ص ۱۹۷]

مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں نصب الرایہ (۱/۳۵۹) و فتح الباری (۱/۳۴۳)

چھٹا جواب:

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ صرف ایک دفعہ رفع یدین کیا بار بار نہیں کیا۔ [ملاحظہ فرمائیں مشکوۃ المصابیح ص ۷۷ ح ۸۰۹]

نووی (المتوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

" ذكره أصحابنا قالوا: لو صح وجب تأويله علٰى أن معناه لا يعود إلى الرفع في ابتداء استفتاحه ولا في أوائل باقي ركعات الصلٰوة الواحدة ويتعين تأويله جمعاً بين الأحاديث "

ہمارے ساتھیوں نے ذکر کیا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس کا مفہوم یہ ہوتا کہ شروع نماز میں اور باقی رکعات کے شروع میں دوبارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (اس کا رکوع والے رفع الیدین سے کوئی تعلق نہیں ہے) اس تاویل کے ساتھ تمام احادیث (بلحاظ جمع وتطبیق) پر عمل ہوجاتا ہے۔ [المجموع ۳/۴۰۳]

ساتواں جواب:

یہ حدیث اگر بفرضِ محال صحیح ہوتی (!) تو بھی منسوخ ہوتی۔

امام احمد بن الحسین البیہقی نے فرمایا:

" وقد يكون ذلك فى الإبتداء قبل أن يشرع رفع اليدين فى الركوع ثم صار التطبيق منسوخاً وصار الأمر فى السنة إلى رفع اليدين عندالركوع ورفع الرأس منه و خفيا جميعاً علٰى عبدالله بن مسعود "

ہوسکتا ہے کہ ابتدا میں ترک رفع یدین رہا ہو جس وقت رفع الیدین کی مشروعیت

نہیں ہوئی تھی۔اس کے بعد (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی) تطبیق منسوخ ہوگئی اور سنت میں رفع الیدین رکوع سے پہلے اور بعد کا شروع ہوگیا اور یہ دونوں باتیں (تطبیق اور بعد کا شروع ہونے والا رفع الیدین) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر مخفی رہ گئے۔

[معرفۃ السنن والآثار قلمی ج ا ص ۲۲۰، التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ ص ۱۱۸ للشیخ الامام حافظ محمد گوندلوی]

تنبیہ: یہ الزامی جواب ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں۔

امام بیہقی کے دعویٰ کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام حافظ عبداللہ بن ادریس (ثقہ بالاجماع) نے اس حدیث کو بعینہ اسی سند کے ساتھ عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے۔

[مسند احمد ج ا ص ۴۱۸ و إسنادہ صحیح]

اس میں رکوع میں تطبیق کا ذکر ہے جو کہ بالاتفاق منسوخ ہے۔

آخری بات

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

" ولو لا هٰذا الخبر لكان رفع اليدين عند كل رفع وخفض وتكبير و تحميد فى الصلوٰة فرضاً..."

اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ہر جھکنے، بلند ہونے، تکبیر اور تحمید کے وقت رفع الیدین فرض ہوتا۔ [المحلی ج ۴ ص ۸۸]

درج بالا تحقیق کی رو سے ابن حزم کی پیش کردہ حدیث متعدد علل کی وجہ سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

لہٰذا قارئین فیصلہ کریں کہ ابن حزم کے نزدیک رفع الیدین کا کیا مقام ٹھہرتا ہے؟

کیا وہ ابن حزم کے نزدیک فرض نہیں ہو جاتا؟

بسم الله الرحمن الرحيم
تحقيق حديث ابن مسعود أنه صلى فلم يرفع إلا في أول مرة

	مصححين لهذا الحديث
1	ترمذي حسن له
2	ابن حزم صحح له
	بعض المعاصرين

	مضعفين لهذا الحديث
-1	عبدالله بن المبارک (سنن الترمذی 59/1)
-2	الشافعي (شرح الزرقاني على الموطا158/1)
-3	يحيى بن آدم (التلخيص الحبير 222/1)
-4	احمد بن حنبل(التمهيد 219/9)
-5	البخاري (التلخيص الحبير ، وجزء رفع اليدين ص 86)
-6	أبو داود (السنن 478/1 والتمهيد 220/9)
-7	أبو حاتم الرازي (علل الحديث 96/1)
-8	دارقطني (التلخيص والعلل 346/1)
-9	ابن حبان(تهذيب السنن لإبن قيم 449/2)
-10	أبوبكر البزار(التمهيد 221,220/9)
-11	محمد بن وضاح (ايضاً)
-12	ابن القطان(نصب الراية 395/1)
-13	يحيى (حاشية جلاء العينين ص 88)
-14	ابن الملقن (ايضاً)
-15	الحاكم(ايضاً)
-16	النووي (ايضاً)
-17	الدارمي(تهذيب السنن 449/2)
-18	البيهقي (المجموع للنووي 403/3)
-19	ابن عبدالبر (مرعاة المفاتيح 323/2)
-20	ابن قدامة (المغنی 295/1)

تیسرا شبہ: حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ

يزيد بن أبي زياد عن ابن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كبر لإ فتتاح الصلوٰة رفع يديه حتى يكون ابها ماه قريباً من شحمتي أذنيه ثم لا يعود .

یزید بن ابی زیاد نے (عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں رفع الیدین کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو تک ہو جاتے تھے پھر آپ دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

[معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۴ وسنن ابی داود: ۷۴۹، ۷۵۲]

جس روایت میں رفع الیدین کے نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے = O
جس روایت میں رفع الیدین کے نہ کرنے کا ذکر ہے = x

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ — عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ — یزید بن ابی زیاد —

1 اسماعیل بن زکریا (سنن دارقطنی) x
2 صالح بن عمر (مسند ابی یعلیٰ) O وفی نسخہ x
3 موسیٰ بن محمد الانصاری (التمہید لابن عبدالبر) O
4 الجراح ابو وکیع (العلل لاحمد بن حنبل) O
5 اسباط بن محمد (مسند احمد) O
6 عبداللہ بن ادریس (ابو یعلیٰ) O (راجع جلاء العینین ص 96)
7 خالد بن عبداللہ (دارقطنی) O
8 شریک (سنن ابی داود) X
9 شعبہ (مسند احمد وصرح یزید بالسماع عندہ) O
10 زہیر (ابو داود وذکرہ معلقاً) O
11 ہشیم
- (مصنف ابن ابی شیبہ) O
- (مسند احمد بن حنبل) O
- زکریا بن یحییٰ الواسطی (مسند ابی یعلیٰ) O

12 سفیان
- عبداللہ بن محمد الزہری (ابو داود) O
- (مسند الحمیدی) O

13 الثوری
- (مصنف عبدالرزاق) O
- محمد بن یوسف (جزء البخاری) O
- ابراہیم بن خالد (دارقطنی) O
- مؤمل بن اسماعیل - ابوبکرہ (طحاوی 197/1) O
  - (طحاوی 224/1) X

پہلا جواب: اس حدیث کادارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی پر ہے جو کہ ضعیف اور شیعہ تھا

یزید بن ابی زیاد کا تعارف

نمبر شمار	جارح	جرح	ثبوت جرح	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل
1	شعبہ	كان يزيدبن أبي زياد رفاعاً	الجرح والتعديل 265/9	ابن شاهين	ذكره فی الثقات	الثقات رقم 1561
2	ابوحاتم الرازی	لم يكن بالحافظ'ليس بذاک' ليس بالقوی	ایضاً	احمد صالح	ثقة لا يعجبنی قول من تكلم فيه	ثقات ابن شاهين بغير سند
3	یحییٰ بن معین	لا يحتج بحديثه' ضعيف الحديث'ليس بالقوی	ایضاً ' الكامل لابن عدی 2729/7	العجلی	كوفی ثقة جائز الحديث وكان باخره يلقن	معرفة الثقات رقم2019
4	ابوزرعہ	كوفی لين، يكتب حديثه ولا يحتج به	الجرح والتعديل			
5	ابن المبارک	ارم به	الضعفاء الكبير للعقيلی/380	يعقوب بن سفيان	فهوعلی العدالة والثقة	تهذيب التهذيب
6	وکیع	(حديثه الرايات) ليس بشيً	ایضاً			
7	ابواسامہ	لو حلف عندی خمسين يميناً قسامةً ما صدقته	ایضاً	ابن سعد	وكان ثقة فی نفسه الاانه	
8	العقیلی	(ذكره فی الضعفاء)	ایضاً		اختلط فی آخرعمره فجاء بالعجائب	الطبقات الكبریٰ 340/6
9	النسائی	ليس بالقوی	الضعفاء والمتركين رقم 651			
10	الجوزجانی	سمعتهم يضعفون حديثه	احوال الرجال رقم 135			
11	احمد بن حنبل	حديثه ليس بذاک	كتاب العلل و معرفة الجال 33/2			
12	ابن عدی	ويزيد من شيعة أهل الكوفة مع ضعفه يكتب حديثه	الكامل لابن عدی 2730/7			
13	ابن حزم	ضعيف	المحلیٰ 484/7			
14	البیہقی	غيرقوی	الكبریٰ 26/2			
15	الھیثمی	وهو ضعيف	مجمع الزوائد71/5			
16	ابن کثیر	وهو ضعيف	تفسير ابن كثير 112/4.98/2			
17	ابن الترکمانی	مضعف	الجوهر النقی 208/2			
18	ابوداود	لااعلم احدا ترک حديثه وغيره احب الی منه	تهذيب الكمال للمزی 1534/3، ☆			
19	ابن قانع	ضعيف	تهذيب التهذيب 288/11			
20	الحاکم ابواحمد	ليس بالقوی عندهم	ایضاً ص 289			
21	البردیجی	ليس هو بالقوی	ایضاً			
22	ابن خزیمہ	فی القلب منه	ایضاً			
23	الدارقطنی	لا يخرج عنه فی الصحيح، ضعيف يخطئ كثيرا ويلقن إذا القن	ایضاً			
24	ابن فضیل	كان من ائمة الشيعة الكبار	ایضاً			
25	ابن حجر	ضعيف كبر، فتغير صاريتلقن وكان شيعيا	تقيرب التهذيب			
26	الذھبی	مشهور سئ الحفظ	المغنی فی الضعفاء7101			
27	ابن المدینی	(ضعف امره)	الضعفاء للعقيلی 380/4			
28	سفیان بن عیینہ	(لم يكن سفيان يصف يزيد بالحفظ)	الام للشافعی ج1ص104			
29	ابن حبان	(ذكره فی الضعفاء)	المجروحين ج3ص99			
30	الحاکم ابوعبداللہ	كان يذكربالحفظ فلما كبرساء حفظه فكان يقلب الاسانيد و يزيد فی المتون ولا يميز	نصب الراية ج1ص402			

معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے۔اس کے ضعف کی وجہ اس کا سوءِ حفظ اور کثرتِ خطا ہے۔جن ائمہ نے اسے ثقہ یا صدوق کہا وہ محدثین کی اکثریت کے مقابلے میں مردود ہے۔

بوصیری نے یزید بن ابی زیاد کے بارے میں کہا: '' **وضعفه الجمهور** ''

اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [زوائد ابن ماجہ:۲۱۱۶]

حافظ ابن حجر نے کہا: '' **والجمهور علٰی تضعیف حدیثه....** ''

اور جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں، الخ [ہدی الساری ص۴۵۹]

سنن ابی داود (۹۳/۲ ح ۳۱۵۳) والی حدیث کے بارے میں اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ''یزید بن زیاد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔'' [نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۲۴۴]

تنبیہ: ائمۂ حدیث نے بالاتفاق یہ تصریح کر دی ہے کہ یزید نے یہ متنازعہ روایت حالتِ اختلاط واقع ہونے کے بعد بیان کی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

دوسرا جواب:

یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید بن ابی زیاد نے مکہ میں حدیث سنائی:

" **عن عبدالرحمٰن بن أبي ليلٰى عن البراء بن عازب قال: رأيت النبي عليه الصلوٰة والسلام إذا افتتح للصلوٰة رفع يديه** "

[کتاب المجروحین لابن حبان ۱۰۰/۳ وسندہ صحیح الی سفیان، مسند الحمیدی: ۷۲۴ دوسرا نسخہ: ۷۴۱]

یعنی اس قدیم روایت میں رفع یدین کے نہ کرنے (لا یعود وغیرہ) کا ذکر نہیں ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

" **ثم قدمت الكوفة فلقيت يزيد بها فسمعته يحدث بهٰذا وزاد فيه: ثم لم يعد إذا هم لقنوه** "

یعنی پھر میں کوفہ آیا اور یزید سے ملاقات کی۔ میں نے اسے یہ حدیث بیان

کرتے ہوئے سنا اور اس نے اس حدیث میں ''لم یعد'' کے الفاظ بڑھا دیے تھے۔ میرا خیال ہے کہ کوفیوں نے اسے تلقین کی تھی یعنی یہ الفاظ اس کی زبان میں ڈال دیے تھے۔ [کتاب الام للشافعی ج ۱ ص ۱۰۴]

امام دارقطنی نے بھی یہی کہا ہے کہ یزید نے آخری عمر میں تلقین قبول کر کے یہ الفاظ بڑھا دیے تھے۔ [سنن الدارقطنی ۱/۲۹۴ ح ۱۱۱۸]

حافظ ابن حبان نے کہا:

'' ھٰذا خبر عول علیه أھل العراق في نفي رفع الیدین فی الصلٰوة عند الرکوع وعند رفع الرأس منه ولیس فی الخبر '' ثم لم یعد'' وھٰذه الزیادة لقنها أھل الکوفة یزید بن أبي زیاد في آخر عمره فتلقن کما قال سفیان بن عیینة أنه سمعه قدیماً بمکة یحدث بھٰذا الحدیث باسقاط ھٰذه اللفظة ومن لم یکن العلم صناعته لا یذکر له الإحتجاج بما یشبه ھٰذا من الأخبار الواھیة''

اس روایت کو عراقیوں نے رکوع کو جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت کے رفع الیدین کی نفی کے لئے (اعتماداً) پیش کیا ہے اور اس روایت میں ''ثم لم یعد '' (پھر نہ کرتے تھے) کی زیادتی نہیں تھی اور کوفیوں نے یزید بن ابی زیاد کی آخری عمر میں (جب کہ ان کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا) یہ اضافہ بطورِ تلقین رٹا دیا تھا۔ پس یزید نے اس تلقین کو قبول کر لیا جیسا کہ سفیان بن عیینہ نے بیان فرمایا کہ انھوں نے مکہ میں پہلے اسے یہ حدیث ان الفاظ کے بغیر بیان کرتے ہوئے سنا تھا اور جس شخص کا مشغلہ علم ہو (اس عبارت میں لـــم زائد ہے، واللہ اعلم) وہ اس طرح کمزور ترین احادیث کو احتجاج کے طور پر کبھی ذکر نہیں کرتا۔ [المجروحین ج ۳ ص ۱۰۰]

محدثین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی الشیعی اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں اس روایت کو'' ولا یعود'' کی زیادتی کے بغیر بیان کرتا تھا۔ بعد میں

جب اس کا حافظہ بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہو گیا تو اس نے ''یار لوگوں'' کی تلقین قبول کر کے اس حدیث میں ''نہ کرنے'' کے (**ثم لا یعود والے**) الفاظ بڑھا دیے لہٰذا اس روایت سے استدلال کرنا حلال نہیں ہے۔

تیسرا جواب:

یزید بن ابی زیاد مدلس تھا۔

[جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ العلائی (ص ۱۱۲، رقم ۶۲) علوم الحدیث للحاکم (ص ۱۰۵) قصیدہ فی المدلسین لابی محمود المقدسی شعر ۶، رسالۃ السیوطی فی المدلسین (۶۷) وابو زرعۃ ابن العراقی (۷۱) والذہبی فی ارجوزتہ، طبقات المدلسین لابن حجر (المرتبۃ الثالثۃ ۱۱۲/۳)]

اسے امام دارقطنی اور حاکم وغیرہما نے مدلس قرار دیا ہے۔

یزید بن ابی زیاد سے رفع الیدین نہ کرنے کی یعنی'' **ثم لا یعود** ''وغیرہ کے مختلف الفاظ کے ساتھ جتنی روایات بھی ملتی ہیں کسی میں بھی سماع کی تصریح نہیں ہے۔ شعبہ کی روایت میں سماع کی تصریح ہے، مگر اس میں رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت یزید مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

یاد رہے کہ مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

چوتھا جواب:

محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ''نہ کرنے'' کے الفاظ اس میں یزید بن ابی زیاد نے اضافہ کر دیے ہیں۔

ابن الملقن نے کہا:'' **فهو حديث ضعيف باتفاق الحفاظ ...** ''اس حدیث کے ضعیف ہونے پر حفاظِ حدیث کا اتفاق (اجماع) ہے۔

[البدر المنیر ۴۸۷/۳، نیز دیکھئے نیل الاوطار ۱۸۰/۲]

مثلاً درج ذیل محدثین نے خاص طور پر اس حدیث کے ضعیف ہونے کی صراحت کی ہے:

۱۔ سفیان بن عیینہ

۲۔ الشافعی

۳۔ الحمیدی

۴۔ احمد بن حنبل

۵۔ یحییٰ بن معین

[قال یحییٰ بن معین فی روایة الدوری (ج۳ص۲۶۴) حدیث البراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ لیس ھو بصحیح الاسناد]

۶۔ الدارمی

۷۔ البخاری

۸۔ ابن عبدالبر

۹۔ البیہقی

۱۰۔ ابن الجوزی [البدر المنیر ۳/۴۸۷]

۱۱۔ البزار [بحوالہ عمدۃ القاری للعینی ۵/۲۷۳ و التلخیص الحبیر ۱/۲۲۱]

کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔

پانچواں جواب:

اس بات پر بھی ائمۂ حدیث کا اجماع ہے کہ یزید الکوفی کی حدیث میں ''**لم یعد**'' کے الفاظ مُدرج ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا:

''واتفق الحفاظ علٰی أن قوله ثم لم یعد مدرج فی الخبر من قول یزید بن أبي زیاد و رواه عنه بدونها شعبة والثوري وخالد الطحان وزهیر وغیر هم من الحفاظ .''

حفاظِ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں ''**لم یعد**'' کا قول یزید کا مدرج ہے اس سے شعبہ، ثوری، خالد اور زہیر وغیرہم نے اس قول کے بغیر اس روایت کو بیان کیا ہے۔ [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۱]

نیز ملاحظہ فرمائیں چوتھا جواب اور'' **المدرج إلی المدرج**'' [للسیوطی ص۱۹ حدیث نمبر۴]

چھٹا جواب:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث کا تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا جواب دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ اس حدیث پر بھی وہی اعتراضات قائم ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اپنے مفہوم پر غیر صریح ہے۔

تنبیہ: محمد ابن ابی لیلیٰ نے اس روایت کو **عن أخیہ عیسیٰ عن الحکم عن عبدالرحمٰن بن أبي لیلیٰ عن البراء بن عازب** کی سند سے بیان کیا ہے۔

[سنن ابی داود ۱/۷۹ ح ۷۵۲]

امام ابوداود نے کہا: ''**ھٰذا الحدیث لیس بصحیح**'' یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

اس میں علت قادحہ یہ ہے کہ محمد ابن ابی لیلیٰ نے یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے سنی تھی، امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن نمیر (ثقہ امام) سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کی کتاب میں دیکھا تو وہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کر رہا تھا۔

[کتاب العلل لاحمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۴۳ رقم ۶۹۳ وسندہ صحیح، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۹ قلمی]

اس پر طُرّہ یہ کہ محمد ابن ابی لیلیٰ خود بھی ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ طحاوی حنفی نے بھی اسے ''**مضطرب الحفظ جداً**'' قرار دیا ہے۔ [مشکل الآثار ۳/۲۲۶]

زیلعی نے کہا: **ضعیف** (نصب الرایہ ۱/۳۱۸)

انور شاہ کاشمیری نے کہا:

''**فھو ضعیف عندي کما ذھب إلیہ الجمھور**'' یعنی وہ جمہور محدثین کی طرح میرے نزدیک (بھی) ضعیف ہے۔ [فیض الباری ۳/۱۶۸]

لہٰذا یہ متابعت مردود ہے۔ اصل دارومدار محمد ابن ابی لیلیٰ کے استاد یزید بن ابی زیاد ضعیف کوفی شیعہ مدلس پر ہے۔

چوتھا شبہ: حدیث محمد بن جابر السحیمی

محمد بن جابر عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبدالله قال: صليت مع النبي ﷺ ومع أبي بكر و مع عمر رضي الله عنهما فلم يرفعوا أيديهم إلاعند التكبيرة الأولٰى في افتتاح الصلوٰة.

محمد بن جابر نے (اپنی من گھڑت سند کے ساتھ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ اور ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

امام دارقطنی نے کہا: اس حدیث کو صرف محمد بن جابر نے بیان کیا ہے اور وہ ضعیف تھا۔
[سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، وقال: تفرد به محمد بن جابر وكان ضعيفاً]

پہلا جواب:

یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے کسی امام نے بھی صحیح نہیں کہا بلکہ بے شمار ائمہ نے اسے صاف طور پر ضعیف و موضوع قرار دیا ہے:

① امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ حدیث منکر ہے اور انھوں نے اس حدیث کا سخت انکار کیا ہے۔
[كتاب العلل ج ۱ ص ۱۴۴ رقم ۷۰۱]

② امام حاکم نے کہا: **هذا إسناد ضعيف** [معرفة السنن والآثار للبیہقی ۲۲۰/۱]
یعنی یہ سند ضعیف ہے اور اسے مقلوب و غیر محفوظ قرار دیا۔
[الخلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر ۴۹۴/۳]

③ الدارقطنی [السنن ۲۹۵/۱]

④ البیہقی [السنن الکبریٰ ۸۰/۲]

⑤ ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا۔ [الموضوعات ۹۶/۲]

⑥ ابن القیسرانی [تذکرۃ الموضوعات ص ۷۸]

⑦ الشوکانی [الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۲۹]

⑧ ابن القیم [المنار المنیف ص ۱۳۸]

⑨ ابن عراق [تنزیہ الشریعۃ ۱۰۱/۲]

دوسرا جواب: اس کا راوی محمد بن جابر ضعیف ہے۔

محمد بن جابر الیمامی جرح و تعدیل کی روشنی میں

جارح	جرح	حوالہ
1- احمد بن حنبل	لا يحدث عنه إلاشر منه كان ربما ألحق أو يلحق في كتابه يعنى الحديث	تهذيب التهذيب وغيره
2- یحییٰ بن معین	ضعيف (لا يحدث عنه إلامن هو شر منه)	....
3- عمرو بن علی	صدوق كثير الوهم متروك الحديث	....
4- بخاری	ليس بالقوي يتكلمون فيه روى مناكير	....
5- ابوداود	ليس بشيءٍ	....
6- النسائی	ضعيف	....
7- ابن مہدی	(يضعفه)	....
8- یعقوب بن سفیان	ضعيف	....
9- العجلی	ضعيف	....
10- ابن حبان	كان أعمى يلحق في كتبه ما ليس من حديثه ويسرق ماذكره فيحدث به	....
11- الدارقطنی	ضعيف	....
12- الذہبی	ضعيف	....
13- البیہقی	ضعيف	....
14- العقیلی	(ذكره في كتاب الضعفاء)	الضعفاء للعقيلي
15- الزیلعی	ضعيف	نصب الراية
16- الحاکم	ضعفه	المعرفة للبيهقي 525/1 (۲۲۰ق)
17- الہیثمی	ضعيف وقد وثقه غير واحد	مجمع الزوائد 295/4
18- السمعانی	(ذكر نحو ماقال) ابن حبان فيه	الأنساب 229/3
19- ابن القیم	(جرحه)	المنار المنيف
20- ابن حجر	صدوق ذهبت كتبه فساء حفظه وخلط كثيراً وعمي فصار يلقن ورجحه أبو حاتم على ابن لهيعة	تقريب التهذيب

اس جم غفیر اور سیل جرار کے مقابلے میں صرف دو اشخاص نے اس کی تعدیل کی ہے:

① الذہلی: **وقال لا بأس فيه** [تہذیب التہذیب]

② اسحٰق بن ابی اسرائیل [نصب الرایۃ بحوالہ ابن عدی]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ائمۂ مسلمین و مومنین کی عظیم اکثریت نے اسے اس کے

بُرے حافظے، اختلاط اور تلقین گیری اور الحاق فی الکتب کی وجہ سے ضعیف و متروک قرار دیا ہے۔
انتہائی معتدل امام ابوزرعہ الرازی نے کہا: ''**محمد بن جابر ساقط الحديث عند أهل العلم**'' علماء کے نزدیک محمد بن جابر ساقط الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل ۲۲۰/۷]
حافظ نورالدین الہیثمی نے کہا: ''**وفيه محمد بن جابر اليمامي وهو ضعيف عند الجمهور و قد وثق**'' اس سند میں محمد بن جابر الیمامی ہے جو کہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ (یہ توثیق مردود ہے۔ غالباً اس لیے حافظ ہیثمی نے اس کے لئے صیغۂ تمریض استعمال کیا ہے۔) [مجمع الزوائد ۱۹۱/۵]

تیسرا جواب:

آخری عمر میں محمد بن جابر اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔
[ملاحظہ ہو الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال ص ۴۹۵ والجرح والتعدیل وسیر اعلام النبلاء ۲۳۸/۸]
اس سے یہ حدیث اس کے قدیم شاگرد روایت نہیں کرتے، بلکہ ایک متاخر راوی اسحٰق بن ابی اسرائیل بیان کرتے ہیں جو کہ ۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ [تہذیب التہذیب ج ا ص ۱۹۶]
محمد بن جابر تقریباً ۱۷۰ھ کے چند سال بعد فوت ہوئے۔ [النبلاء ۲۳۸/۸]
یعنی اس کی وفات کے وقت اسحٰق مذکور تقریباً بیس یا کچھ زیادہ برس کے نوجوان تھے لہٰذا انھوں نے یہ حدیث محمد بن جابر کے اختلاط کے بعد سنی ہے۔

چوتھا جواب:

حماد بن ابی سلیمان آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ ابن سعد نے کہا: ''**اختلط في آخر أمره**'' [تہذیب التہذیب ۱۵/۳]
حافظ نورالدین الہیثمی نے کہا: ''**ولا يقبل من حديث حماد إلا ماروا ه عنه القدماء شعبة وسفيان الثوري والدستوائي و من عدا هولاء رووا عنه بعد الإختلاط**'' حماد کی صرف وہ روایت قبول کی جاتی ہے جو اس سے اس کے قدیم شاگردوں

شعبہ،سفیان الثوری اورالدستوائی نے بیان کی ہے۔ان کے علاوہ سارے لوگوں نے اس سے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے۔ [مجمع الزوائد ج۱ص۱۱۹،۱۲۰]

لہٰذا معلوم ہوا کہ محمد بن جابر کا حماد سے سماع بعد از اختلاط ہے۔

ان عللِ قادحہ کی وجہ سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف و باطل ہے اور اس کے ساتھ استدلال مردود ہے۔

پانچواں شبہ: موضوع روایات

بعض کذابین نے رفع الیدین کے خلاف ایسی روایات پیش کی ہیں جو کہ بالاتفاق موضوع اور من گھڑت ہیں۔مثلاً:

① ایک حدیث جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے، امام حاکم نے کہا: موضوع ہے، حافظ ابن حجر نے حاکم کی تائید کی ہے۔[الدرایہ ۱۵۲/۱]

حافظ ابن قیم نے کہا: ''**ومن شم روائح الحدیث علی بُعْدٍ: شهد باللّٰه أنه موضوع** ''جس نے حدیث کی خوشبو دور سے سونگھی ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔[المنار المنیف ص۱۳۸رقم ۳۱۴]

② ایک روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے۔

[اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج۲ص۱۹]

یہ سند موضوع ہے اور اس کا گھڑنے والا محمد بن عکاشہ ہے، محمد بن عکاشہ مشہور کذاب تھا۔

[ملاحظہ فرمائیں لسان المیزان ج۵ص۳۲۴وعامۃ کتب الضعفاء]

اس سے مامون بن احمد کذاب نے اس روایت کو چوری کیا ہے۔ [الدرایہ ج۱ص۱۵۲]

③ اسی طرح عباد بن الزبیر نامی کسی شخص کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے، جس میں: اول: انقطاع ہے۔(بشرط توثیقِ راوی وتسلیمِ ارسال الزاماً)

دوم: عباد بن الزبیر نامعلوم ہے(یادر ہے کہ یہ عباد بن عبداللہ بن الزبیر نہیں ہے)

سوم: اس کے بعض راویوں میں نظر بھی ہے۔ [الدرایۃ ج۱ص۱۵۲]

چہارم: اس کی سند میں حفص بن غیاث مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔
حافظ ابن قیم نے اس روایت کے بارے میں کہا: ''وھو موضوع'' یہ روایت موضوع ہے۔ [المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص ۱۳۹ رقم ۳۱۵]
جھوٹی روایت سے صرف وہی استدلال کرتا ہے جو خود جھوٹا ہوتا ہے۔

چھٹا شبہ: عدم ذکر

بعض لوگوں نے ترک رفع الیدین کے استدلال کی بھرتی میں ان روایات کو بھی درج کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جن میں رفع الیدین کے کرنے یا نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی مکمل جہالت کی واضح دلیل ہے، ورنہ ان پر لازم آتا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ، قنوت اور عیدین والا رفع الیدین بھی نہ کریں کیوں کہ بہت سی صحیح احادیث میں ان کا ذکر تک نہیں ہے۔
ہم شروع میں واضح کر آئے ہیں کہ (ثبوتِ ذکر کے بعد) عدمِ ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے لہٰذا یہ استدلال بالکلیہ مردود ہے۔
اسی طرح ''لا ترفع الأیدي'' والی روایت میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا بنیادی راوی محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے جیسا کہ قوی دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا گیا ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ) امام عبداللہ بن المبارک نے محمد بن ابی لیلیٰ کی اس '' لا ترفع '' والی روایت کے بارے میں کہا: '' ھٰذا من فواحش ابن أبي لیلٰی '' یعنی یہ ابن ابی لیلیٰ کی فحش غلطیوں میں سے ہے۔ [المجروحین لابن حبان ۲/ ۲۴۶]
اور اس میں دوسری بہت سی علتیں ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس میں قنوت اور عیدین کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے تو وہ کس دلیل سے کیا جاتا ہے؟

ساتواں شبہ: دعویٰ نسخ

بعض لوگوں نے انتہائی سینہ زوری کا ثبوت دیتے ہوئے رفع الیدین کے نسخ کا بے بنیاد دعویٰ کیا ہے۔ یہ دعویٰ کئی دلائل کی رُو سے مردود ہے:

① اس کا صریح صحیح ناسخ موجود نہیں ہے۔

② صحابہ وتابعین کے مبارک دور میں رفع الیدین پر عمل ہوتا رہا ہے اور رفع الیدین کا ترک کسی ایک صحابی سے بھی باسند صحیح ثابت نہیں ہے، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

③ ترک رفع الیدین ہی ثابت نہیں ہے، لہٰذا دعویٰ نسخ کیسا؟

④ ناسخ ومنسوخ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً کتاب الحازمی، کتاب ابن شاہین، کتاب ابن الجوزی وغیرہ۔ ان کتابوں کے مصنفین نے اس مسئلہ کو اپنی کتابوں میں ذکر تک نہیں کیا، ہے کوئی! جو اس موضوع کی کسی ایک کتاب سے یہ مسئلہ نکال کر ہمیں دکھائے؟

⑤ میں نے دلائل رفع یدین میں صحیح حدیث سے ثابت کر دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۹ھ اور ۱۰ھ میں رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔ اب ہمیں صحیح حدیث کے ساتھ بتایا جائے کہ کس سن ہجری میں رفع الیدین منسوخ یا ترک کر دیا گیا تھا؟

⑥ اگر معاذ اللہ! رفع الیدین منسوخ ہو گیا تھا تو پھر تکبیر تحریمہ، قنوت اور عیدین والا کس طرح اس نسخ سے بچ گیا؟

⑦ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں صرف ایک نماز کا بھی ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے رفع الیدین نہ کیا ہو۔ جب ترک ہی ثابت نہیں ہے تو نسخ کس طرح ثابت ہوگا؟

⑧ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے۔
[دیکھئے جزء رفع الیدین: ۱۵ وسندہ صحیح]
کسی صحابی نے کسی کو بھی رفع الیدین کرنے پر نہیں مارا لہٰذا دعویٰ نسخ باطل ہے۔

⑨ رفع الیدین کی احادیث میں ''کان'' کا لفظ آیا ہے۔

حافظ زیلعی حنفی نے کہا: '' **فإنه بلفظ " كان " المقتضية للدوام** '' یعنی '' کان '' کا لفظ دوام کا مقتضی ہے۔ [نصب الرایہ ۱/۳۱۱]

یہاں پر کوئی قرینۂ صارفہ بھی نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ حنفیوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ (**علی الدوام**) رفع الیدین کرتے رہے ہیں لہٰذا دعویٰ نسخ مردود ہے۔

⑩ حافظ ابن قیم نے کہا:

" ومن ذلك أحاديث المنع من رفع اليدين فی الصلٰوة عند الركوع والرفع منه كلها باطلة علٰی رسول الله ﷺ لا يصح منها شيء كحديث عبدالله بن مسعود رضي الله عنه: إنما أصلي بكم صلٰوة رسول الله ﷺ قال: فصلٰی فلم يرفع يديه إلا في أول مرة "

(موضوع احادیث میں سے) نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرنے کی ممانعت کی ساری احادیث باطل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ مثلاً سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی (سند سے منسوب) حدیث کہ انھوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع الیدین کیا (باطل ہے۔) [المنار المنیف ص ۱۳۷]

نسخ کے دعویداروں کا فرض ہے کہ پہلے ترک تو ثابت کریں۔

تحقیق کا خلاصہ

رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ اس بات کو درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے:

ابن عمر، مالک بن الحویرث، وائل بن حجر، ابو حمید الساعدی، علی بن ابی طالب، ابو موسیٰ الاشعری، ابو بکر الصدیق، عبداللہ بن الزبیر، ابو قتادہ، سہل بن سعد الساعدی، ابو اسید، محمد بن مسلمہ اور جابر وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین (ان روایات کی سندیں صحیح ہیں۔)

اس کے خلاف کسی ایک بھی صحیح یا حسن حدیث میں ترک رفع الیدین باصراحت ثابت نہیں ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر نماز میں رفع الیدین کریں۔

امام علی بن عبداللہ المدینی (ثقہ امام) نے رفع الیدین کی ایک حدیث کے بعد کہا:

"حق على المسلمين أن يرفعوا أيديهم لهٰذا الحديث "

اس حدیث کی بنا پر مسلمانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ (نماز میں) رفع الیدین کریں۔

[صحیح البخاری بالہامش نسخۃ الشعب ج ۱ ص ۱۸۸ و نسخہ پاکستانیہ ج ۱ ص ۱۰۲، فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۵ جزء رفع الیدین

ص۳۴ حدیث۲، التلخیص الحبیر ج۱ص۲۱۸ حدیث۲۲۷]

دیکھئے ان کی اس اپیل پر کون لبیک کہتا ہے۔؟!

باب دوم

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت ہے کہ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع الیدین کو درج ذیل تابعین نے روایت کیا ہے:

① نافع [صحیح بخاری: ۷۳۹]

② محارب بن دثار [جزء البخاری: ۴۸ و إسنادہ صحیح، مسند ابی یعلیٰ ۲/۲۴۶ و إسنادہ حسن]

③ طاؤس [جزء رفع الیدین: ۴۸]

④ سالم [جزء رفع الیدین للبخاری: ۷۷ وھو صحیح]

⑤ ابوالزبیر [مسائل الامام احمد بن حنبل روایۃ عبداللہ بن احمد ج ۱ ص ۲۴۴ و إسنادہ صحیح]

بلکہ امام نافع رحمہ اللہ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ

'' **أن ابن عمر رضي الله عنهما كان إذا رأى رجلاً لا يرفع يديه إذا ركع وإذا رفع رماه بالحصى** '' ابن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۵ وسندہ صحیح]

نووی نے کہا: '' **بإسناده الصحيح عن نافع** '' یعنی اس کی سند صحیح ہے۔ [المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵]

ابن الملقن نے کہا: '' **بإسناد صحيح عن نافع** '' [البدر المنیر ۳/۴۷۸]

۲۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [البخاری: ۷۳۷ ومسلم: ۳۹۱]

۳۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

[سنن الدارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح ومسائل احمد روایۃ صالح ص ۷۴ والاوسط لابن المنذر ۳/۱۳۸ وسندہ صحیح]

۴۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما [السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وسندہ صحیح]

۵۔ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وسندہ صحیح]

۶۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وسندہ صحیح]

قال البخاري في جزء رفع اليدين :"حدثنا مسدد :ثنا عبدالواحد بن زياد عن عاصم الأحول قال:رأيت أنس بن مالك رضي الله عنه إذا افتتح الصلٰوة كبر ورفع يديه ويرفع كلما ركع ورفع رأسه من الركوع ."

سیدنا انس رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین:۲۰ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے جزء رفع الیدین:۶۵]

۷۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

قال البخاري في جزء رفع اليدين :"حدثنا سليمان بن حرب :ثنا يزيد بن إبراهيم عن قيس بن سعد عن عطاء قال:صليت مع أبي هريرة رضي الله عنه فكان يرفع يديه إذا كبر وإذا ركع (وإذا رفع)."

یعنی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ، (رکوع کے لئے) تکبیر کہتے وقت اور (رکوع سے) اُٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین:۲۲ وسندہ صحیح]

۸۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

آپ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۵/۱ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن]

اس کے راوی صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ وصدوق ہیں۔

ابوحمزہ عمران بن ابی عطاء الاسدی کو درج ذیل علماء نے ثقہ قرار دیا ہے:

① احمد بن حنبل ② ابن معین ③ ابن نمیر ④ ابن حبان ⑤ مسلم (بتخریج حدیثہ) ⑥ الذہبی فی سیر اعلام النبلاء (۳۸۷/۵)

اور درج ذیل علماء نے ضعیف قرار دیا ہے:

① ابوزرعہ ② ابوحاتم ③ نسائی ④ ابوداود (ملخصاً من التہذیب)

لہٰذا القول راجح ابوحمزہ ثقہ وصدوق ہے۔

تنبیہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب تفسیر ابن عباس ساری کی ساری مکذوب و موضوع ہے۔اس کے بنیادی راوی محمد بن مروان السدی، الکلبی اور ابوصالح تینوں کذاب (جھوٹے راوی) ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے لہٰذا اس نام نہاد تفسیر سے استدلال کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔دوسرے یہ کہ اس تفسیر میں بھی رفع الیدین کے خلاف کوئی صریح بات موجود نہیں ہے۔

۹۔ صحابۂ کرام کا رفع الیدین کرنا

امام بیہقی نے کہا:

أخبرنا محمد بن عبدالله :حدثني محمد بن صالح :حدثنا يعقوب بن يوسف الأخرم :حدثنا الحسن بن عيسى :أنبأنا ابن المبارك:أنبأنا عبدالملك بن أبي سليمان عن سعيد بن جبير أنه سئل عن رفع اليدين فى الصلٰوة فقال:هو شيء يزين به الرجل صلٰوته وكان أصحاب رسول الله ﷺ يرفعون أيديهم فى الإفتتاح و عندالركوع وإذا رفعوا رؤسهم۔

سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے رفع الیدین کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: یہ نماز کی زینت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۵ وسندہ صحیح]

سند کی تحقیق

یہ سند بالکل صحیح ہے۔راویوں کا علی الترتیب جائزہ پیش خدمت ہے:

① امام محمد بن عبداللہ الحاکم مشہور امام ہیں اور صدوق ہیں، مستدرک کے مصنف ہیں۔

مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں: سیر اعلام النبلاء ۱۶۲/۱۷، میزان الاعتدال ۶۰۸/۳، تذکرۃ الحفاظ ۱۰۳۹/۳، تاریخ بغداد ۴۷۳/۵، الانساب للسمعانی ۴۳۲/۱، المنتظم لابن الجوزی ۲۷۴/۷، العبر ۹۱/۳، البدایہ والنہایہ (۳۵۱/۱۱)

ان پر جرح مردود ہے۔

② محمد بن صالح بن ہانی ثقہ تھے۔ [المنتظم ۸۶/۴]

③ یعقوب بن یوسف الاخرم سے ان کے بیٹے امام، حافظ، متقن، حجت محمد بن یعقوب بن یوسف النیسابوری، ابن الشرقی، یحییٰ العنبری، محمد بن صالح اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ انھوں نے مصر میں پڑھا۔ قتیبہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا اور ان سے امام مسلم نے حدیث لکھی ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں: ''**وکان لبیباً نبیلاً فقیھاً کثیر العلم**'' (تاریخ الاسلام ۳۳۸/۲۱) اور ان کی وفات ۲۸۷ھ میں ہوئی۔

ان کو امام ابو حازم عمر بن احمد العبدوی نے ثقہ کہا۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۳۰/۵]

④ الحسن بن عیسیٰ ثقہ تھے۔ [التقریب: ۱۲۸۸]

⑤ ابن المبارک ثقہ ثبت فقیہ عالم، جواد مجاہد تھے۔ [التقریب: ۳۵۷۰]

⑥ عبدالملک بن ابی سلیمان مشہور ثقہ تھے۔ [میزان الاعتدال ۶۵۶/۲]

ان کو احمد اور ابن معین وغیرہما نے ثقہ قرار دیا ہے۔ وہم کے مطلق الزام سے ان کی ہر حدیث ساقط نہیں ہو سکتی، کون ہے جسے وہم نہیں ہوا ہے؟ یاد رہے کہ ان کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے مخالف نہیں ہے۔

⑦ سعید بن جبیر تابعی ثقہ ثبت فقیہ تھے۔ [التقریب: ۲۲۷۸]

خلاصہ یہ کہ اس اثر کی سند بالکل صحیح ہے اور یہ اثر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ

۱: رفع الیدین نماز کی زینت ہے۔ ۲: صحابۂ کرام رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

سعید بن جبیر مشہور جلیل القدر تابعی تھے جنھیں ان کی حق گوئی کی وجہ سے شہید کر دیا گیا تھا۔ ان کی گواہی سے معلوم ہوا کہ (تمام) صحابہ (رضی اللہ عنہم) رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین

کرتے تھے۔انھوں نے کسی ایک صحابی کا بھی استثنا نہیں کیا ہے لہذا رفع الیدین پر صحابہ کا اجماع ثابت ہوگیا۔مزید دیکھئے جزءرفع الیدین (۲۹ وسندہ صحیح)

مگر جو شخص ''میں نہ مانوں''۔۔۔''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگائے رکھے اس کا کیا علاج ہے؟

تارکین و مانعین کے آثار

گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ تمام صحابہ رفع الیدین کرتے تھے۔

حجۃ الاسلام، امام الفقہاء والمحدثین محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کسی ایک صحابی سے بھی رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔''

[جزءرفع الیدین: ۴۰، ۷۶، ۱۷۱، المجموع شرح المہذب ۳/ ۴۰۵]

اس باب میں منکرینِ رفع الیدین جو آثار پیش کرتے ہیں ان کا مختصر و جامع جائزہ پیش خدمت ہے:

(۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

''إبراهيم عن الأسود قال: رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود''

ابراہیم عن اسود کی سند سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے کہ وہ شروع تکبیر میں رفع الیدین کرتے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

[معانی الآثار للطحاوی ۱/ ۲۲۷]

امام ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے، اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی۔صحیح احادیث میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرتے تھے۔

[نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۵ والبدر المنیر ۳/ ۵۰۱]

امام ابوزرعہ رازی نے الحسن بن عیاش کے مقابلے میں سفیان الثوری کی اس روایت کو اصح قرار دیا ہے جس میں پھر نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ [علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۹۵]

ابن جوزی نے کہا کہ یہ اثر صحیح (ثابت) نہیں ہے۔

[البدر المنیر ۳/۵۰۱، التحقیق فی اختلاف الحدیث ج ۱ ص ۲۸۲ مع التنقیح]

امام ابوزرعہ، امام حاکم اور جمہور کی تحقیق امام طحاوی کی تحقیق پر مقدم ہے۔

دوسرے یہ کہ اس روایت میں ابراہیم نخعی کوفی مدلس ہیں۔[طبقات المدلسین لابن حجر (ص ۲۸ رقم ۳۵) جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ صلاح الدین بن کیکلدی العلائی (ص ۱۰۴) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ۱۰۸) المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی (۲) والمدلسین للسیوطی (۱) والتبیین للحلبی (۱۴)]

اور یہ روایت معنعن ہے۔

حدیث ابن مسعود کے تحت بیان کر دیا گیا ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔
علامہ نووی نے کہا: "والمدلس إذا عنعن لا يحتج به بالإتفاق "اگر مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو وہ روایت بالاتفاق حجت نہیں ہوتی۔ [نصب الرایۃ ج ۲ ص ۳۴]

ایک علت یہ بھی ہے کہ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین نہ کرنے والے ہوتے تو ان کا جلیل القدر اور فقیہ بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی رفع الیدین نہ کرتا، حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ ابن عمر رفع الیدین کرتے تھے بلکہ نہ کرنے والوں کو مارتے تھے لہٰذا یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ایک جواب یہ بھی ہے کہ اس روایت سے منکرینِ رفع یدین کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ یہ لوگ قنوت، وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرتے ہیں۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ اثر صحیح ہوتا تو پھر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے تکبیر تحریمہ کے بعد (قنوت، وتر اور عیدین) میں بھی رفع الیدین نہیں کیا ہے(!) تو پھر یہ لوگ کیوں کرتے ہیں؟ اگر قنوت، وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر دلائل سے ثابت ہے تو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دیگر دلائل سے ثابت ہے۔ منکرین رفع یدین کو چاہیے کہ کوئی ایسا صریح صحیح اثر پیش کریں جس میں صاف ہو کہ فلاں صحابی نے رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین نہیں کیا یا نہیں کرتے تھے۔ اصل تنازعہ تو رکوع والے رفع الیدین کا ہے۔ جب دعویٰ خاص ہے تو پھر دلیل بھی خاص ہونی چاہیے۔

(۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

عن أبي بكر النهشلي: ثنا عاصم بن كليب عن أبيه أن علياً رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول تكبيرة من الصلوة ثم لا يعود .

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ [معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۵ نصب الرایۃ ۱/۴۰۶]

اس کا پہلا جواب یہ ہے:

۱۔ مروی ہے کہ سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۱]

۲۔ امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا۔
[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۰، ۸۱ و معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۰]

۳۔ امام شافعی نے اسے غیر ثابت کہا۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱]

۴۔ امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے۔ [المسائل لاحمد ج ۱ ص ۲۴۳]

۵۔ امام بخاری نے جرح کی۔ [جزء رفع الیدین: ۱۱]

۶۔ ابن الملقن نے اسے ''ضعيف لا يصح عنه'' کہا۔ [البدر المنیر ۳/۴۹۹]

یعنی جمہور محدثین کے نزدیک یہ اثر ضعیف و غیر ثابت ہے لہٰذا اس سے استدلال مردود ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں رکوع کا ذکر نہیں ہے، یعنی یہ عام ہے اور رفع الیدین والی روایات (من جملہ حدیث علی رضی اللہ عنہ) خاص ہیں اور یہ اصول ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔ ورنہ پھر منکرین رفع الیدین قنوت اور عیدین میں کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟
نیز دیکھئے ص ۱۱۷

(۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

ایک روایت کے بارے میں ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ ضعیف اور مردود ہے۔
دوسرا اثر درج ذیل ہے:

”عن إبراهيم النخعي قال: كان عبدالله بن مسعود لا يرفع يديه في شئ من الصلوٰة إلا فی الإفتتاح“

ابراہیم نخعی نے کہا: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں بھی رفع الیدین نہیں کرتے تھے سوائے شروع نماز میں۔ [الطحاوی بحوالہ نصب الرایۃ ۱/۴۰۶]

پہلا جواب:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ یا ۳۳ ہجری کو فوت ہوئے ہیں۔

[تہذیب التہذیب ۶/۲۵ وتقریب التہذیب: ۳۶۱۳]

اور ابراہیم بن یزید نخعی ۳۷ ہجری کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

[ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج۱ ص۱۵۵]

لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

اگر کہا جائے کہ یہ روایت ابراہیم نخعی نے ”غیر واحد“ (کئی اشخاص) سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ (نصب الرایۃ ج۱ ص ۴۰۶، ۴۰۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ ”غیر واحد“ اور ”جماعت“ دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں لہٰذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔ حافظ گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ روایت فی نفسہ قابل حجت بھی ہوسکتی ہے کیوں کہ حجت ہونا یا نہ ہونا تو اتصال وانقطاع اور صحت وضعف پر موقوف ہے۔

یہ عبارت مرویاتِ ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔

اولاً: اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوفی جمع ہوکر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔

ثانیاً: پتا نہیں کہ سلسلۂ اسناد عبداللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔

ثالثاً: ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمۂ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔ **والجرح مقدم علی التعدیل**، تعدیل مبہم مقلد کا مایۂ ناز ہو سکتی ہے ایک تشنۂ تحقیق کی سیرابی کے لئے ناکافی ہے۔

انھی خدشات کی روشنی میں جرح وتعدیل کے ایک بہت بڑے امام نے یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ ابراہیم سے عبداللہ کی روایات ضعیف ہیں۔ یعنی امام ذہبی کا میزان الاعتدال ج ا ص ۳۵ میں ارشاد ہے:

قلت: استقر الأمر علٰی أن إبراهیم حجة وأنه إذا أرسل عن ابن مسعود وغیره فلیس ذلك بحسن انتهٰی۔

قال الإمام الشافعي: إن إبراهیم النخعي لو روی عن علي وعبدالله لم یقبل منه لأنه لم یلق واحداً منهما۔ انتهی کلامه

(کتاب الام ص ۲۷۱، ۲۷۲ ج ۷ مطبوعہ مصر) '' [التحقیق الراسخ ص ۱۴۰، ۱۴۱]

یعنی امام شافعی نے کہا: ابراہیم النخعی اگر علی اور عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہما سے روایت کریں تو وہ قبول نہیں کی جائے گی کیوں کہ ابراہیم کی ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور حافظ ذہبی نے ابراہیم نخعی کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۴) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب اثر

أبو بكر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال: صلیت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم یكن یرفع یدیه إلا فی التكبیرة الأولٰی من الصلٰوة۔

مجاہد سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ صرف تکبیرِ اولیٰ میں ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ [معانی الآثار ج ا ص ۲۲۵، نصب الرایۃ ج ا ص ۴۰۹]

پہلا جواب:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:

" حديث أبي بكر عن حصين إنما هو توهم منه لا أصل له "

ابوبکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

[جزء رفع الیدین: ۱۶ ونصب الرایہ ۱/۳۹۲]

اس روایت پر امام ابن معین کی جرح خاص اور مفسر ہے۔ اس کے مقابلے میں منکرینِ رفع یدین لاکھ جتن کریں، یہ حدیث بہرحال باطل ومردود ہے۔ ابن معین کا نقادِ حدیث میں جو مقام ہے وہ حدیث کے ابتدائی طالب علموں پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

''رواه أبو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد عن ابن عمر وهو باطل''

اسے ابوبکر بن عیاش نے حصین عن ابن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ باطل ہے۔

[مسائل احمد روایت ابن ہانی ج ۱ ص ۵۰]

ائمۂ حدیث نے ابوبکر بن عیاش کی اس روایت کو وہم وخطا بھی قرار دیا ہے، لہٰذا ان کی یہ روایت باطل و بے اصل ہے۔

تنبیہ بلیغ: راقم الحروف کی قدیم تحقیق یہ تھی کہ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ بعد میں جب دوبارہ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ تو جمہور محدثین کے نزدیک صدوق ومُوَثَّق راوی ہیں لہٰذا میں نے اپنی سابقہ تحقیق سے علانیہ رجوع کیا۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۸ ص ۵۴ (تحریر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ)

ابوبکر بن عیاش کی توثیق وتقویت درج ذیل علماء سے ثابت ہے:

(۱) البخاری [أخرج عنہ فی صحیحہ]

(۲) ابن خزیمہ [أخرج عنہ فی صحیحہ]

(۳) الترمذی [قال فی حدیثہ (۴۵۶): ''حدیث حسن صحیح'']

(۴)حاکم [المستدرک ۳/۲۰۰ح ۴۹۰۳]

(۵)الذہبی

(۶)الہیثمی [دیکھئے مجمع الزوائد (۹/۱۸۰) کشف الاستار (۲۶۲۳) الاحسان، طبعہ جدیدہ (۶۹۷۰) والصحیحۃ (۲۱۹۷)]

(۷)ابن الجارود [المنتقیٰ :۳۳۱]

(۸)الضیاءالمقدسی [المختارۃ ۱/۲۲۵، ۲/۱۱۴]

(۹)ابوعوانہ [مسند ابی عوانہ ۳/۱۸۶، ۴/۱۱۷]

(۱۰)البوصیری [حسن لہ حدیثہ عن ابی اسحاق عن صلہ عن عمار/ وصحح لہ، الصحیحۃ :۱۵۹۶]

(۱۱)العجلی :ثقۃ [معرفت الثقات]

(۱۲)ابوحاتم الرازی: ثقۃ [علل الحدیث:۲۲۳۳]

(۱۳)احمد بن حنبل: ثقۃ ور بما غلط [العلل :۳۱۵۵، اُقوال احمد ۴/۱۹]

(۱۴)ابن المبارک (اُثنی علیہ) [الجرح والتعدیل ۹/۳۴۹ وسندہ صحیح]

(۱۵)عبدالرحمٰن بن مہدی (کان یحدث عنہ) [ایضاً وسندہ صحیح]

(۱۶)ابن عدی

(۱۷)یحییٰ بن معین [تاریخ عثمان بن سعید الدارمی]

(۱۸)مسلم [روی عنہ فی مقدمۃ صحیحہ]

(۱۹)ابن الجوزی: **وکان ثقة متشدداً فی السنة إلا أنه ربما أخطأ فی الحدیث** [المنتظم ۹/۲۳۲]

(۲۰)یزید بن ہارون [تاریخ بغداد ۱۴/۳۸۰]

(۲۱)ابن عمار [تاریخ بغداد ۱۴/۳۸۰]

(۲۲)ابونعیم الاصبہانی [ذکرہ فی الأولیاء وصحح لہ، انظر حلیۃ الأولیاء ۸/۳۱۳]

(۲۳)البغوی (صحح لہ) [شرح السنۃ ۶/۳۹۶ح ۱۸۳۵]

(۲۴)ابن حبان

(۲۵)ابن حجر العسقلانی [تقریب التہذیب]وغیرہم

خلاصۃ التحقیق: محدثینِ کرام کی صراحت کے مطابق ابوبکر بن عیاش کو جن روایات میں غلطیاں لگی ہیں، اَخطاء واَوہام ہوئے ہیں، اُن کو چھوڑ کر وہ باقی تمام روایات میں صدوق وحسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

ابوبکر بن عیاش کی روایتِ ترکِ رفع الیدین کو یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہما نے بے اصل اور باطل وغیرہ قرار دیا ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ومردود ہی ہے۔

دوسرا جواب:

ابوبکر بن عیاش آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

[الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال ص ۴۳۹۔ ۴۴۴، نصب الرایۃ ۴۰۹/۱ الاغتباط بمعرفۃ من رمی بالاختلاط ص ۲۶]

حافظ ابن حبان نے بھی کتاب الثقات میں اس کی تصریح کی ہے کہ ابن عیاش جب بڑی عمر کے ہوئے تو ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ جب وہ روایت کرتے تو ان کو وہم ہو جاتا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس بات میں انھیں وہم ہوا ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور غیر وہم والی روایت میں اس سے حجت پکڑی جائے۔ [التہذیب ج۱۲ص۳۹]

امام بخاری نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مرسل (منقطع) موقوف بیان کرتے تھے اور یہ بات محفوظ ہے۔ پہلی بات (یہ متنازعہ حدیث) خطاء فاحش ہے کیونکہ اس نے اس میں ابن عمر کے اصحاب کی مخالفت کی ہے۔ [نصب الرایۃ ج۱ص۴۰۹]

امام بخاری کا یہ قول جرح مفسر ہے جو مندمل نہیں ہو سکتی۔ اب آپ حصین سے اس روایت کی تخریج ملاحظہ فرمائیں:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
ابراہیم نخعی
مجاہد
حصین
حماد
ابومعشر
حصین
ابوبکر بن عیاش
قدیماً
کما فی نصب الرایۃ
ابوالاحوص
الثوری
سفیان بن عیینہ
حماد بن سلمہ
مسعر
ابوبکر بن عیاش
(آخری عمر)
احمد بن یونس
عبدالرزاق
مصنف
71/2
رقم 2533
محمد بن الحسن
الشیبانی
کتاب الحجہ
97/1
وصرح الثوری
بالسماع عندہ
عبدالرزاق
مصنف
71/2
2534
حجاج بن منہال
وکیع
علی بن عبدالعزیز
محمد بن عبداللہ
الحضرمی
اسحٰق بن ابراہیم
مصنف ابن ابی شیبہ
236/1
طبرانی فی الکبیر
301/9
9300
طبرانی فی الکبیر
300/9
طبرانی فی الکبیر
301/9

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابوبکر بن عیاش نے آخری عمر میں حافظہ خراب ہونے کے بعد جو روایت بیان کی ہے اس میں انھوں نے بہت سے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے، لہٰذا ان کی روایت شاذ ہوئی اور شاذ مردود کی ایک قسم ہے۔ اس وجہ سے ان کی اس روایت کو امام یحییٰ بن معین اور امام احمد وغیرہما نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود اگر کوئی شخص اس حدیث کی صحت پر اصرار کرتا ہے تو اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال میں کرانا چاہیے۔

ایک دوسری سند

محمد بن الحسن الشیبانی نے کہا:

" أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبدالعزيز بن حكيم قال: رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أول تكبيرة افتتاح الصلٰوة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك "

محمد بن ابان بن صالح نے عبدالعزیز بن حکیم سے روایت کیا کہ میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے وہ نماز کی تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اُٹھاتے تھے اور اس کے علاوہ نہیں اُٹھاتے تھے۔ [موطأ محمد بن الحسن الشیبانی ص۹۲]

جواب:

یہ سند سخت ضعیف ہے۔

۱۔ محمد بن الحسن الشیبانی تلمیذ امام ابی حنیفہ سخت ضعیف ہے۔

جمہور محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "**جهمي كذاب**" (محمد بن الحسن الشیبانی) جہمی کذاب ہے۔ [کتاب الضعفاء للعقیلی ۵۲/۴ وسندہ صحیح]

نسائی نے کہا: "**ضعيف**" [جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمتروکین ص۲۶۶]

ابن عدی نے کہا: اہلِ حدیث (محدثینِ کرام اور متبعینِ حدیث) اس کی بیان کردہ حدیثوں سے بے نیاز ہیں۔ [الکامل ۲۱۸۴/۶]

ابوزرعہ الرازی نے کہا: محمد بن الحسن جہمی تھا۔ [کتاب الضعفاء لابی زرعہ ص۵۷۰]

عمرو بن علی الفلاس نے کہا: **ضعیف** [تاریخ بغداد ۱۸۱/۲ وسندہ صحیح]
محمد بن الحسن الشیبانی پر تفصیلی جرح کے لئے دیکھئے میرا تحقیقی مضمون ''النصر الربانی فی ترجمۃ محمد بن الحسن الشیبانی'' شائع شدہ در ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷ص ۱۱ تا ۲۰

۲۔ محمد بن ابان بن صالح الجعفی ضعیف راوی ہے۔ جمہور محدثین نے اس پر جرح کی ہے [دیکھئے لسان المیزان ۱۲۲/۵]

امام نسائی نے کہا: ''**ضعیف كوفي**'' [کتاب الضعفاء والمتروکین: ۵۱۲]
امام بخاری نے کہا: ''**وليس بالقوي**'' [کتاب الضعفاء بتحقیقی: ۳۲۱]
غرض یہ سند بھی موضوع، باطل اور مردود ہے۔
اس تحقیق سے امام بخاری کی یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ کسی ایک صحابی سے بھی ترک رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔

تیسرا باب

آثارِ تابعین رحمہم اللہ اجمعین

اصل حجت اور دلیل قرآن، حدیث اور اجماع ہے۔ آثار تابعین صرف اس مقصد کے پیشِ نظر تحریر کر رہا ہوں کہ خیر القرون میں رفع الیدین کی سنت پر مسلسل اور بغیر کسی انقطاع کے عمل ہوتا رہا ہے لہٰذا نسخ کا دعویٰ باطل ہے۔

درج ذیل تابعین سے باسند صحیح رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرنا یا اقرار ثابت ہے۔

① ابوقلابہ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۷ و اسنادہ صحیح، جزء رفع الیدین: ۵۵]

② محمد بن سیرین
[مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۶ و اسنادہ صحیح، اخرجہ البیہقی فی الخلافیات ص ۱۰۴ قلمی و اسنادہ صحیح]

③ وہب بن منبہ
[مصنف عبدالرزاق ۲/۶۹ ح ۲۵۲۴ والتمہید ۹/۲۲۸ و عبدالرزاق صرح بالسماع عندہ، فالسند صحیح]

④ سالم بن عبداللہ ⑤ القاسم بن محمد ⑥ عطاء

⑦ مکحول [جزء رفع الیدین: ۶۲ و سندہ حسن]

⑧ نعمان بن ابی عیاش [جزء رفع الیدین: ۵۹ و اسنادہ حسن]

⑨ طاؤس شاگرد ابن عباس [مسند احمد ۲/۴۴ ح ۵۰۳۳ و سندہ صحیح]

⑩ الحسن البصری [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۵ و سندہ صحیح، ولہ شواہد]

تلك عشرة كاملة

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور رفع الیدین

امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں کہا:

"حدثنا محمد بن یوسف :ثنا عبدالأعلیٰ بن مسهر :ثنا عبدالله بن العلاء بن زبر :ثنا عمرو بن المهاجر قال: كان عبدالله بن عامر ليسألني أن استأذن له على عمر بن عبدالعزيز فاستأذنت له عليه فقال :الذي جلد أخاه في أن يرفع يديه، إن كنالنؤدب عليه ونحن غلمان بالمدينة، فلم يأذن له ـ

عمرو بن مہاجر نے کہا: عبداللہ بن عامر مجھ سے کہتے کہ میں انھیں عمر بن عبدالعزیز کے پاس لے جاؤں، میں نے عمر بن عبدالعزیز سے جب اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: یہ عبداللہ بن عامر وہی ہے جس نے اپنے بھائی کو رفع الیدین کرنے پر مارا تھا۔ ہمیں تو رفع الیدین سکھایا جاتا تھا جب کہ ہم مدینہ میں بچے تھے۔

پس عمر بن عبدالعزیز نے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔

[قلمی نسخہ ص ۶ نسخہ مطبوعہ: ۱۷ والتمہید ۲۱۸/۹]

اس کی سند صحیح ہے۔

① محمد بن یوسف (البخاری ابواحمد البیکندی) ثقہ ہے۔ [التقریب: ۶۴۱۷]

② عبدالاعلیٰ بن مسہر ثقہ فاضل تھے۔ [تقریب التہذیب: ۳۷۳۸]

③ عبداللہ بن العلاء بن زبر ثقہ تھے۔ [التقریب: ۳۵۲۱]

④ عمرو بن المہاجر ثقہ تھے۔ [التقریب: ۵۱۲۰]

غرض یہ سند بالکل صحیح ہے۔

ابن عبدالبر کی روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: **"سالم قد حفظ عن أبيه"** سالم نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے (حدیث رفع الیدین کو) یاد رکھا۔

[التمہید ۹/۲۱۹ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جو کہ مشہور تابعی اور عادل خلیفہ تھے، رفع الیدین کے قائل و فاعل تھے بلکہ منع کرنے والے سے ملاقات تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ یہ ہے جذبہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اللھم صل وسلم علیٰ محمد و آلہٖ وأزواجہٖ وأصحابہ أجمعین ،آمین

چوتھا باب

ائمۂ کرام اور رفع الیدین

اصل حجت قرآن، حدیث اور اجماع ہے، ائمۂ کرام کے اقوال بطورِ فہمِ سلف صالحین، بطورِ استشہاد اور ان کے پیروکاروں کی تسلی کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ ان لوگوں پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ صحیح احادیث پر عمل کرتے ہوئے جلیل القدر ائمۂ کرام رحمہم اللہ بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

۱۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ

۱: جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی (۲/۵۷) جامع ترمذی مع تخریج احمد شاکر [۲/۳۷ تحت ح ۲۵۶]

۲: طرح التثریب للعراقی [۲/۲۵۳، ۲۵۴]

۳: التمہید لابن عبدالبر [۹/۲۱۳، ۲۲۲، ۲۲۳]

۴: الموضوعات لابن الجوزی [۲/۹۸]

۵: الاستذکار [۲/۱۲۴]

۶: شرح صحیح مسلم للنووی [۴/۹۵]

۷: المجموع شرح المہذب [۳/۳۹۹]

۸: المغنی لابن قدامۃ [۱/۲۹۴]

۹: بدایۃ المجتہد لابن رشد [۱/۱۳۳]

۱۰: نیل الاوطار [۲/۱۸۰، ۴/۱۸۰]

۱۱: معالم السنن للخطابی [۱/۱۹۳]

۱۲: شرح السنۃ للبغوی [۳/۲۳]

۱۳: المحلیٰ لابن حزم [۴/۸۷]

۱۴: المفہم للقرطبی [۱۹/۲]

ان تمام کتابوں میں امام مالک کے رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔

عبداللہ بن وہب نے فرمایا: ''**رأیت مالك بن أنس یرفع یدیه إذا افتتح الصلٰوة وإذا رکع وإذا رفع من الرکوع**'' میں نے (امام) مالک بن انس کو دیکھا، آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ [تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۵ ص ۱۳۴ وسندہ حسن]

ابوعبداللہ محمد بن جابر بن حماد المروزی الفقیہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم سے یہ ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: ''**ھٰذا قول مالك وفعله الذي مات علیه وھو السنة وأنا علیه وکان حرملة علٰی ھذا**''

یہ (امام) مالک کا (آخری) قول اور فعل ہے جس پر وہ فوت ہوئے ہیں اور یہی سنت ہے۔ میں اسی پر عامل ہوں اور حرملہ (بن یحیٰی) بھی اسی پر عامل ہے۔ [تاریخ دمشق ۱۳۴/۵۵ وسندہ حسن]

معلوم ہوا کہ امام مالک آخری دور میں وفات تک رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ رحمہ اللہ

امام خطابی اور امام بغوی نے اس کی تصریح کی ہے کہ امام مالک کا آخری عمل رفع الیدین کا تھا۔ [معالم السنن ج ۱ ص ۱۶۷ تحت ح ۲۳۶ شرح السنۃ ۲۳/۳ ح ۵۶۱]

بلکہ ابوالعباس القرطبی نے کہا کہ ''**إن الرفع في المواطن الثلاثة ھو آخر أقواله وأصحها**'' [طرح التثریب ج ۱ ص ۲۵۴ واللفظ لہ، المفہم ۱۹/۲]

یعنی ان تینوں جگہوں پر رفع الیدین کرنا امام مالک کا آخری اور سب سے صحیح قول ہے۔

اس کے مقابلے میں (کہا جاتا ہے کہ) صرف سحنون نے امام مالک سے ترک رفع الیدین روایت کیا ہے۔

لہٰذا یہ روایت شاذ و مردود ہے۔

۲۔ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ

۱: کتاب الام للشافعی [ج۱ص۱۰۴]

۲: جامع ترمذی [۳۷/۲ تحت حدیث ۲۵۶]

۳: شرح صحیح مسلم للنووی [۹۵/۴]

۴: احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، لابن دقیق العید [ج۱ص۲۲۰]

رفع الیدین امام شافعی سے متواتر ثابت ہے۔

۳۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

۱: سنن ترمذی [ج۲ص۳۷ تحت حدیث ۲۵۶]

۲: مسائل امام احمد [ص۷۰]

۳: الاستذکار [ج۲ص۱۲۶]

۴: ذکر محنۃ الامام احمد بن حنبل لحنبل بن اسحاق [ص۱۱۰، ۱۱۱]

امام ابوداود فرماتے ہیں:

"رأیت أحمد یرفع یدیه عند الرکوع وعندالرفع من الرکوع کرفعه عندافتتاح الصلٰوۃ یحاذیان أذنیه وربما قصر عن رفع الإفتتاح قال: وسمعت أحمد، قیل له: رجل سمع هٰذه الأحادیث عنه ﷺ ثم لا یرفع هو تام الصلٰوۃ ؟ قال: تمام الصلٰوۃ لا أدري ولکن هو في نفسه منقوص."

میں نے امام احمد کو دیکھا ہے وہ رکوع سے پہلے اور بعد بھی شروع نماز کی طرح رفع الیدین کانوں تک کرتے تھے اور بعض اوقات شروع نماز والے رفع الیدین سے ذرا تقصیر کر کے رفع الیدین کرتے تھے۔

اور میں نے امام احمد کو کہتے ہوئے سنا جب ان سے کہا گیا کہ ایک شخص رفع الیدین کے

بارے میں نبی ﷺ کی یہ احادیث سنتا ہے اور پھر بھی رفع الیدین نہیں کرتا، کیا اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے؟

تو آپ نے فرمایا: پوری نماز ہونے کا تو مجھے معلوم نہیں ہے، ہاں وہ فی نفسہ نقص والی نماز ہے (ناقص نماز والا ہے)۔ [مسائل احمد روایۃ ابی داود ص ۳۳]

جو لوگ رفع الیدین نہیں کرتے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی نماز کو ناقص قرار دیا ہے۔ [نیز دیکھئے المنہج الاحمد ج ا ص ۱۵۹]

۴۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ

امام ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (جو کہ الفقیہ ثقہ جلیل تھے) نے کہا:

بلغنا أن من السنة فيما أجمع عليه علماء الحجاز والبصرة والشام أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه حين يكبر لإ ستفتاح الصلٰوة وحين يكبر للركوع ويهوي ساجداً وحين يرفع رأسه من الركوع إلا أهل الكوفة فإنهم خالفوا في ذلك أمتهم .

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جس سنت پر علمائے حجاز، علمائے بصرہ اور علمائے شام کا اجماع ہے وہ شروع نماز، رکوع کے وقت، تکبیر کہتے وقت، سجدہ کو جھکتے وقت (مراد رکوع ہی ہے کیوں کہ اس کے بعد رکوع سے سر اُٹھانے کا ذکر ہے) اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کا کرنا ہے۔ صرف کوفیوں نے امت (مسلمہ) کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔

اوزاعی سے کہا گیا: '' **فإن نقص من ذلك شيئاً** ''، پس اگر کوئی اس رفع الیدین میں سے کچھ کمی کرے تو انھوں نے فرمایا:

ذلك نقص من صلا ته (حوالہ مذکورہ)

یہ اس کی نماز میں نقص ہے۔ [الطبری بحوالہ التمہید ۹/۲۲۶ وسند الطبری صحیح]

❀❀❀

پانچواں باب

رفع الیدین کرنا ضروری ہے

دلیل نمبر۱: رفع الیدین کرنے والی روایات صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں ہیں اور نہ کرنے کی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے لہٰذا رفع الیدین کرنا ہی ثابت ہے۔

دلیل نمبر۲: رفع الیدین کا نہ کرنا (ترک رفع الیدین) نبی ﷺ سے ثابت نہیں، نہ صحیح سند کے ساتھ اور نہ حسن سند کے ساتھ۔

نہ کرنے کی جملہ روایات ضعیف ومعلول ہیں۔

دلیل نمبر۳: بعض صحابہ نے رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہے۔

[دیکھئے سنن الدارقطنی ۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

دلیل نمبر۴: رفع الیدین کرنے کی احادیث متواتر ہیں۔

دلیل نمبر۵: بے شمار صحابہ سے رفع الیدین کرنا باسند صحیح وحسن ثابت ہے اور نہ کرنا کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں۔

دلیل نمبر۶: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والے کو کنکریوں سے مارتے تھے رفع الیدین کرنے پر کسی صحابی نے کسی کو بھی نہیں مارا۔

دلیل نمبر۷: متعدد علماء نے رفع الیدین کو نماز کی زینت قرار دیا ہے۔ کسی ایک عالم نے بھی ترک رفع الیدین کو نماز کی زینت نہیں کہا۔

دلیل نمبر۸: اہل السنۃ والجماعۃ کے مستند علماء نے رفع الیدین کے کرنے پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً امام بخاری وغیرہ۔ کسی قابل اعتماد عالم نے ترک رفع الیدین پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔

دلیل نمبر۹: ہر رفع الیدین کے ساتھ ہر انگلی پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔

امام طبرانی فرماتے ہیں:

" حدثنا بشر بن موسیٰ: ثنا أبو عبدالرحمٰن المقرئ عن ابن لهيعة:

حدثني ابن هبيرة أن أبا المصعب مشرح بن هاعان المعافري حدثه أنه سمع عقبة بن عامر الجهني يقول :إنه يكتب في كل إشارة يشيرها الرجل بيده فی الصلوٰة بكل إصبع حسنة أو درجة "

(سیدنا) عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے اسے ہر (مسنون) اشارے کے بدلے ایک انگلی پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔ [المعجم الکبیر ۲۹۷/۱۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن]

سند کی تحقیق

عقبہ بن عامر مشہور صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔

آپ مصر کے والی اور فقیہ فاضل تھے۔ [تقریب التہذیب: ۴۶۴۱]

مشرح بن ہاعان کا تعارف

۱۔ یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ ہے۔

[تاریخ الدارمی عن ابن معین: ۷۵۵، کتاب الجرح والتعدیل ۴۳۲/۸]

۲۔ احمد بن حنبل نے کہا: معروف ہے۔ [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۴۳۲/۸ وسندہ حسن]

۳۔ ابن القطان نے ثقہ قرار دیا۔

[بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۵۰۴ فقرہ: ۱۲۷۷، نصب الرایۃ ج ۳ ص ۲۴۰]

۴۔ ذہبی نے کہا: صدوق [میزان الاعتدال ۱۱۷/۴]

اور کہا: ثقة [الکاشف للذہبی ج ۳ ص ۱۲۹]

۵۔ ترمذی نے اس کی ایک روایت کو حسن غریب کہا۔

[جامع الترمذی ۶۱۵/۵ ح ۳۶۸۶، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، یہ توثیق ہے]

۶۔ عبدالحق اشبیلی نے اس کی بیان کردہ حدیث کو " إسناده حسن " کہا۔

[الاحکام الوسطیٰ ۱۵۶/۳، ۱۵۷ باب فی المحلل]

۷۔ ابن عدی نے کہا: أرجو أنه لا بأس به

[الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۴۶۰، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۴۱]

۸۔ حافظ ہیثمی نے اس کی حدیث کو حسن کہا۔ [مجمع الزوائد ۱۰۳/۲]

۹۔ حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ [المستدرک ۱۹۸/۲، ۱۹۹ ح ۲۸۰۴]

۱۰۔ ابن تیمیہ نے مشرح بن ہاعان کی حدیث کو حسن کہا۔

[ابطال الحیل ۱۰۵۔۱۰۶ بحوالہ ارواء الغلیل ۳۱۰/۶ ح ۱۸۹۷]

تنبیہ: ابن حبان نے اسے کتاب الثقات (۴۵۲/۵ وقال: ''**يخطئ ويخالف**'') اور کتاب الضعفاء (المجروحین ۲۸/۳ وقال: '' **يروي عن عقبة بن عامر أحاديث مناكير لا يتابع عليها**'') دونوں میں ذکر کیا ہے لہٰذا ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔

[دیکھئے میزان الاعتدال ج۴ ص۵۵۲]

ابن حبان نے مشرح ہاعان کی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح ابن حبان میں درج کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کی جرح منسوخ ہے۔ [دیکھئے الاحسان: ۲۰۵۴ دوسرا نسخہ: ۲۰۸۶]

دوسرا رخ

۱: حافظ المنذری نے **لا يحتج به** کہا (؟)

اس کے برعکس حافظ المنذری نے مشرح بن ہاعان کی روایت کو ''**بإسناد جيد** '' کہا۔ [الترغیب والترہیب ۳۰۶/۴ ح ۵۰۶۴]

یہ ان کی طرف سے مشرح کی توثیق ہے۔ لہٰذا ان کا '' **لا يحتج به** '' والاقول منسوخ اور ساقط ہو گیا۔

۲: حافظ الدارمی نے '' **ليس بذلك وهو صدوق**'' کہا۔ [تاریخ عثمان الدارمی: ۷۵۵]

معلوم ہوا کہ محدثین کی بہت بڑی اکثریت کے نزدیک وہ ثقہ ہے اور جرح مردود ہے۔

کعبہ پر نصب منجنیق کا مسئلہ

یہ واقعہ جعلی اور بے اصل ہے۔ موسیٰ بن داود نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے۔ (بلغنی) کہ یہ حجاج کے لشکر میں تھا اور کعبہ پر منجنیق سے حملہ کیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔

[دیکھئے کتاب الضعفاء للعقیلی ج۴ ص۲۲۲ تہذیب التہذیب ۱۰ ص۱۴۱]

موسیٰ بن داود نے یہ نہیں بتایا کہ اسے یہ بات کس طرح اور کس ذریعے سے پہنچی ہے

جب سند ہی انھوں نے ذکر نہیں کی تو ان کی بات سے استدلال باطل ہوا۔

دین کا دارومدار سندوں پر ہے۔ حافظ ذہبی نے بھی اس روایت کے مردود ہونے کی طرف میزان الاعتدال میں ''قیل'' لکھ کر اشارہ کر دیا ہے۔

کیا اس قسم کے بے سند اقوال سے کسی ثقہ کو ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ مشرح بن ہاعان مکہ پر حملے کے الزام سے بری و بے گناہ ہے۔ اسی لئے تو اسماء الرجال کے جلیل القدر امام ابن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

۳: عبداللہ بن ہبیرہ ثقہ تھے۔ [تقریب التہذیب: ۳۶۷۸]

۴: عبداللہ بن لہیعہ المصری مختلف فیہ راوی ہیں۔ ان کی بعض روایات صحیح مسلم میں بطورِ استشہاد موجود ہیں۔ بعض نے انھیں صدوق متقن وثقہ قرار دیا اور بعض نے ضعیف **لا یحتج به** وغیرہ کہا۔ آپ مدلس بھی تھے اور آخری عمر میں بقول بعض اختلاط کا شکار بھی ہو گئے تھے، مگر امام عبدالغنی بن سعید الازدی نے کہا:

'' إذا روى العبادلة عن ابن لهيعة فهو صحيح، ابن المبارك وابن وهب والمقرئ ''

جب عبداللہ بن المبارک (عبداللہ بن یزید) المقری، عبداللہ بن وہب اور ابن لہیعہ سے روایت کریں تو صحیح ہوتی ہے۔ [تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۳۰]

یہی بات امام الساجی اور امام الفلاس نے بھی کہی ہے۔

[دیکھئے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷۷]

یہ تعدیل مفسر ہے جو جرح مبہم پر مقدم ہے۔

یاد رہے کہ المقری کی روایت کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

۵: ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری ثقہ فاضل تھے۔ [التقریب: ۳۷۱۵]

۶: بشر بن موسیٰ ثقہ امین تھے۔ [تاریخ بغداد ۷/۸۶ ت ۳۵۲۳]

انھیں امام دارقطنی نے ثقہ امین قرار دیا۔ [تاریخ بغداد ۷/۸۷ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ یہ سند قوی ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی نے اس سند کے بارے میں فرمایا:

''**رواه الطبراني وإسناده حسن** ''اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

[مجمع الزوائد ج۲ص۱۰۳]

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمیؒ کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی؟''

[احسن الکلام ج۱ص۲۳۳ حاشیہ ط بار دوم]

اس حدیث کا مفہوم

۱: امام بیہقی نے کہا:

'' أخبرنا أبو عبدالله الحافظ قال: حدثني محمد بن صالح بن هانئ قال: ثنا أحمد بن سلمة قال: حدث إسحق بن إبراهيم قال..... قال إسحاق: وقال عقبة بن عامر الجهني صاحب رسول الله ﷺ إذا رفع يديه عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع فله بكل إشارة عشر حسنات''

(امام) اسحٰق (ابن راہویہ) نے کہا:

عقبہ بن عامر صحابی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کیا جائے تو ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

[معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج۱ص۲۲۵ قلمی وسندہ صحیح الیٰ اسحاق بن راہویہ]

۲۔ امام احمد بن حنبل نے رفع الیدین کی بحث میں کہا:

''یروی عن عقبة بن عامر أنه قال في رفع اليدين فی الصلٰوة: له بكل اشارة عشر حسنات ''

عقبہ بن عامر سے روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے نماز میں رفع الیدین کے بارے

میں کہا: رفع الیدین کرنے والے کو ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔
[مسائل احمد روایۃ عبداللہ ۲۳۷/۱، التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۰]

امام احمد بن حنبل کی یہ روایت پوری سند کے ساتھ مسائل احمد بروایت صالح بن احمد بن حنبل صفحہ ۷۴ قلمی پر موجود ہے۔

۳۔ حافظ ہیثمی نے بھی یہ قول رفع الیدین کے باب میں ذکر کیا ہے۔

ان ائمہ کے مقابلے میں صرف علی متقی ہندی (حنفی) نے اس پر "**جواز الإشارة بالإصبع فيه وقت قراءة التشهد**" کا باب باندھا ہے۔ [کنز العمال ج ۷ ص ۴۸۱]

جب کہ امام اسحٰق بن راہویہ، امام احمد بن حنبل، حافظ ہیثمی اور امام بیہقی وغیرہ نے اسے رفع الیدین کے متعلق قرار دیا ہے لہٰذا ان کی تحقیق راجح ہے۔

دوسرے یہ کہ اس اثر کا تعلق دونوں سے ہے۔ رکوع والے رفع الیدین سے بھی ہے اور تشہد والے اشارے سے بھی۔

علی متقی نے یہ نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق رفع الیدین سے نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۱۰: متعدد مستند علماء نے رفع الیدین نہ کرنے والے کی نماز کو ناقص قرار دیا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی وغیرہما اور کسی ایک مستند عالم نے بھی رفع الیدین کرنے والے کی نماز کو ناقص نہیں کہا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ رفع الیدین ہی راجح ہے اور رفع الیدین کرنا چاہئے۔

وما علينا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

(صفر ۱۴۱۰ھ)

[بعد از مراجعت/ رجب ۱۴۲۷ھ]

زیادات
اور
اضافے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

[النسآء:۸۰]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

[صحیح البخاری:۷۲۸۰]

سجدوں میں رفع الیدین کا مسئلہ

بعض لوگ سجدوں میں رفع الیدین والی روایات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سجدوں میں بھی رفع الیدین کرنا سنت ہے، حالانکہ ان تمام روایات میں سے ایک روایت بھی اصول حدیث کی رُو سے ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلے کی مرفوع روایات کا مختصر و جامع جائزہ درج ذیل ہے:

1- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

" ابن أبي عدي عن سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك ابن الحويرث أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه في صلا ته وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد وإذا رفع رأسه من السجود حتٰى يحاذي بهما فروع أذنيه "

[السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۲۸ ح ۶۷۲، واللفظ لہ، السنن المجتبیٰ للنسائی ج ۱ ص ۱۲۹ حدیث ۱۰۸۶ التعلیقات السلفیۃ علیٰ تصحیف فیہ، المحلیٰ لابن حزم من طریق النسائی ج ۴ ص ۹۲ مسئلہ ۴۴۲، فتح الباری عن النسائی ج ۲ ص ۲۲۳ تحت حدیث ۷۳۹]

اس حدیث پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ المجتبیٰ میں "**شعبة** "عن قتادة کا لفظ تصحیف اور غلط ہے۔ صحیح لفظ ''**سعید**''**عن قتادة** ہے جیسا کہ المجتبیٰ کی اصل، السنن الکبریٰ میں ہے۔ المجتبیٰ اسی کتاب کا اختصار ہے۔

[حاشیۃ السندھی علی النسائی ج ۱ ص ۳ ظفر المحصلین باحوال المصنفین یعنی حالاتِ مصنفینِ درس نظامی ص ۱۰۷]

جب اصل میں ''سعید'' ہے تو اس کے اختصار یا انتخاب میں ''شعبہ'' بن جانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟ استاذِ محترم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ اور الاستاذ احمد بن محمد

بن شاکر رحمہ اللہ وغیرہما نے بھی اسے تصحیف قرار دیا ہے۔ [التعلیقات السلفیۃ ص۱۲۹، وغیرہ]

بلکہ انور شاہ کشمیری دیوبندی اور محمد یوسف بنوری دیوبندی بھی اسے تصحیف (غلط) ہی سمجھتے ہیں۔ **کما تقدم**

السنن المجتبیٰ للنسائی میں دوسرے مقامات پر بھی کاتبوں کی غلطی سے ''سعید'' کو ''شعبہ'' لکھ دیا گیا ہے۔ مثلاً:

کتاب الجنائز باب۱۰۶، اتخاذ القبور مساجد (ح ۲۰۴۸) (التعلیقات السّلفیہ ج۱ ص۲۳۳) یہی روایت السنن الکبریٰ للنسائی (ج۱ ص۶۵۸ ح ۲۱۷۳) وغیرہ میں ''سعید'' کی سند سے ہے۔ **و هو الصواب**

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے کمال تحقیق کرتے ہوئے بتایا کہ کاتبوں کی غلطی سے سعید، شعبہ اور شعبہ سعید بن جاتا ہے۔ [دیکھیے کتاب المجروحین ۵۹/۱]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے راوی سعید (بن ابی عروبہ) ہیں جن کے استاذ قتادہ مشہور مدلس ہیں۔ دیکھیے کتب التدلیس و فتح الباری (جلد۱۳ ص۱۰۹ تحت حدیث ۷۱۳۶/۷۱۳۵) اور ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں۔ اصول حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ مدلس کی ''عن'' والی روایت غیر صحیحین میں عدم تصریح سماع اور عدم متابعت معتبرہ کی صورت میں ضعیف ہوتی ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ ہشام الدستوائی (النسائی/ المجتبیٰ ۱۰۸۸) کی قتادہ سے روایت بھی قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

قائلین رفع الیدین فی السجود کی اصح روایت کا یہ حال ہے۔ اسی پر ان کی دیگر روایات کی حیثیت سمجھ لیں۔

2- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

''وإذا رفع رأسه من السجود، أيضًا رفع يديه حتى فرغ من صلا ته.. إلخ'' [ابوداود مع عون المعبود ج۱ ص۲۶۳ ح ۷۲۳]

اس میں '' **السجود** '' مصدر ہے جو واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے لہٰذا دوسرے

دلائل کی رو سے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ چار سجدوں سے (تشہد کے بعد) اٹھتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں دو رکعتیں پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے بعد والا رفع الیدین ہے لہٰذا اس حدیث سے سجدوں کے درمیان والا "رفع الیدین" کشید کرنا صحیح نہیں ہے۔ سیدنا وائل رضی اللہ عنہ سے بعض روایات میں " **إذا رکع وإذا سجد**" کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ [سنن الدارقطنی ۲۹۱/۱ ح ۱۱۰۸]

اس کا مفہوم یہ ہے: جب آپ رکوع (کا ارادہ) کرتے تو رفع الیدین کرتے اور آپ جب سجدہ کا ارادہ کرتے تو رفع الیدین کرتے۔

یہ دونوں رفع الیدین، قبل الرکوع اور بعد الرکوع والے ہیں۔ حالت سجدہ وقعود والے نہیں ہیں اور یہی مفہوم حدیث ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا ہے جسے ابوداود اور ابن خزیمہ وغیرہما نے روایت کیا ہے۔

3- انس بن مالک رضی اللہ عنہ

"**حدثنا الثقفي عن حمید عن أنس أن النبي ﷺ کان یرفع یدیه فی الرکوع والسجود**" [مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵]

اس میں حمید الطّویل مدلس ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے اور فی الرکوع سے مراد قبل الرکوع اور فی السجود سے مراد قبل السجود ہے یعنی یہ دونوں رفع یدین قیام والے ہیں، قعود والے نہیں ہیں۔

ابویعلیٰ الموصلی فرماتے ہیں:

" **حدثنا أبوبکر (ابن أبي شیبة) :حدثنا عبدالوهاب الثقفي عن حمید عن أنس قال: رأیت رسول الله ﷺ یرفع یدیه إذا افتتح الصلٰوة وإذا رکع وإذا رفع رأسه من الرکوع** "

[ج ٦ ص ۴۲۴، ۴۲۵ حدیث ۱۰۳۸]

اس روایت نے اوپر والی روایت کی تشریح کر دی ہے اور یہ بات عام طالب علم بھی

جانتے ہیں کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

4- عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ

" و صلى بهم يشير كفيه حين يقوم وحين يركع وحين يسجد وحين ينهض للقيام فيقوم ويشير بيديه "

[ابوداود مع عون المعبود ج۱ص۲۶۹ حدیث۷۳۹]

اس کی سند ابن لہیعہ کی تدلیس اور میمون کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن لہیعہ مشہور مدلس ہیں۔ (دیکھیے کتب المدلسین) اور "عن" سے روایت کر رہے ہیں۔ اس کا راوی میمون المکی مجہول ہے۔ [التقریب:۷۰۵۴]

میمون سے صرف ابن ہبیرہ راوی ہیں۔ [تہذیب التہذیب] ایسا راوی، جس کا شاگرد صرف ایک ہو اور کسی نے توثیق نہ کی ہو، مجہول العین ہوتا ہے۔ مجہول العین کی روایت محدثینِ کرام کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کے متن کا بھی وہ مفہوم نہیں ہے جو بعض حضرات کشید کر رہے ہیں، بلکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ قیام (تکبیر اولیٰ) کے وقت رفع الیدین کرتے اور رکوع کے وقت رفع الیدین کرتے تو (رکوع کے بعد قیام میں) سجدہ کرنے سے پہلے، رفع الیدین کرتے اور جب (دو رکعتیں پڑھ کر) قیام کرتے تو رفع الیدین کرتے۔

معلوم ہوا کہ اس سے سجدوں کے درمیان، حالت قعود والا رفع الیدین ثابت کرنا صحیح نہیں ہے، ورنہ پھر بتایئے کہ رکوع کے بعد والا رفع الیدین کہاں ہے؟

5- حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

"فكان إذا سجد السجدة الأولى فرفع رأسه منها رفع يديه تلقاء وجهه ... إلخ"

[ابوداود مع العون ج۱ص۲۶۹ حدیث۷۴۰ المجتبیٰ للنسائی مع التعلیقات السلفیہ ج۱ص۱۳۵ حدیث ۱۱۴۷]

اس کی سند نضر بن کثیر کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۱۴۷)

6- مع كل تكبيرة

بعض ضعیف روایات میں ''**كان يرفع يديه مع كل تكبيرة** '' کے الفاظ آئے ہیں مثلاً:

☆......... **عن عمير بن قتادة** [سنن ابن ماجہ ح ۸٦١]

بوصیری نے زوائد میں کہا: اس سند میں رفدہ بن قضاعہ ضعیف ہے اور عبداللہ نے اپنے باپ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ انتھٰی

رفدہ پر جرح کی معلومات کے لیے تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب وغیرہما کا مطالعہ کریں۔

☆......... **عن جابر بن عبدالله** [مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰]

اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ الذیال بن حرملہ مجہول الحال ہے اور نصر بن باب جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ ان روایات کا مفہوم بھی وہ نہیں ہے کہ سجدوں کے درمیان رفع الیدین کیا جائے بلکہ **مع كل تكبيرة** کا مطلب وہی ہے جو ''**ويرفعهما في كل تكبيرة يكبرها قبل الركوع حتى تنقضي صلاته** '' کا ہے۔

[ابوداود ج ۱ ص ۲٦۳ حدیث ۷۲۲ وھو حدیث صحیح]

خلاصہ یہ کہ سجدوں میں رفع الیدین، رسول اللہ ﷺ سے باسند صحیح وصراحتاً ثابت نہیں ہے۔ جو شخص اس کے اثبات کا مدعی ہے اس سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ صرف ایک صحیح یا حسن روایت ایسی پیش کرے جس میں رکوع کے بعد والے رفع الیدین کی صراحت کے بعد، سجدوں میں کندھوں یا کانوں تک رفع الیدین کی صراحت ہو۔

تنبیہ (۱)

جناب محمد حسین السّلفی نے ایک رسالہ ''سجدوں میں رفع الیدین سنت ہے'' نامی لکھا ہے جس میں ضعیف ومردود روایات کو صحیح یا حسن قرار دیا گیا ہے۔ **اِنا لله و اِنا اِلیه راجعون**

انھوں نے کئی روایات کا مفہوم بھی غلط بیان کیا ہے۔

حافظ محمد ایوب صابر صاحب نے " **عون الملك المعبود في تحقيق أحاديث رفع اليدين فی السجود** ''کے نام سے محمد حسین صاحب کا بہترین رد کیا ہے، جسے مکتبہ السنہ نے شائع کیا ہے۔

تنبیہ(۲)

جناب ابوحفص بن عثمان بن محمد العثمانی الداجلی نے عربی میں ایک رسالہ ''**فضل الودود في تحقيق رفع اليدين للسجود**'' لکھا ہے جس میں سجدوں میں رفع الیدین کے اثبات کی کوشش کی ہے۔ اس رسالے کی بنیادی روایات کا جواب اس مضمون میں آ گیا ہے۔ **وما علينا إلا البلاغ**

❀❀❀

رفع الیدین کا حکم اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔
[قطف الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ حدیث ۳۳، نظم المتناثر من الحدیث المتواتر حدیث ۶۷، لقط اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ حدیث ۶۲]

صحابۂ کرام مثلاً امیر المومنین سیدنا ابوبکر، امیر المومنین سیدنا عمر اور امیر المومنین سیدنا علی وغیرہم سے بھی صراحتاً رفع الیدین ثابت ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

بلکہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"و لم یثبت عن أحد من أصحاب النبي ﷺ إنه لا یرفع یدیه"

اور کسی ایک صحابی سے بھی رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں۔ [جزء رفع الیدین: ۷۶]

اس مختصر مضمون میں امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث مع تحقیقِ سند پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قولاً وفعلاً دونوں طرح رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ **والحمدللہ**

عبداللہ بن القاسم فرماتے ہیں:

بینما الناس یصلون في مسجد رسول الله ﷺ إذخرج علیهم عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال :اقبلوا عليّ بوجوهكم أصلي بكم صلٰوة رسول الله ﷺ التي كان يصلي و يأمر بها فقام مستقبل القبلة و رفع يديه حتٰی حاذا بهما منكبيه و كبر ثم غض بصره ثم رفع يديه حتٰی حاذابهما منكبيه ثم كبر ثم ركع و كذلك حين رفع قال للقوم: هٰكذا كان رسول الله ﷺ يصلي بنا۔

[نصب الرایۃ ج اص ۴۱٦ مسند الفاروق لابن کثیر ج اص ۱٦۵، ۱٦٦ شرح سنن الترمذی لابن سید الناس ج ۲ ص ۲۱۷ واللفظ لہ]

لوگ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ (اچانک) ان کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: لوگو! اپنے چہرے میری طرف کرو، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں جو آپ پڑھتے تھے اور جس کا حکم دیتے تھے۔ پس آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنے کندھوں تک رفع الیدین کیا اور اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے اپنی نظر جھکالی، پھر آپ نے رفع الیدین کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو گئے پھر آپ نے تکبیر کہی، پھر رکوع کیا اور اسی طرح (رفع الیدین) کیا، جب آپ رکوع سے کھڑے ہوئے..... آپ نے (نماز کے بعد) لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اسی طرح نماز پڑھاتے تھے۔

اب اس حدیث کے راویوں کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

1) عبداللہ بن القاسم مولیٰ ابی بکر الصدیق:

آپ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم کے شاگرد ہیں۔ آپ سے فضیل بن غزوان، قرۃ بن خالد اور ابوعیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی نے روایت کی ہے۔

[التاریخ الکبیر للبخاری ج ۵ ص ۱۷۳، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۴۰، ۱۴۱ واللفظ لہ]

امام بخاری اور ابوحاتم الرازی نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ حافظ ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے۔

[کتاب الثقات لابن حبان ۴٦/۵، تہذیب الکمال ۴۲۱/۱۰، تہذیب التہذیب ۳۱۴/۵ خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال للخزرجی ص ۲۱۰]

ظفر احمد تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

"وکذاکل من ذکره البخاري في تواريخه ولم يطعن فيه فهوثقة '

فإن عادته ذكر الجرح والمجروحين قاله ابن تيمية "

اوراسی طرح ہر وہ راوی جسے بخاری نے اپنی تاریخوں میں ذکر کر کے جرح نہیں کی وہ ثقہ ہے کیوں کہ آپ کی عادت ہے کہ جرح اور مجروحین کا ذکر کرتے ہیں ۔ یہ بات (مجد الدین عبدالسلام بن عبداللہ) ابن تیمیہ نے کہی ہے۔

[قواعد فی علوم الحدیث ص۲۲۳، اعلاء السنن ج۱۹]

ظفر احمد تھانوی صاحب کا یہ قول مرجوح ہے تاہم دیوبندیوں کو چاہیے کہ وہ اس اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے راوی مذکور کو ثقہ قرار دیں۔ **دیدہ باید!**

ابن القطان الفاسی نے عبداللہ بن القاسم مذکور کو مجہول کہا ہے۔

[تہذیب التہذیب ج۵ ص۳۱۴]

یہ جرح کئی وجہ سے مردود ہے:

① جب توثیق ثابت ہو جائے تو مجہول و مستور وغیرہ اقوال خود بخود مردود ہو جاتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے راوی ہیں جنھیں امام ابوحاتم وغیرہ نے مجہول کہا ہے، جب کہ دوسرے محدثین انھیں ثقہ کہتے ہیں اور عمل ان کی توثیق پر ہی ہے۔ دیکھیے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۲۶۷)

② ابن القطان الفاسی کا ایک خاص اصول ہے کہ وہ ایسے راویوں کو مجہول کہہ دیتے ہیں جن کی توثیق کی صراحت انھیں (اس کے معاصر سے) نہیں ملتی، حالانکہ ایسے راوی صحیحین میں بھی موجود ہیں۔ دیکھئے قواعد الدیوبندیہ فی اصول الحدیث (ص ۲۰۵)

③ اصولِ حدیث میں یہ مقرر ہے کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت بیان کریں وہ مجہول العین نہیں ہوتا بلکہ توثیق نہ ہونے کی صورت میں مجہول یا مستور کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کی روایت امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔

[قواعد فی علوم الحدیث ص۲۰۴]

یہ قول اگرچہ مرجوح ہے تاہم ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو " **أجلى الأعلام أن**

الفتوی مطلقاً علی قول الإمام'' جیسی کتابیں لکھتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں:

''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔''

[ایضاح الادلہ ص ۲۷٦]

وہ بعض ثقہ راویوں کو مستور یا مجہول الحال کہہ کر کیوں رد کر دیتے ہیں؟

ان لوگوں کے اصول اتنے متناقض ہیں کہ ہر سلیم الفطرت انسان معلوم ہونے کے بعد حیران ہوتا ہے کہ ان میں تطبیق کس طرح دے؟ مثلاً:

ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''إن روایة المستور من القرون الثلاثة مقبول عندنا معشر الحنفیة ''

ہم حنفیوں کے نزدیک قرون ثلاثہ کے مستور کی روایت مقبول (صحیح و حجت) ہے۔

[اعلاء السنن ۳/۲۰۴]

اور فرماتے ہیں:

'' الجهالة فی القرون الثلا ثة لا یضر عندنا ''

اور قرون ثلاثہ میں مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔ [ایضاً ص ۱۹۷]

جب کہ اسی جلد میں، یہی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''قلت ففیه رجل مجهول ،فلا یحتج به ''

اس میں ایک آدمی (رجل من آل الحارث جو کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا) مجہول ہے لہٰذا اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں۔ [ص ۱٦۱] اِنا لله و اِنا اِلیه راجعون

تھانوی صاحب کی ان متعارض و متناقض پالیسیوں کی وجہ سے ایک عرب محقق شیخ، عداب محمود الحمش نے اعلاء السنن کے بارے میں لکھا ہے:

'' طبع هٰذا الکتاب مع مقدماته الثلا ثة في واحد وعشرین جزءً ا وفي هٰذا الکتاب بلایا وطامات مخجلة.''

یہ کتاب اپنے تین مقدموں کے ساتھ اکیس جلدوں میں چھپی ہے اور اس کتاب میں مصیبتیں اور شرمندہ کرنے والی تباہیاں ہیں۔

[رواۃ الحدیث الذین سکت علیہم ائمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۷]

④ سنن ابی داود (۱۵۱۴) اور سنن ترمذی (۳۵۵۹) کی ایک روایت " **عن أبي نصيرة عن مولى لأبي بكر عن أبي بكر** '' کی سند سے ہے۔

اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"**وقول علي بن المديني والترمذي ليس إسناد هذا الحديث بذاك، فالظاهر أنه لأجل جهالة مولى أبي بكر ولكن جهالة مثله لا تضر لأنه تابعي كبير ويكفيه نسبته إلى أبي بكر فهو حديث حسن والله أعلم**"

ابن مدینی اور ترمذی کا یہ قول: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے ظاہراً مولیٰ ابی بکر کی جہالت کی وجہ سے ہے، لیکن ایسے شخص کی جہالت مضر نہیں کیوں کہ وہ بڑا تابعی ہے اور اس کے لیے ابوبکر سے نسبت کافی ہے۔ پس یہ حدیث حسن ہے، واللہ اعلم!

[تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۶ وفی نسخۃ ج ۱ ص ۴۱۶]

یہ قول اگرچہ مرجوح ہے لیکن معلوم ہوا کہ عبداللہ بن القاسم، حافظ ابن کثیر کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔

[حافظ زیلعی نے کہا: ''**لكن جهالته لا تضر إذ تكفيه نسبته إلى الصديق**'' لیکن اس کی جہالت مضر نہیں ہے کیونکہ اس کی صدیق سے نسبت کافی ہے (اتحاف المتقین ۵/ ۵۹)]

⑤ امام ابوداود نے عبداللہ بن القاسم کی ایک حدیث پر سکوت کیا ہے۔ [۱۷۹۳]

منذری وغیرہ سکوت ابی داود کی بنا پر حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں۔

[قواعد التھانوی ص ۸۷]

یہ قول بھی مرجوح ہے تاہم ان لوگوں پر حجت ہے جن کے نزدیک سکوت ابی داود حسن ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ: ہمارے شیخ الاستاذ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے سکوت ابی داود پر ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ امام ابوداود کا کسی روایت پر سکوت اس کے حسن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن القاسم حسن الحدیث ہے۔ یہ بات عقلاً بعید ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو لہٰذا معاصرت کی وجہ سے راجح یہی ہے کہ یہ سند متصل ہے۔ عبداللہ بن قاسم مذکور کے بارے میں حافظ مزی لکھتے ہیں: ''**رأى عمر بن الخطاب**''

اس نے عمر بن خطاب کو دیکھا ہے۔ [تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۴۲۱]

2) **ابوعیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی:**

ان سے ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ [الکاشف ج ۳ ص ۳۲۱]

لہٰذا ابن القطان الفاسی کا قول'' **حاله مجهولة** ''مردود ہے۔

3) **حیوہ بن شریح:**

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۱۶۰۰]

4) **عبداللہ بن وہب القرشی:**

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد ہیں۔ [التقریب: ۳۶۹۴]

5) **حجاج بن ابراہیم الازرق:**

اس حدیث کو ابن وہب سے بیان کر رہے ہیں۔ **كما نقله ابن سيد الناس**

ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور ابوحاتم الرازی نے ثقہ کہا ہے۔

[الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۱۵۴، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۳۹]

بلکہ اسے ابن حبان اور العجلی وغیرہما نے بھی ثقہ کہا ہے۔ [الثقات ج ۸ ص ۲۰۳]

تقریب التہذیب میں ہے: **ثقة فاضل** [۱۱۱۸]

6) احمد بن الحسن الترمذی:

الراوي عن حجاج بن إبراهيم صحیح بخاری کے راوی اور ''**ثقة حافظ** '' ہیں۔

[تقریب التہذیب:۲۵]

7) ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ:

الراوي عن أحمد بن الحسن الترمذي صحیح ابن خزیمہ کے مصنف اور مشہور ثقہ امام بلکہ شیخ الاسلام ہیں۔[دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ص ۳۶۵ تا ۳۸۲]

8) ابواحمد الحسین بن علی بن محمد بن یحییٰ:

حسينك الراوي عن ابن خزيمة خطیب نے کہا: ''**كان ثقة حجة** ''

[تاریخ بغداد ۷۴/۴ ت ۴۱۵۴]

9) ابوعبداللہ الحافظ:

الحاكم النيسابوري الراوي عن حسينك/ صاحب المستدرك علٰى الصحيحين مشہور ثقہ وصدوق امام ہیں۔

10) الامام البیہقی صاحب الخلافیات:

الراوی عن الحاکم: مشہور ثقہ بالاتفاق امام اور السنن الکبریٰ وغیرہ کے مصنف ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ اس کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں مثلاً:

۱۔ حديث الحكم قال: رأيت طاؤسًا يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع من الركوع رفعهما، فسألت بعض أصحابه فقال: أنه يحدثه عن ابن عمر عن عمر عن النبي ﷺ

[السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۷۴]

اسے حاکم نے محفوظ کہا ہے۔ یہاں پر'' **بعض أصحابه** ''مضر نہیں ہے کیوں کہ

خطیب بغدادی نے اس حدیث پر'' من اجتزأ بالسماع النازل مع كون الذي حدث عنه موجودًا'' کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حکم بن عتیبہ نے یہ حدیث طاؤس کے سامنے بیان کی ہے۔ [الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ج۱ص۱۱۶۔۱۱۸]

چونکہ طاؤس کا انکار ثابت نہیں لہٰذا یہ روایت الحکم عن طاؤس متصل ہے ۔ اس پر صاحب ''الامام'' کی جرح صحیح نہیں ہے۔

۲۔ حدیث خلف بن أيوب البلخي عن مالك بن أنس عن الزهري عن سالم عن أبيه عن عمر ۔ إلخ [نصب الرایۃ ج۱ص۴۱۶]

امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ خلف کی کسی نے متابعت نہیں کی۔

[خلف مختلف فیہ راوی ہے 'ابوحاتم رازی کہتے ہیں: یروی عنہ، تہذیب الکمال ج۵ص۴۷۳]

تنبیہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۳۔ حدیث : راشد بن سعد عن محمد بن سهم عن سعيد بن المسيب قال :رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع .

و فيه من يستضعف [نصب الرایۃ ج۱ص۴۱۷]

محمد بن سہم کا ترجمہ التاریخ الکبیر للبخاری والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم میں مذکور ہے۔ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا۔ [ج۷ص۴۲۵]

راشد بن سعد کثیر الارسال ہے۔ [تقریب التہذیب:۱۸۵۴]

اور اگر اس سے مراد رشدین بن سعد ہے تو ضعیف ہے۔ [ایضاً:۱۹۴۲ملخصاً]

معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے۔

اس کے دیگر شواہد بھی ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع الیدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔ [الطحاوی والبیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ج۱ص۴۰۵ بروایت ابراہیم عن الاسود عنہ]

اس کی سند ابراہیم النخعی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں دوسری علتیں بھی ہیں۔

اس مختصر تحقیق سے معلوم ہوا کہ رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ کا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فعلاً بھی ثابت ہے اور قولاً بھی۔

''کان یأمر بھا'' سے حکم ثابت ہوتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ

((صلوا کما رأیتمونی أصلی)) [صحیح البخاری ج ۱ ص ۸۸ حدیث ۶۳۱]

اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے ہی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کر کے نماز پڑھی ہے۔ [صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱]

لہٰذا رفع الیدین کا حکم ثابت ہو گیا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے متعدد مسائل معلوم ہوتے ہیں، مثلاً:

۱) شاگردوں کو تعلیم کے لیے استاد خود انھیں نماز پڑھ کر سکھائے۔

۲) رسول اللہ ﷺ رفع الیدین کا حکم دیتے تھے۔

۳) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتباعِ سنت اور تبلیغ سنت کے جذبۂ مبارکہ سے سرشار تھے۔

۴) ہر نماز میں حسب استطاعت، قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔

۵) کندھوں تک رفع الیدین کرنا صحیح اور غیر منسوخ ہے۔

۶) رفع الیدین کا منسوخ ہونا ثابت نہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو لوگوں میں سے کسی شخص کو تو امیر المومنین پر اعتراض کرنا چاہیے تھا مگر ایسا قطعاً منقول نہیں ہے۔

۷) پہلے رفع الیدین اور پھر تکبیر کہنا صحیح ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث کی رُو سے پہلے تکبیر اور بعد میں رفع الیدین یا تکبیر مع رفع الیدین بھی صحیح ہے۔

۸) نماز میں نظر جھکا کر رکھنی چاہیے۔

۹) '' ثم قام قدرما یقرأ بأم القرآن و سورۃ من المفصل'' کے الفاظ سے نماز

میں سورہ فاتحہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۰) رکوع میں گھٹنوں پر ہتھیلیاں پھیلا کر رکھنا صحیح ہے۔

۱۱) تعدیل ارکان ضروری ہے۔

۱۲) صرف تین تسبیحات، رکوع وسجود میں پڑھنا صحیح ہے۔

۱۳) اگر نماز صرف دو رکعتیں ہو تو دوسری رکعت کے آخر میں تشہد میں تورک کرنا صحیح ومسنون ہے۔

" ثم صلّی رکعة أخریٰ مثلها ثم استویٰ جالساً فنحی رجليه عن مقعدته وألزم مقعدته الأرض "..... إلخ

۱۴) نماز سے خروج کا طریقہ سلام (السلام علیکم) ہے۔

❀❀❀

رفع یدین کے خلاف ایک نئی روایت:
أخبار الفقهاء والمحدثين ؟

مسئلہ رفع یدین کے خلاف ایک نئی روایت اخذ کی گئی ہے جسے کچھ عرصہ سے بہت زور وشور سے تحریر وتقریر میں بیان کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں ''ترکِ رفع یدین'' نامی ایک کتاب چھپی ہے جس میں اس روایت کو ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کے حوالے سے لکھا گیا ہے لہٰذا اس روایت کی بھی تحقیق پیشِ خدمت ہے:

روایت کا متن

''اخبار الفقہاء والمحدثین'' میں لکھا ہوا ہے:

حدّثني عثمان بن محمد قال: قال لي عبيد الله بن يحيى: حدثني عثمان بن سوادة ابن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن أسلم عن عبدالله بن عمر قال: كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع أيدينا في بدء الصلاة وفي داخل الصلاة عندالركوع فلما هاجر النبي ﷺ إلى المدينة ترك رفع اليدين في داخل الصلاة عند الركوع وثبت علىٰ رفع اليدين في بدء الصلاة۔

[ص۲۱۴ ت ۳۷۸، ترکِ رفع یدین ص۴۹۱]

تارکینِ رفع یدین کی پیش کردہ روایت کئی لحاظ سے موضوع اور باطل ہے۔

دلیل نمبر ۱:

''اخبار الفقہاء والمحدثین'' نامی کتاب کے شروع (ص۵) میں اس کتاب کی کوئی

سند مذکور نہیں ہے اور آخر میں لکھا ہوا ہے:

" تم الكتاب والحمدلله حق حمده وصلى الله على محمد وآله وكان ذلك في شعبان من عام ۴۸۳ھ "

کتاب مکمل ہوگئی اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جیسا کہ اس کی تعریف کا حق ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل پر درود ہو۔ اور یہ (تکمیل) شعبان ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے۔ [ص۲۹۳]

اخبار الفقہاء کے مذکور مصنف محمد بن حارث القیر وانی (متوفی ۳۶۱ھ) کی وفات کے ایک سو بائیس (۱۲۲) سال بعد اس کتاب اخبار الفقہاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون ہے؟ یہ معلوم نہیں، لہٰذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیر وانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۲:

اس کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں ہے۔ بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے۔ اس ابن مدرک سے محمد بن حارث القیر وانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"عثمان بن محمد بن خشيش القيرواني عن ابن غانم قاضي إفريقية أظنه ، كان كذاباً"

عثمان بن محمد بن خشیش القیر وانی ، ابن غانم قاضی افریقیہ سے روایت کرتا ہے، میرا خیال ہے، یہ کذاب تھا۔ [المغنی فی الضعفاء ج۲ ص۵۰ ت۴۰۵۹]

عثمان بن محمد: کذاب قیر وانی ہے اور محمد بن حارث بھی قیر وانی ہے لہٰذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عثمان بن محمد سے یہاں مراد یہی کذاب ہے۔

یاد رہے کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے۔ محمد بن الحارث القیر وانی سے منسوب کتاب میں لکھا ہوا ہے:

" قال خالد بن سعد: عثمان بن محمد ممن عني بطلب العلم و درس المسائل وعقد الوثائق مع فضله وكان مفتي أهل موضعه توفى ۳۲۰"

خالد بن سعد نے کہا: عثمان بن محمد طلبِ علم پر توجہ دینے والوں میں سے ہے، اس نے مسائل پڑھائے اور فضیلت کے ساتھ دستاویزیں لکھیں ۔ وہ اپنے موضع (علاقے) کا مفتی تھا، ۳۲۰ھ کو فوت ہوا۔

[اخبار الفقہاء والمحدثین ص۲۱۶]

اس عبارت میں توثیق کا نام ونشان نہیں ہے۔

غلام رسول نوری بریلوی نے اس عبارت کا ترجمہ درج ذیل لکھا ہے:

''جناب خالد بن سعد نے فرمایا کہ عثمان بن محمد ان میں سے ہے جنہوں نے مجھ سے علم حاصل کیا ہے اور مسائل کا درس لیا ہے اور یہ پختہ عقد والے ہیں اور صاحبِ فضیلت ہیں اور اپنے موضع کے مفتی تھے۔'' [ترکِ رفع یدین ص۴۹۳]!!

دلیل نمبر۳:

عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے۔ اخبار الفقہاء میں لکھا ہوا ہے:

" قال عثمان بن محمد قال عبيدالله بن يحيى : كان عثمان بن سوادة ثقة مقبولاً عند القضاة والحكام...."

چونکہ عثمان بن محمد مجروح یا مجہول ہے لہٰذا عبیداللہ بن یحییٰ سے یہ توثیق ثابت نہیں ہے۔

نتیجہ: عثمان بن سوادہ مجہول الحال ہے اس کی پیدائش اور وفات بھی نامعلوم ہے۔

دلیل نمبر۴:

عثمان بن سوادہ کی حفص بن میسرہ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں ہے۔ حفص کی وفات ۱۸۱ھ ہے۔

دلیل نمبر ۵:

محمد بن حارث کی کتابوں میں ''اخبار القضاۃ والمحدثین'' کا نام تو ملتا ہے مگر ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا نام نہیں ملتا۔ دیکھئے الاکمال لابن ماکولا (۲۶۱/۳) الانساب للسمعانی (۳۷۲/۲)

ہمارے اس دور کے معاصرین میں سے عمر رضا کحالہ نے ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا ذکر کیا ہے۔ [معجم المؤلفین ۲۰۴/۳]

اس طرح معاصر خیر الدین الزرکلی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ [الاعلام ۷۵/۶]

جدید دور کے یہ حوالے اس کی قطعی دلیل نہیں ہیں کہ یہ کتاب محمد بن حارث کی ہی ہے۔ قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

دلیل نمبر ۶:

مخالفین رفع یدین جس روایت سے دلیل پکڑ رہے ہیں اس کے شروع میں لکھا ہوا ہے:

''وکان یحدث بحدیث رواہ مسنداً في رفع الیدین وھو من غرائب الحدیث وأراہ من شواذھا''

اور وہ رفع یدین کے بارے میں ایک حدیث سند سے بیان کرتا تھا۔ یہ غریب حدیثوں میں سے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شاذ روایتوں میں سے ہے۔

[اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴]

یہ عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

غلام مصطفیٰ نوری صاحب نے ''کمال دیانت'' سے کام لیتے ہوئے ''**من شواذھا**'' کی جرح کو چھپا لیا ہے۔

ان دلائل کا تعلق سند کے ساتھ ہے۔ اب متن کا جائزہ پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر ۷:

اس روایت کے متن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

کرنے کے بعد رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا۔ جبکہ صحیح ومستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

ابو قلابہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔
[صحیح مسلم ۱/۱۶۸ ح ۳۹۱ وصحیح بخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۷]

مالک بن حویرث اللیثی رضی اللہ عنہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے جب آپ ﷺ (مدینہ منورہ میں) غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔
[دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۰ ح ۶۲۸]

وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳ ح ۴۰۱]
عینی حنفی لکھتے ہیں:

" وائل بن حجر أسلم فی المدینة في سنة تسع من الهجرة "

اور وائل بن حجر مدینہ میں نو (۹) ہجری کو مسلمان ہوئے تھے۔

[عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۴]

۹ھ میں جو وفود نبی ﷺ کے پاس آئے تھے، حافظ ابن کثیر الدمشقی نے ان میں وائل رضی اللہ عنہ کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۷۱]

اس کے بعد (اگلے سال ۱۰ھ) آپ دوبارہ آئے تھے، اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا ہی مشاہدہ فرمایا تھا۔ [سنن ابی داود: ۷۲۷، صحیح ابن حبان، الاحسان ۳/۱۶۹ ح ۱۸۵۷]

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں رفع یدین نہیں چھوڑا بلکہ آپ ﷺ مدینہ میں بھی رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخبار الفقہاء والی روایت موضوع ہے۔

دلیل نمبر ۸:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۴۴ ح ۶۹۴، ۶۹۵ وسندہ حسن]

یہ بات عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری چار سالوں میں آپ کے ساتھ رہے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۲۲]

اس روایتِ مذکورہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام ابوحنیفہ کے استاد عطاء بن ابی رباح بھی رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ۶۲ وسندہ حسن]

معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں رکوع والا رفع یدین متروک یا منسوخ بالکل نہیں ہوا تھا لہٰذا ''اخبار الفقہاء'' والی روایت جھوٹی روایت ہے۔

دلیل نمبر ۹:

مشہور تابعی نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے وقت (چاروں مقامات پر) رفع یدین کرتے تھے۔ [صحیح بخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۹]

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ رفع یدین کرتے رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سب سے آگے تھے۔

دلیل نمبر ۱۰:

نافع فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ۱۵ وسندہ صحیح]

امام نووی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: "**بإسناده الصحيح عن نافع**"

نافع تک اس کی سند صحیح ہے۔ [المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۰۵]

یہ کس طرح ممکن ہے کہ رفع یدین بروایت ابن عمر منسوخ ہو جائے پھر اس کی ''منسوخیت'' کے بعد بھی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس نامعلوم و مجہول جاہل کو ماریں جو رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کسی ایک صحابی سے رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین ۴۰، ۷۶، والمجموع للنووی ۴۰۵/۳]

معلوم ہوا کہ رفع یدین نہ کرنے والا آدمی، صحابہ کرام میں سے نہیں تھا بلکہ کوئی مجہول و نامعلوم شخص ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

ان دلائل سابقہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' والی روایت موضوع اور باطل ہے لہٰذا غلام مصطفیٰ نوری بریلوی صاحب کا اسے ''حدیث صحیح'' کہنا جھوٹ اور مردود ہے۔ **وما علينا إلا البلاغ** (۲۱ محرم ۱۴۲۶ھ)

❀❀❀

رفع اليدين قبل الركوع و بعده
ایک تحقیقی مضمون

تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کے سنت و (بلحاظِ لغت) مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین درج ذیل احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے:

1) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

" رأيت رسول الله ﷺ إذا قام فى الصلوة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه ،وكان يفعل ذلك حين يكبر للركوع و يفعل ذلك إذا رفع رأسه من الركوع و يقول: ((سمع الله لمن حمده)) ولايفعل ذلك فى السجود "

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں (تکبیر تحریمہ کے لئے) کھڑے ہوئے تو رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہوگئے۔ آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت ایسا ہی کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا ہی کرتے تھے اور فرماتے : **((سمع الله لمن حمده))** اور آپ ﷺ سجدوں میں (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

[البخاری:۷۳۶، مسلم:۳۹۰ وترقیم دارالسلام:۸۶۱۔۸۶۳]

2) ابوقلابہ (مشہور تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلى كبر ثم رفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ كا ن يفعل هكذا"

انھوں نے مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ جب نماز پڑھتے، تکبیر (اللہ اکبر)

کہتے پھر رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو) رفع یدین کرتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔ [مسلم: ۳۹۱/۲۴ والبخاری: ۷۳۷]

3) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں داخل ہوئے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا (کانوں تک) پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کپڑا لپیٹ لیا۔ پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تو کپڑے سے ہاتھ باہر نکال کر رفع یدین کیا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا (اور) رفع یدین کیا، پھر جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔ [مسلم: ۴۰۱/۵۴]

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ دوسرے صحابۂ کرام نے اس حدیث کی تصدیق فرمائی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح]

نیز درج ذیل صحابۂ کرام سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

4) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

[جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: (۱) وسندہ حسن، ابوداود: ۷۴۴، ۷۶۱، الترمذی: ۳۴۲۳ وقال: ''ھٰذا حدیث حسن صحیح'' ابن ماجہ: ۸۶۴ وصححہ ابن خزیمہ: ۵۸۴، واحمد بن حنبل (نصب الرایہ ۱/۴۱۲)

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد: حسن الحدیث ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۸/۱۶۸، ۱۷۰)]

5) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [ابن خزیمہ: ۶۹۴، ۶۹۵ وسندہ حسن]

6) ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [الدارقطنی: ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

7) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [البیہقی فی السنن الکبریٰ ۲/۷۳ وقال: ''رواتہ ثقات'' وسندہ صحیح]

8) جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ

[مسند السراج، قلمی ص ۵۲ ومطبوع: ح ۹۲، وسندہ حسن، ابن ماجہ: ۸۶۸ ابوالزبیر المکی نے سماع کی تصریح کر دی

ہے اور ابوحذیفہ حسن الحدیث راوی ہے۔]

9) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ [ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین والی روایت متواتر ہے۔ دیکھیے نظم المتناثر فی الحدیث المتواتر ص ۳۱، ۳۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد درج ذیل صحابۂ کرام رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین پر (بغیر کسی انکار کے) عمل پیرا تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

1) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

[البخاری: ۷۳۹ وسندہ صحیح، وأخطأ من أعله وقال البغوي: هذا الحديث صحيح (شرح السنة ۳/۲۱)]

2) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [البخاری: ۷۳۸ ومسلم: ۳۹۱]

3) ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ [الدارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

4) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [البیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

5) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما [البیہقی ۲/۷۳ وقال: ''رواته ثقات'' وسندہ صحیح]

6) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما [عبدالرزاق فی المصنف ۲/۶۹ ح ۲۵۲۳، ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ وسندہ حسن]

7) انس بن مالک رضی اللہ عنہ [جزء رفع یدین: ۲۰ وسندہ صحیح]

8) جابر رضی اللہ عنہ [مسند السراج قلمی ص ۲۵ وسندہ حسن]

9) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح]

10) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

[الخلافیات للبیہقی بحوالہ شرح الترمذی لابن سید الناس، قلمی ج ۲ ص ۲۱۷ وسندہ حسن]

مشہور تابعی، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [البیہقی فی السنن الکبریٰ ۲/۷۵ وسندہ صحیح]

صحابۂ کرام کے ان آثار کے مقابلے میں کسی صحابی سے باسند صحیح و حسن: ترکِ رفع الیدین

قبل الرکوع و بعدہ ثابت نہیں ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی ایک صحابی سے بھی رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے''

[جزء رفع الیدین: ۷۷ والمجموع شرح المہذب للنووی ۳/۴۰۵]

لہٰذا معلوم ہوا کہ رفع یدین کے عمل پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

اگر رفع یدین متروک یا منسوخ ہوتا تو صحابۂ کرام بالاتفاق اس پر عمل نہ کرتے، ان کا اتفاق و اجماع یہ ثابت کررہا ہے کہ ترکِ رفع یدین یا منسوخیت کا دعویٰ، سرے سے ہی باطل ہے۔ مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نماز میں آدمی جو (مسنون) اشارہ کرتا ہے تو اسے ہر اشارے کے بدلے (ہر انگلی پر) ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔

[الطبرانی فی المعجم الکبیر ج ۱۷ص ۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن]

یہ اثر حکماً مرفوع ہے اور مرفوعاً بھی مروی ہے دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ (ج ۷ ص ۸۴۸ ح ۳۲۸۶) عموم قرآن (سورۃ الانعام: ۱۶۱) بھی اس کا مؤید ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ، محدث فقیہ مشہور نے اس اثر سے یہ ثابت کیا ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر، ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں دیکھئے معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ وسندہ صحیح) امام اہلِ سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس اثر سے ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' پر استدلال کرتے ہیں۔

[دیکھئے مسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۳۷ والتلخیص الحبیر ۱/۲۲۰]

مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد

اب مخالفین رفع یدین ،تارکین اور مدعیان نسخ کے شبہات کا مختصر اور جامع جائزہ پیشِ خدمت ہے:

1) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟

پھر انھوں نے نماز پڑھی اور رفع یدین نہیں کیا مگر صرف پہلی دفعہ

[ابو داود: ۷۴۸من طریق سفیان (الثوري) عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود به وقال:" هٰذا حدیث مختصر من حدیث طویل و لیس هو بصحیح علٰی هٰذا اللفظ"الترمذی:۲۵۷وقال:" حدیث حسن "النسائی:۱۰۲۷،۱۰۵۹،یہ روایت بلحاظِ سند ضعیف ہے۔]

اس روایت کی سند میں ایک راوی امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس ہیں اور روایت عن سے کر رہے ہیں لہٰذا اصولِ حدیث کی رُو سے یہ سند ضعیف ہے۔

سفیان الثوری کے شاگرد ابو عاصم (الضحاک بن مخلد النبیل) ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

" نری أن سفیان الثوري إنما دلسه عن أبي حنیفة "

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک سفیان ثوری نے اس روایت میں ابو حنیفہ سے تدلیس کی ہے۔[سنن الدارقطنی ۲۰۱/۳ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح]

حافظ ابن حبان البستی فرماتے ہیں:

"وأما المدلسون الذین هم ثقات و عدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بینوا السماع فیما رووا مثل الثوري و الأعمش و أبي إسحاق و أضرابهم...."

اور مدلس جو ثقہ و عادل ہیں جیسے (سفیان) ثوری ،اعمش اور ابو اسحاق (السبیعی)

وغیرہم تو ہم ان کی (بیان کردہ) احادیث سے حجت نہیں پکڑتے الا یہ کہ انھوں نے سماع کی تصریح کی ہو۔ [الاحسان، طبع مؤسسۃ الرسالۃ ۱/۱۶۱ قبل ح ۱]

قسطلانی، عینی اور کرمانی فرماتے ہیں:

سفیان (ثوری) مدلس ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی الا یہ کہ دوسری سند سے (اس روایت میں) سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

[ارشادالساری شرح صحیح البخاری، للقسطلانی ج۱ص۲۸۶، عمدۃ القاری للعینی ج۳ص۱۱۲، شرح الکرمانی ج۳ص۶۲]

ابن الترکمانی الحنفی نے کہا: " **الثوري مدلس و قد عنعن** "ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔[الجوہرالنقی ج۸ص۲۶۲]

تفصیل کے لئے دیکھئے میرا رسالہ" **التأسيس في مسألة التدليس** "[ص۲۰،۳۲]

تنبیہ اول

سفیان ثوری کی اس معنعن روایت کی نہ کوئی متابعت ثابت ہے اور نہ کوئی شاہد، العلل للدارقطنی میں متابعت والا حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تنبیہ ثانی

امام ابن المبارک، الشافعی، ابوداود اور دارقطنی وغیرہم/ جمہور محدثین نے اس روایت کو غیر ثابت شدہ اور ضعیف قرار دیا ہے۔

2) یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (ثقہ تابعی) سے روایت کی ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کانوں تک رفع یدین کرتے تھے (اور) پھر دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

[ابوداود: ۷۵۲ وقال: ھٰذا الحدیث لیس بصحیح]

یہ روایت یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یزید کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یزید بن ابی زیاد کی متابعت میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

[ابو داود : ۷۴۹ وسندہ ضعیف، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے لی ہے۔ (کتاب العلل لاحمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۴۳ رقم ۶۹۳ ومعرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۹ مخطوط) لہٰذا یہ متابعت مردود ہے۔]

اس روایت میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھئے فیض الباری لأنور شاہ الکشمیری الدیوبندی (ج ۳ ص ۱۶۸)

3) باطل سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ شروع نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

[الدارقطنی ۱/۲۹۵ ح ۱۱۲۰ وقال: ''تفرد بہ محمد بن جابر وکان ضعیفاً'']

اس کا راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۹۱]

امام احمد بن حنبل نے محمد بن جابر کی اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ [کتاب العلل ج ۱ ص ۱۴۴ رقم ۷۰۱]

حاکم نیشاپوری نے کہا: ''هذا إسناد ضعيف'' [معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۲۰]

اس روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے۔

[دیکھئے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰ وقال: " ولا يقبل من حديث حماد بن أبي سليمان إلاما رواه عنه القدماء :شعبة و سفيان الثوري و الدستوائي و من عدا هؤلاء رووا عنه بعد الإختلاط" حماد بن ابی سلیمان کی صرف وہی حدیث مقبول ہے جسے شعبہ، ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ سب لوگوں نے حماد کے اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔]

4) بعض لوگ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی سے ایک روایت '' فلا يرفع '' (ح ۶۱۴) پیش کرتے ہیں حالانکہ مسند حمیدی کے دو قدیم نسخوں اور حسین سلیم اسد الدارانی (الشامی) کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی میں "فلا يرفع" کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ رفع یدین کا اثبات ہے۔

[مطبوعہ دار السقا، دمشق، داریا، ج ۱ ص ۵۱۵ ح ۶۲۶]

حسین الدارانی کے نسخے میں حدیثِ مذکور کی سند و متن پیشِ خدمت ہے:

''٦٢٦ـ حدثنا الحميدي قال: حدثنا سفيان قال: حدثنا الزهري قال: أخبرني سالم بن عبد الله عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلٰوة رفع يديه حذومنكبيه و إذا أراد أن يركع و بعد ما يرفع رأسه من الركوع و لا يرفع بين السجدتين''

ابونعیم الاصبہانی نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں یہ روایت حمیدی کی سند سے اسی سند و متن کے ساتھ نقل کی ہے۔[ج ۲ص ۱۲ح ۸۵٦]

5) بعض لوگ مسند ابی عوانہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں '' لا یرفعهما'' سے پہلے ''و '' گرگئی ہے حالانکہ مسند ابی عوانہ کے دوقلمی نسخوں میں یہ ''و'' موجود ہے جس سے رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے نفی نہیں ہوتی۔

6) بعض لوگ ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں ترکِ رفع یدین کا ذکر نہیں ہوتا مثلاً المدونۃ الکبریٰ (ج ۱ص ۷۱) کی روایت وغیرہ ،حالانکہ ایک روایت میں ذکر موجود ہونے کے بعد دوسری روایت میں عدمِ ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں آتا۔

[نیز دیکھئے الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ج ۴ص ۷۳، الدرایہ مع الہدایہ ج ۱ص ۱۷۷]

دوسرے یہ کہ المدونۃ الکبریٰ غیر ثابت اور غیر مستند کتاب ہے۔دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتأمین (ص ۷۳)

7) بعض لوگ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں ،نماز میں سکون اختیار کرو۔

[مسلم: ۴۳۰وترقیم دارالسلام: ۹٦۸]

یہ روایت مسند احمد (ج ۵ص ۹۳ ح ۲۱۱٦٦) میں '' وهم قعود '' (اور وہ بیٹھے ہوئے تھے) کے الفاظ کے ساتھ مختصراً موجود ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت قیام والے رفع یدین کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس میں قعدے (تشہد) والی حالت بیٹھنے میں

ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ شیعہ ''حضرات'' کرتے ہیں۔ جس کا مشاہدہ آج بھی کیا جا سکتا ہے۔ شیعہ کے رد والی حدیث کو اہلِ سنت کے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا ظلمِ عظیم ہے۔

اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کرنے والے کو ''**لا یعلم**'' (بے علم) قرار دیا ہے۔ [جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۳۷]

امام نووی اس استدلال کو بدترین جہالت کہتے ہیں۔ [المجموع شرح المہذب ج ۴ ص ۴۰۳]

محمود حسن دیوبندی ''اسیر مالٹا'' فرماتے ہیں کہ

''باقی اذناب الخیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقتِ سلام نماز میں اشارہ بالید بھی کرتے تھے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کو منع فرما دیا''

[الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی ص ۶۳، تقاریر شیخ الہند ص ۶۵]

محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ

''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے'' [درس ترمذی ج ۲ ص ۳۶]

معلوم ہوا کہ رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ کے خلاف ایک روایت بھی ثابت نہیں ہے۔

❀❀❀

مسئلۂ رفع الیدین اور طاہر القادری صاحب

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين،أما بعد:

''پی ایچ ڈی'' والے ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے'' **المنهاج السوي من الحديث النبوي** '' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں بریلوی مسلک کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔اس کتاب کے صفحہ ۲۲۳ پر انھوں نے ''تکبیر اولیٰ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان'' کا عنوان مقرر کر کے رفع یدین کے خلاف چودہ (۱۴) روایات مع حوالہ پیش کی ہیں۔[ص۲۲۳ تا۲۲۹]

اس مضمون میں ان روایات پر تبصرہ وتحقیق پیش خدمت ہے:

تنبیہ: عربی عبارات اور بہت سی تخریجات کو اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، صرف روایت نمبر:۲۵۹/۱۲ کو مع عربی عبارت نقل کیا گیا ہے۔

طاہر القادری صاحب کی پہلی دلیل (۲۴۸/۱):

'' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے ہمیں وہ نماز یاد کروادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اٹھتے اور جھکتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔'' [صحیح بخاری:۱/۱۰۷ح۷۵۱....] (المنہاج السوی ص۲۲۳)

تبصرہ:

ہمارے نسخہ میں اس روایت کا نمبر ۷۸۴ ہے۔اس حدیث میں رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف یہی مسئلہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سجدوں سے) اٹھتے اور جھکتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔تمام اہلِ حدیث کا اس مسئلے پر عمل ہے۔والحمدللہ

اس روایت میں پہلے رفع یدین کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ اصول میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ ایک روایت میں ذکر ہواور دوسری میں ذکر نہ ہوتو عدمِ ذکر نفی ذِکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

ابن الترکمانی (حنفی) لکھتے ہیں کہ

" ومن لم يذكر الشيء ليس بحجة على من ذكره "

اور جوشخص ذکر نہ کرے اس کی بات اس پر حجت نہیں ہے جو ذکر کرے۔

[الجوہر النقی ج۴ص۳۱۷]

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ

''اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی بنسبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم'' [فتاویٰ رضویہ ج۵ص۲۰۸مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور]

جس طرح اس روایت کو تکبیرِ اولیٰ والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے اسی طرح اسے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا بھی غلط ہے۔ نیز دیکھئے تیسری دلیل مع تبصرہ (۲۵۰/۳)

دوسری دلیل (۲۴۹/۲):

''حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انھیں نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔''

[صحیح بخاری: ۱/۲/۱۲۷ح ۷۵۲وصحیح مسلم: ۱/۲۹۳ح ۳۹۲...] (المنہاج السوی ص۲۲۳)

تبصرہ:

یہ روایت صحیح بخاری والے ہمارے نسخہ میں نمبر ۷۸۵ پر ہے۔ صحیح مسلم کے دارالسلام والے نسخہ میں اس کا نمبر ۸۶۷ ہے۔

اس روایت میں بھی رفع یدین کے نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ (سجدوں میں) جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہنے کا ذکر ہے لہٰذا اس روایت کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا

غلط ہے۔

فائدہ: عطاء (بن ابی رباح) فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ (نماز کے لئے) تکبیر کہتے وقت، اور رکوع کرتے وقت (اور رکوع سے اُٹھتے وقت) رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۲۲ وسندہ صحیح]

تیسری دلیل (۳/۲۵۰):

''حضرت مطرف بن عبداللہ روایت کرتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی جب سر اُٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اُٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد کرادی ہے۔ (یا فرمایا:) انھوں نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے۔''

[صحیح بخاری: ۱/۲۷۲ ح ۷۵۳ و صحیح مسلم: ۱/۲۹۵ ح ۳۹۳ ...] (المنہاج السوی ص ۲۲۴)

تبصرہ:

یہ روایت صحیح بخاری (۷۸۶) اور صحیح مسلم (ترقیم دارالسلام: ۸۷۳) میں موجود ہے لیکن اس روایت میں بھی رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ سجدوں اور دو رکعتوں سے قیام پر تکبیرات کا مسئلہ ہے لہٰذا اس روایت کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا مردود ہے ورنہ پھر اس طرزِ استدلال کی وجہ سے تکبیر تحریمہ والا رفع یدین بھی متروک یا منسوخ ہو جائے گا!

فائدہ: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز (پڑھنے) کے لئے کھڑے ہوتے وقت، رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری: ۱ وسندہ حسن واللفظ لہ، سنن الترمذی: ۳۴۲۳ وقال: ''حسن صحیح''، صحیح ابن خزیمہ:

۵۸۴، وصحیح ابن حبان بحوالہ عمدۃ القاری للعینی ۵/ ۲۷۷]

اس حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

[دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۸/ ۱۶۸، ۱۷۰]

محدثین کرام کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین ثابت نہیں ہے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۱ بتحقیقی والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۸۰، ۸۱ مسائل احمد ۱/ ۲۴۳]

چوتھی دلیل (۴/ ۲۵۱):

''حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے جب کہ رکوع سے اپنی پشت مبارک کو سیدھا کرتے پھر سیدھے کھڑے ہو کر رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جھکتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اُٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدے سے سر اُٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ پوری ہو جاتی اور جب دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔''

[صحیح بخاری: ۱/ ۲/ ۲۷ ح ۷۵۶ وصحیح مسلم: ۱/ ۲۹۳ ح ۳۹۲] (المنہاج السوی ص ۲۲۵)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخہ میں، صحیح بخاری (۷۸۹) وصحیح مسلم (دارالسلام: ۸۶۸) میں موجود ہے۔ اس روایت میں بھی ترک رفع یدین کا کوئی مسئلہ مذکور نہیں ہے بلکہ ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' اور ''رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ'' کے ساتھ ساتھ تکبیروں کا بیان ہے لہٰذا اس حدیث کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔ محدثین کرام میں سے کسی قابلِ اعتماد محدث نے ایسی روایات کو رفع یدین کے خلاف پیش نہیں کیا۔ حدیث نمبر ۲ کے تبصرہ میں راقم الحروف نے ثابت کر دیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد

رفع یدین کرتے تھے۔لہٰذا راوی کے عمل کے بعد اس روایت سے ترکِ رفع یدین کا مسئلہ کشید کرنا راویٔ حدیث کی صریح مخالفت کے مترادف ہے۔

پانچویں دلیل (۲۵۲/۵):

''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ وہ فرض ہوتی یا دوسری ، ماہِ رمضان میں ہوتی یا اس کے علاوہ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ '' کہتے۔ پھر سجدہ کرنے سے پہلے '' رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ '' کہتے۔ پھر جب سجدے کے لئے جھکتے تو '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ '' کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب (دوسرا) سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اُٹھتے تو تکبیر کہتے، اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ پھر فارغ ہونے پر فرماتے: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم سب میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تا دمِ وصال اسی طریقہ پر نماز ادا کی۔''

[صحیح بخاری: ۱/۲۷۶ ح ۷۷۰....] (المنہاج السوی ص ۲۲۶)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخۂ صحیح بخاری میں نمبر ۸۰۳ پر موجود ہے۔

اس حدیث میں بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور تکبیرات کا ذکر ہے لیکن رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی حدیث کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔

حدیث نمبر ۲ کے تبصرہ میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے

اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی آخری نماز وہی ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ اس طریقۂ استدلال سے خود بخود ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ کی آخری نماز رفع یدین والی تھی، آپ سے ترکِ رفع یدین باسند صحیح یا حسن قطعاً ثابت نہیں ہے۔

چھٹی دلیل (۲۵۳/۶):

''حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں؟ اور یہ نماز کے معینہ اوقات کے علاوہ کی بات ہے۔ سو انہوں نے قیام کیا، پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی پھر سر اُٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا، پھر تھوڑی دیر سر اُٹھائے رکھا پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر سر اُٹھائے رکھا۔ انہوں نے ہمارے ان بزرگ حضرت عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب کا بیان ہے وہ ایک ایسا کام کرتے جو میں نے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ دوسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے پاس ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور جو بڑا ہو وہ تمہاری امامت کرے۔''

[صحیح بخاری: ۲۸۲/۱ ح ۷۸۵] (المنہاج السوی ص ۲۲۶، ۲۲۷)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخۂ صحیح بخاری میں نمبر ۸۱۸، ۸۱۹ پر موجود ہے۔

اس حدیث میں بھی رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ جبکہ طاہر القادری صاحب کے استدلال کے سراسر برعکس ابو قلابہ (تابعی) رحمہ اللہ سے

روایت ہے کہ انھوں نے (سیدنا) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ [صحیح البخاری: ۷۳۷ وصحیح مسلم: ۳۹۱ وترقیم دارالسلام: ۸۶۴ واللفظ لہ]

آپ نے دیکھ لیا کہ اس متفق علیہ حدیث سے دو مسئلے ثابت ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوقلابہ تابعی کے سامنے سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔

لہٰذا جو لوگ ترکِ رفع یدین یا منسوخیتِ رفع یدین کے دعویدار ہیں، اُن کا دعویٰ باطل ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ طاہر القادری صاحب نے نمبر بڑھانے کے لئے چھ غیر متعلقہ، عدمِ ذکر والی روایات پیش کی ہیں جن کا ترکِ رفع یدین کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب ان کی پیش کردہ دوسری روایات پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

ساتویں دلیل (۷/۲۵۴):

''حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ اُٹھائے۔'' امام نسائی کی بیان کردہ روایت میں ہے: ''پھر انہوں نے ہاتھ نہ اُٹھائے۔''

[ابوداود: ۱/۲۸۶ ح ۷۴۸، ترمذی: ۱/۲۹۷ ح ۲۵۷، نسائی: ۲/۱۳۱ ح ۱۰۲۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۲۲۱، ۳۵۱ ح ۶۴۵، ۱۰۹۹، مسند احمد: ۱/۳۸۸، ۴۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۱] (المنہاج السوی ص ۲۲۷)

تبصرہ:

ان تمام کتابوں میں یہ روایت ''**سفيان الثوري عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة**'' کی سند سے مروی ہے۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ مشہور مدلس ہیں۔
ابن الترکمانی (حنفی) نے کہا:
''الثوري مدلس''ثوری مدلس ہیں۔[الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲]
عینی حنفی نے کہا:
سفیان مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی الا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔
[عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲ تحت ح ۲۱۴]
یہی بات قسطلانی نے بھی لکھی ہے۔[ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۸۶]
احمد رضا خان بریلوی صاحب فرماتے ہیں کہ
''اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے''
[فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۴۵ طبعہ محققہ]
احمد رضا خان صاحب مزید فرماتے ہیں کہ
''اور عنعنہ مدلس اصول محدثین پر نامقبول ہے۔''[فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۶۶]
محمد عباس رضوی بریلوی لکھتے ہیں کہ
''یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصولِ محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاء اللہ بیان ہوگا۔''
[مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹ مطبوعہ: مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور]
ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ یہ روایت غیر مقبول، نامقبول اور مردود ہے۔

آٹھویں دلیل (۲۵۵/۸):

''حسن بن علی، معاویہ، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ

سفیان نے اپنی سند کے ساتھ ہم سے حدیث بیان کی (کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) پہلی دفعہ ہی ہاتھ اُٹھائے، اور بعض نے کہا: ایک ہی مرتبہ ہاتھ اُٹھائے۔'' [ابوداود:۱/۲۸٦ح۷۴۹] (المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

یہ روایت بھی سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے حدیث نمبر ۷/۲۵۴ کا تبصرہ۔ یاد رہے کہ ابوحذیفہ وغیرہ صحابی نہیں بلکہ راویانِ حدیث تھے۔

نویں دلیل (۹/۲۵٦):

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے، اور پھر ایسا نہ کرتے۔''

[ابو داود: ۱/۲۸۷ ح ۷۵۰ ومصنف عبدالرزاق: ۲/۷۰ ح ۲۵۳۰ ومصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۰ وسنن الدارقطنی: ۱/۲۹۳ وشرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۲۵۳ ح ۱۱۳۱] (المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

اس روایت کا بنیادی راوی یزید بن ابی زیاد الکوفی ہے۔ اس کے بارے میں محدث دارقطنی نے فرمایا: ''ضعیف یخطئ کثیراً'' وہ ضعیف تھا اور بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔
[سوالات البرقانی للدارقطنی: ۵٦۱]

بیہقی نے فرمایا: ''غیر قوي'' وہ قوی نہیں تھا۔ [السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲٦]

حافظ ابن حجر نے فرمایا:

''**والجمهور علی تضعیف حدیثه**''

اور جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ہدي الساری ص ۴۵۹]

بوصیری نے کہا:

''**وضعفه الجمهور**'' اور جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

[زوائد سنن ابن ماجہ: ۲۱۱٦]

اسماء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''یہ روایت صحیح السند نہیں ہے''
[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری ج ۳ ص ۲۶۴ رقم: ۱۲۳۹]

ڈاکٹر صاحب کو اس قسم کی کمزور اور کچی روایت پیش نہیں کرنی چاہئے تھی۔

دسویں دلیل (۲۵۷/۱۰):

''حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے، پھر نماز میں کسی اور جگہ ہاتھ نہ اُٹھاتے اور یہ عمل حضور نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا کرتے۔'' [اخرجہ الخوارزمی فی جامع المسانید ۱/۳۵۵]

(المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

طاہر القادری صاحب کی تخریج '' رواه أبو حنيفة '' سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے حالانکہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اسے خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) نے ''**أبو محمد البخاري عن رجاء بن عبدالله النهشلي عن شقيق بن إبراهيم عن أبي حنيفة ...**'' کی سند سے روایت کیا ہے۔ [جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵]

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری الحارثی کے بارے میں ابو احمد الحافظ (حاکم کبیر) نے فرمایا: '' **كان عبدالله بن محمد بن يعقوب الأستاد ينسج الحديث** '' استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔
[کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۷۸ رقم: ۳۸۸ دوسرا نسخہ ص ۱۵۴، ۱۵۵ وسندہ صحیح]

اس شخص کی توثیق کسی نے نہیں کی۔ اس پر شدید جرحوں کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۴۹۶) ولسان المیزان (۳/۳۴۸، ۳۴۹) والکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث (ص ۲۴۸)

حافظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے۔ [۱/۶ ۱۷ رقم: ۲۲۹۷]

رجاء بن عبداللہ النہشلی کے حالات اور شخصیت نامعلوم ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں ہے لہٰذا اسے ''رواہ أبو حنیفة'' کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔

گیارہویں دلیل (۲۵۸/۱۱):

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، یہ سب حضرات صرف نماز کے شروع میں ہی اپنے ہاتھ بلند کرتے تھے۔''

[سنن الدارقطنی ۲۹۵/۱، مسند ابی یعلیٰ ۴۵۳/۸ ح ۵۰۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۹/۲، مجمع الزوائد ۱۰۱/۲]

(المنہاج السوی ص ۲۲۸، ۲۲۹)

تبصرہ:

اس روایت کا بنیادی راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ زیلعی حنفی فرماتے ہیں کہ ''و محمد بن جابر: ضعیف'' اور محمد بن جابر ضعیف ہے۔

[نصب الرایہ ج ۱ ص ۶۱]

جو راوی خود حنفیوں کے نزدیک بھی ضعیف ہے اس کی روایت ڈاکٹر صاحب کیوں پیش کر رہے ہیں؟

یہ روایت امام دارقطنی رحمہ اللہ سنن الدارقطنی میں روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: '' **تفرد به محمد بن جابر و کان ضعیفاً** '' اس کے ساتھ محمد بن جابر منفرد (اکیلا) ہے اور وہ ضعیف تھا۔ [ج ۱ ص ۲۹۵ ح ۱۱۲۰]

مسند ابی یعلیٰ کے محقق حسین سلیم اسد نے لکھا: '' **إسناده ضعیف** '' اس کی سند ضعیف ہے [۴۵۳/۸] یاد رہے کہ اسی نسخے کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے دے رکھا ہے۔

امام بیہقی نے یہ روایت ذکر کر کے امام دارقطنی سے نقل کیا کہ محمد بن جابر ضعیف تھا۔

[السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۷۹، ۸۰]

امام بیہقی بذاتِ خود دوسری جگہ محمد بن جابر الیمامی کو ضعیف لکھتے ہیں۔
[السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۴، ۱۳۵]

حافظ ہیثمی نے یہ حدیث مجمع الزوائد میں ذکر کر کے فرمایا:

" رواه أبو يعلٰى وفيه محمد بن جابر الحنفي اليمامي وقد اختلط عليه حديثه وكان يلقن فيتلقن "

اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا اور اس میں محمد بن جابر حنفی (قبیلہ بنوحنیفہ کا ایک فرد) یمامی ہے۔ اس کی حدیث اُس پر گڈ مڈ ہوگئی تھی اور وہ تلقین قبول کر لیتا تھا [پنجابی زبان کا ''لائی لگ'' تھا] [ج ۲ ص ۱۰۱]

حافظ ہیثمی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

" وفيه محمد بن جابر السحيمي وهو ضعيف ''

اور اس میں محمد بن جابر السحیمی (الیمامی) ضعیف ہے۔
[مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۸ باب ما جاء فی القود والقصاص ومن لا قود علیہ]

آپ نے دیکھ لیا کہ اس روایت کے راوی کو ذکر کرنے والے محدثین بھی ضعیف ہی کہتے ہیں لیکن پھر بھی ڈاکٹر صاحب ایسی کمزور روایت اپنے استدلال میں پیش کر رہے ہیں۔

اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

''**هذا حديث منكر**'' یہ حدیث منکر ہے۔
[المسائل، روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۲ ت ۳۲۷]

بارہویں دلیل (۱۲/۲۵۹):

" عن سالم عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتٰى يحاذي بهما ،وقال بعضهم :حذومنكبيه ،وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع،لا يرفعهما وقال بعضهم : ولا يرفع بين السجدتين،رواه أبو عوانة۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھایا اور جب آپ ﷺ رکوع کرنا چاہتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے، اور بعض نے کہا دونوں سجدوں کے درمیان (ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے۔"

[ابوعوانہ ۱/۲۲۳ ح ۱۵۷۲] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

یہ روایت مسند ابی عوانہ کے دو قلمی نسخوں میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

"عن سالم عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد"

ان میں ایک قلمی نسخہ ہمارے استاد محترم پیر جھنڈا شیخ الاسلام ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے کتب خانہ سعیدیہ میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ (عکس) مدینہ یونیورسٹی میں موجود ہے۔

طاہر القادری صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے جبکہ صحیح ترجمہ درج ذیل ہے:

"سالم اپنے ابا (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے حتیٰ کہ دونوں (ہاتھ) برابر ہو جاتے اور بعض نے کہا: آپ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد (رفع یدین کرتے تھے) اور دونوں (ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے اور بعض نے کہا: اور سجدوں کے درمیان نہیں اُٹھاتے تھے اور معنی ایک ہے۔"

معلوم ہوا کہ'' لا یرفعهما ''کا تعلق'' بین السجدتین ''سے ہے'' من الرکوع ''سے نہیں ہے۔'' والمعنٰی واحد'' کے الفاظ بھی صاف صاف اسی کی تائید کر رہے ہیں۔مگر صد افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے دیوبندیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس روایت کو رفع یدین کے خلاف پیش کر دیا ہے حالانکہ یہ حدیث رفع یدین کے اثبات کے ساتھ ''سالم عن أبیه '' کی سند سے صحیح بخاری (۷۳۶) وصحیح مسلم (ح ۳۹۰ ترقیم دارالسلام:۸۶۱) میں موجود ہے۔

محدث ابوعوانہ الاسفرائنی والی روایت میں ان کے تین استادوں کے نام مذکور ہیں:

عبداللہ بن ایوب المخرمی، سعدان بن نصر اور شعیب بن عمرو (دیکھئے ج۲ص۹۰)

سعدان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی میں'' ولا یرفع بین السجدتین ''اور آپ سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے (۶۹/۲) کے الفاظ سے موجود ہے۔ جبکہ'' سالم عن أبیه ''والی یہی روایت صحیح مسلم میں'' ولا یرفعهما بین السجدتین'' اور آپ دونوں ہاتھ سجدوں کے درمیان نہیں اُٹھاتے تھے (ح ۳۹۰ وترقیم دارالسلام: ۸۶۱) کے الفاظ سے موجود ہے۔ابوعوانہ رحمہ اللہ نے راویوں کے درمیان الفاظ کے اس اختلاف'' ولا یرفعهما ''اور'' ولا یرفع ''کو جمع کر کے'' والمعنیٰ واحد ''کہہ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کا تعلق سجدوں کے درمیان سے ہے، رکوع کے بعد سے نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ'' ولا یرفعهما ''کو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین سے ملا دینا غلط ہے۔

تیرھویں دلیل (۲۶۰/۱۳):

''حضرت اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اُٹھاتے، پھر (بقیہ

نماز میں ہاتھ)نہیں اُٹھاتے تھے۔''

[شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۹۴/۱ ح ۱۳۲۹] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

ڈاکٹر صاحب کے پاس مرفوع حدیثیں ختم ہوگئیں۔ اب انھوں نے آثار پیش کرنے شروع کردیئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے اس پیش کردہ اثر کے ایک راوی ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس تھے۔

[دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۸، أسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۱، کتاب المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی: ۲، التبیین لأسماء المدلسین لسبط ابن العجمی: ۲]

یہ روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔ دیکھئے ساتویں دلیل (۲۵۴/۷) پر تبصرہ

اس کے برعکس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ دیکھئے شرح سنن الترمذی لابن سید الناس (قلمی ج ۲ ص ۲۱۷) اس کی سند حسن ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۹) بلکہ آپ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۱۵ وسندہ صحیح]

لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ان کے علاوہ درج ذیل صحابۂ کرام سے بھی رفع یدین ثابت ہے:

۱۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [صحیح بخاری: ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۸۶۴/۳۹۱]

۲۔ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [مسائل الامام احمد، روایۃ صالح بن أحمد بن حنبل، قلمی ص ۴۷ او سندہ صحیح]

۳۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وسندہ صحیح]

۴۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے ۲/۳۴۹ کا تبصرہ]

۶۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵]

۷۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ وسندہ صحیح]

۸۔ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ [مسند السراج ص ۶۲، ۶۳ ح ۹۲ وسندہ حسن]

مشہور تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔
[السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۵ وسندہ صحیح]

منکرینِ رفع یدین، آثار کے معاملے میں بھی بالکل تہی دامن ہیں۔

چودہویں اور آخری دلیل (۱۴/۲۶۱):

''عاصم بن کلیب اپنے والد کلیب سے روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تکبیرِ تحریمہ میں ہی ہاتھوں کو اُٹھاتے تھے پھر دورانِ نماز نہیں اُٹھاتے تھے۔''
[ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۴] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

یہ بھی مرفوع حدیث نہیں بلکہ ایک غیر ثابت شدہ اثر ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب میں آخری دلیل ہے۔ [دیکھئے المنہاج السوی من الحدیث النبوی ص ۲۲۹]

اس اثر کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے صحیح نہیں کہا جب کہ امام احمد نے اس پر جرح کی ہے۔ [دیکھئے المسائل، روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۳ ت ۳۲۹]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' **فلم يثبت عندأحد منهم علم في ترك رفع الأيدي عن النبي ﷺ ولا عن أحد من أصحاب النبي ﷺ أنه لم يرفع يديه** ''

ان (علماء) میں سے کسی ایک کے پاس بھی ترکِ رفع یدین کا علم نہ تو نبی ﷺ سے

(ثابت) ہے اور نہ نبی ﷺ کے کسی صحابی سے کہ اس نے رفع یدین نہیں کیا۔

[جزء رفع الیدین: ۴۰]

معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ

"فأثر علي رضي الله عنه ضعيف لا يصح عنه وممن ضعفه البخاري"

پس علی رضی اللہ عنہ (کی طرف انتساب) والا اثر ضعیف ہے۔ آپ سے صحیح ثابت نہیں ہے، اسے ضعیف کہنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔ [البدر المنیر ج ۳ ص ۴۹۹]

اس کے برعکس سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔ دیکھئے تیسری دلیل (۲۵۰/۳) کا تبصرہ، اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے "صحیح" قرار دیا ہے۔ [علل الخلال بحوالہ البدر المنیر ۴۶۶/۳]

آپ نے دیکھ لیا کہ رفع یدین کے خلاف طاہر القادری صاحب نے تین قسم کی روایات پیش کی ہیں: ۱۔ غیر متعلق روایات ۲۔ ضعیف روایات ۳۔ ضعیف آثار

جبکہ صحیح احادیث و آثار سے رفع یدین (قبل الرکوع وبعدہ) کا کرنا ہی ثابت ہے۔

غالباً اسی وجہ سے شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں کہ

" والذي يرفع أحب إلي ممن لا يرفع " إلخ

اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہے جو رفع یدین نہیں کرتا۔ [حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰، اذکار الصلوۃ وہیآتہا المندوب إلیہا]

یہ قول بطورِ الزام پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر وہ مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو جزء رفع الیدین للبخاری اور البدر المنیر لابن الملقن کی طرف رجوع کریں۔ وما علینا إلا البلاغ (۸ محرم ۱۴۲۷ھ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب تفسیر اور ترکِ رفع یدین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴾

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ [المؤمنون: ۲]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ولا یرفعون أیدیهم فی الصلٰوة" اور نماز میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

[دیکھئے التفسیر المنسوب الی ابن عباس ص ۲۱۲]

بعض لوگ درج بالا عبارت کا درج ذیل ترجمہ کرتے ہیں:

''جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے ''

[مجموعہ رسائل اوکاڑوی ج ۱ ص ۱۸۲، تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۶]

عرض ہے کہ یہ ساری کی ساری تفسیر مکذوب وموضوع ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی نہیں ہے۔

اس تفسیر کے شروع میں درج ذیل سند لکھی ہوئی ہے:

" (أخبرنا) عبدالله الثقة ابن المأمور الهروي قال: أخبرنا أبي قال: أخبرنا أبو عبدالله قال: أخبرنا أبو عبيدالله محمود بن محمد الرازي قال: أخبرنا عمار بن عبدالمجيد الهروي قال: أخبرنا علي بن إسحاق السمرقندي عن محمد بن مروان عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس قال..." [تنویر المقباس تفسیر ابن عباس للفیروز آبادی الشافعی ص ۲]

اس تفسیر کی سند کے دو بنیادی راوی (۱) محمد بن مروان السدی (۲) اور محمد بن السائب الکلبی دونوں کذاب ہیں۔

محمد بن مروان السدی کا تعارف

محمد بن مروان السدی کے بارے میں محدثین کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ بخاری نے کہا: **سكتوا عنه** یہ متروک ہے۔[التاریخ الکبیر ۲۳۲/۱]

لا يكتب حديثه البتة، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی ۔[الضعفاء الصغیر: ۳۵۰]

۲۔ یحییٰ بن معین نے کہا: **ليس بثقة** وہ ثقہ نہیں ہے۔[الجرح والتعدیل ج۸ص۸۶ وسندہ صحیح]

۳۔ ابو حاتم رازی نے کہا: **هو ذاهب الحديث، متروك الحديث، لا يكتب حديثه البتة**، وہ حدیث میں گیا گزرا ہے، متروک ہے، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی۔

[الجرح والتعدیل ۸۶/۸]

۴۔ نسائی نے کہا: "**يروي عن الكلبي ، متروك الحديث**" وہ کلبی سے روایت کرتا ہے، حدیث میں متروک ہے۔[الضعفاء والمتروکون: ۵۳۸]

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: **وهو ضعيف غير ثقة**[المعرفۃ والتاریخ ۱۸۶/۳]

۶۔ ابن حبان نے کہا: "**كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات، لا يحل كتابة حديثه إلا على جهة الإعتبار ولا الإحتجاج به بحال من الأحوال**" یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا، پرکھ کے بغیر اس کی روایت لکھنا حلال نہیں ہے۔ کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔[المجروحین ۲۸۶/۲]

۷۔ ابن نمیر نے کہا: کذاب ہے۔

[الضعفاء الکبیر للعقیلی ۱۳۶/۴ وسندہ حسن، یاد رہے کہ الضعفاء الکبیر میں غلطی سے ابن نمیر کے بجائے ابن نصیر چھپ گیا ہے]

۸۔ حافظ ہیثمی نے کہا: "**وهو متروك**"[مجمع الزوائد ۹۹/۸] "**أجمعوا على ضعفه**" اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔[مجمع الزوائد ۲۱۴/۱]

۹۔ حافظ ذہبی نے کہا: "**كوفي متروك متهم**"[دیوان الضعفاء: ۳۹۶۹]

۱۰۔ حافظ ابن حجر نے کہا: "**متهم بالكذب**"[تقریب التہذیب: ۶۲۸۴]

دیوبندی حلقہ کے نزدیک موجودہ دور کے ''امام اہلسنت'' سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے''

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جا سکتی۔

[ضعفاء صغیر امام بخاری ص ۲۹]

اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔[ضعفاء امام نسائی ص ۵۲]

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام نے اس کو ترک کر دیا ہے اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایت پر بالکل بین ہے۔[میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲]

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔[کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۴]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔[تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵]

علامہ سبکی لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔[شفاء السقام ص ۳۷]

علامہ محمد طاہر لکھتے ہیں کہ وہ کذاب ہے (تذکرہ الموضوعات ص ۹۰)

جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ محض ہیچ ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا ''وکان یضع'' (خود جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا) ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اس کی حدیث ہرگز نہیں لکھی جا سکتی۔'' [ازالۃ الریب ص ۳۱۶]

۲۔ یہی موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''صوفی صاحب نے اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہوئے روایت تو خوب پیش کی ہے مگر ان کو سودمند نہیں کیونکہ ''سدی'' فنِ روایت میں ''ہیچ'' ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں ''ھو کذاب شتام'' وہ بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی تھا..... امام طبری فرماتے ہیں کہ اس کی

روایت سے احتجاج درست نہیں .....اس روایت کی مزید بحث ازالۃ الریب میں دیکھئے۔ان بے جان اورضعیف روایتوں سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا''
[تفریح الخواطر فی ردتنویرالخواطرص ۷۷تا۸۷]

۳۔ سرفراز صاحب اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''سدی کا نام محمد بن مروان ہے......امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بالکل ترک کردیا ہے(حیرت ہے کہ امام احمد بن حنبل جیسی نقاد حدیث شخصیت تو اس کی روایت کو ترک کرتی ہے مگر مولوی نعیم الدین صاحب اوران کی جماعت اس کی روایت سے......)'' [تنقید متین ص ۱۶۸]

۴۔ موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''سدی کذاب اور وضاع ہے'' (اتمام البرہان ص ۴۵۵) ''صغیر کا نام محمد بن مروان'' ہے امام جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے؟'' [اتمام البرہان ص ۴۵۸]

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''آپ لوگ سُدی کی ''دُم'' تھامے رکھیں اور یہی آپ کو مبارک ہو۔''

[اتمام البرہان ص ۴۵۷]

سرفراز خان صاحب مزید فرماتے ہیں:

''آپ نے خازن کے حوالے سے ''سدی کذاب'' کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی ''علمی رسوائی'' کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ ''داغ'' ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔'' [اتمام البرہان ص ۴۵۸]

تنبیہ: موجودہ دور میں رفع یدین کے خلاف ''تفسیر ابن عباس'' نامی کتاب سے استدلال کرنے والوں نے بقولِ سرفراز خان صفدر صاحب سُدی کی دُم تھام رکھی ہے اور ان لوگوں کی پیشانی پر رُسوائی کا یہ داغ چمک رہا ہے۔

محمد بن السائب الکلبی کا تعارف

محمد بن السائب، ابوالنضر الکلبی کے بارے میں محدثین کرام کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ سلیمان التیمی نے کہا: ''**كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي**'' کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۰ وسندہ صحیح]

۲۔ قرہ بن خالد نے کہا: ''**كانوا يرون أن الكلبي يرزف يعني يكذب**'' لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۰ وسندہ صحیح]

۳۔ سفیان ثوری نے کہا: ہمیں کلبی نے بتایا کہ تجھے جو بھی میری سند سے عن ابی صالح عن ابن عباس بیان کیا جائے تو وہ جھوٹ ہے اسے روایت نہ کرنا۔

[الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱ وسندہ صحیح]

۴۔ یزید بن زریع نے کہا: کلبی سبائی تھا۔ [الکامل لابن عدي ۵/۲۱۲۸ وسندہ صحیح]

۵۔ محمد بن مہران نے کہا: کلبی کی تفسیر باطل ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱ وسندہ صحیح]

۶۔ جوزجانی نے کہا: **كذاب ساقط** [احوال الرجال: ۳۷]

۷۔ یحییٰ بن معین نے کہا: **ليس بشيء** کلبی کچھ چیز نہیں ہے۔

[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۳۴۴]

۸۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: ''**الناس مجتمعون علٰى ترك حديثه ، لا يشتغل به، هو ذاهب الحديث**'' اس کی حدیث کے متروک ہونے پر لوگوں کا اجماع ہے۔ اس کے ساتھ وقت ضائع نہ کیا جائے وہ حدیث میں گیا گزرا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱]

۹۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ''**المفسر متهم بالكذب ورمي بالرفض**''

[تقریب التہذیب:۵۹۰۱]

۱۰۔ حافظ ذہبی نے کہا: ''ترکوہ'' (محدثین نے) اسے ترک کر دیا ہے۔

[المغنی فی الضعفاء: ۵۵۴۵]

کلبی کے متعلق سرفراز خان صاحب نے لکھا ہے:

''کلبی کا حال بھی سن لیجئے...... کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک ان میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے۔ ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشيء، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ اور ابن مہدی نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابو جزء نے فرمایا: میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریع سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی ان سے یہی سنا کہ ''أشهد أنه كافر'' میں نے اس کے کفر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ

''**يقول كان جبرائيل يوحي إلى النبي ﷺ فقام النبي لحاجته وجلس علي فأوحي إلٰى علي**''

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موردوحی اور مہبطِ وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سنا گئے...... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بھولے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ

گئے ہوں گے، ممکن ہے یہ خلافت بلا فصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات ضرور کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلا وجہ تو نہیں ہوسکتا، اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد ﷺ کو سنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو اور عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں، آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ:

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں　　　　بہ پیش محمد شد و مقصود علی بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ ﷺ اور وحی کو ایک ڈراما اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔ صفدر) بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابو صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو "فھو کذب" (وہ جھوٹ ہے) امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام سب اس پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جاسکتی۔ علی بن الجنید، حاکم ابو احمد اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی روایت جھوٹ پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے، حافظ ابو عبد اللہ الحاکم کہتے ہیں کہ ابو صالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه وترك الرواية عنه فى الأحكام والفروع"

تمام اہل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ [تذکرۃ الموضوعات ص۸۲]
اور علامہ محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے اور **فإذا انضم إليه محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب**. [تذکرۃ الموضوعات ص۸۳ و اتقان ج۲ص۱۸۹] اور اس روایت میں خیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔'' [ازالۃ الریب ص۳۱۶،۳۱۶] نیز دیکھئے تنقید متین ص۱۶۷، ۱۶۹
اس سند کا تیسرا راوی ابوصالح باذام: ضعیف ہے۔

ابوصالح باذام کا تعارف

۱۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: **يكتب حديثه و لا يحتج به** [الجرح والتعدیل ۲/۴۳۲]
۲۔ نسائی نے کہا: **ضعيف كوفي** [الضعفاء والمتروکین: ۷۲]
۳۔ بخاری نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا [رقم: تحفۃ الاقویاء ص۲۱]
۴۔ حافظ ذہبی نے کہا: '' **ضعيف الحديث** '' [دیوان الضعفاء: ۵۴۴]
۵۔ حافظ ابن حجر نے کہا: '' **ضعيف يرسل** '' [تقریب التہذیب: ۶۳۴]
بعض علماء نے باذام مذکور کی توثیق بھی کر رکھی ہے مگر جمہور محدثین کی جرح کے مقابلے میں یہ توثیق مردود ہے۔
تنویر المقباس کی اس سند کے متعلق حافظ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:
'' **وأوهى طرقه طريق الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس فإن انضم إلى ذلك رواية محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب** ''
تمام طرق میں سب سے کمزور ترین طریق '' **الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس رضي الله عنه** '' ہے اور اگر اس روایت کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے تو پھر یہ سند ''سلسلۃ الکذب'' کہلاتی ہے۔ [الاتقان فی علوم القرآن ج۲ص۴۱۶]
واضح رہے کہ یہ سند سلسلۃ الکذب ابوصالح تک ہے '' **الصحابة كلهم عدول**

رضي الله عنهم ''صحابہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ہیں یہ قاعدہ کلیہ ہے، البتہ ان سے روایت کرنے والے بعد کے راویوں کا عادل وثقہ وصدوق ہونا ضروری ہے یہ بھی ایک قاعدہ کلیہ ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر (تنویر المقباس) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ محمد بن مروان السدی اور کلبی کی من گھڑت تفسیر ہے جسے انھوں نے کذب بیانی کرتے ہوئے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب کر دیا ہے۔

تنبیہ: خود سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

ابوحمزہ (عمران بن ابی عطاء الاسدی، تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ '' رأيت ابن عباس يرفع يديه إذاافتتح الصلوٰة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع'' میں نے (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا کہ وہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۳۵ ح۲۴۳۱ وسندہ حسن]

یہ روایت مسائل الامام احمد (روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۴، ۲۴۴ ح ۳۳۱) مصنف عبدالرزاق (۶۹/۲ ح ۲۵۲۳) اور جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۱) میں بھی موجود ہے۔

طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ (بن عباس) کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [جزء رفع الیدین: ۲۸ وسندہ صحیح]

سیدنا ابن عباس کا نماز میں رفع یدین کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں رفع یدین خشوع وخضوع کے خلاف نہیں ہے۔

تنبیہ: اس موضوع تفسیر کے اوکاڑوی ترجمے اور طرزِ استدلال میں بھی نظر ہے۔

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث

دس صحابۂ کرام کے مجمع میں سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے جو حدیث بیان فرمائی تھی، سب سے پہلے سنن ابی داود سے اس کا متن مع ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ بعد میں اس کی تحقیق، راویوں کا دفاع اور رد کرنے والوں کے شبہات وخیانتوں کا جواب ہوگا۔

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدثنا أحمد بن حنبل :حدثنا أبو عاصم الضحاك بن مخلد ح وحدثنا مسدّد: حدثنا يحيٰ . وهٰذا حديث أحمد۔ قال: أخبرنا عبدالحميد يعني ابن جعفر: أخبرني محمد بن عمر و بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم منهم أبو قتادة ، قال أبوحميد: أنا أعلمكم بصلٰوة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، قالوا: فلم؟ فواللّٰه ! ماكنت بأكثرنا له تبعة ولاأقدمناله صحبة ،قال : بلىٰ، قالوا: فاعرض، قال:كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذاقام إلى الصلٰوة يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ،ثم كبر حتٰى يقرّ كلّ عظم في موضعه معتدلاً، ثم يقرأ، ثم يكبر فيرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ، ثم يركع ويضع راحتيه علٰى ركبتيه ،ثم يعتدل فلا يصب رأسه ولايقنع ، ثم يرفع رأسه فيقول :سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، ثم يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه معتدلاً ،ثم يقول :اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، ثمّ يهوي إلى الأرض فيجافي يديه عن جنبيه ، ثم يرفع رأسه ويثني رجله اليسرىٰ فيقعد عليها، ويفتح أصابع رجليه إذا سجد ، ثم يسجد ، ثم يقول: اللّٰه أكبر ويرفع رأسه ويثني رجله اليسرىٰ فيقعد عليها حتٰى يرجع كل عظم إلى موضعه ،ثم يصنع فى الأخرىٰ

مثل ذلك ، ثم إذا قام من الركعتين كبر ورفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه كما كبر عند ا فتتاح الصلٰوة ،ثم يصنع ذلك في بقية صلاته حتٰى إذا كانت السجدة التي فيها التسليم أخّر رجله اليسرىٰ وقعد متوركاً علٰى شقه الأيسر ، قالوا صدقت، هٰكذا كان يصلي ﷺ"

(سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ ح ۷۳۰ وسندہ صحیح)

(سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے دس صحابۂ کرام، جن میں (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، کے مجمع میں فرمایا: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، انھوں نے کہا: کیسے؟ اللہ کی قسم! آپ نے نہ تو ہم سے زیادہ آپ ﷺ کی اتباع کی ہے اور نہ ہم سے پہلے آپ ﷺ کے صحابی بنے تھے۔ انھوں (سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ) نے کہا: جی ہاں، صحابیوں نے کہا: تو پیش کرو، (سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے) کہا: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھاتے (رفع یدین کرتے) پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ اعتدال سے ٹھہر جاتی۔ پھر آپ (ﷺ) قراءت کرتے، پھر تکبیر کہتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔ پھر (پیٹھ سیدھی کرنے میں) اعتدال کرتے، نہ تو سر زیادہ جھکاتے اور نہ اُٹھائے رکھتے (آپ کا سر مبارک اور پیٹھ ایک سیدھ میں برابر ہوتے تھے) پھر سر اٹھاتے تو **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ** کہتے، پھر کندھوں تک اعتدال سے رفع یدین کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے۔ پھر زمین کی طرف جھکتے۔ (سجدے میں) اپنے دونوں بازو اپنے پہلوؤں سے دُور رکھتے۔ پھر آپ سر اُٹھاتے اور بایاں پاؤں دُہرا کر کے (بچھا کر) اس پر بیٹھ جاتے۔ آپ سجدے میں اپنی انگلیاں کھلی رکھتے تھے۔

پھر آپ سجدہ کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدے سے سر اُٹھاتے، آپ بایاں پاؤں دہرا کر کے اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پہنچ جاتی۔

پھر دوسری رکعت میں (بھی) اسی طرح کرتے۔ پھر جب آپ دو رکعتیں پڑھ کر

کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور کندھوں تک رفع یدین کرتے، جیسا کہ آپ نے شروع نماز میں رفع یدین کیا تھا۔ پھر باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ کا (آخری) سجدہ ہوتا جس میں سلام پھیرا جاتا ہے تو آپ تورک کرتے ہوئے، بایاں پاؤں (دائیں طرف) پیچھے کرتے ہوئے، بائیں پہلو پر بیٹھ جاتے تھے۔

(سارے) صحابہ نے کہا: ''**صدقت، هٰكذا كان يصلي صلى الله عليه وسلم**''

آپ نے سچ کہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ اب تفصیلی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

نور البصر فی توثیق عبد الحمید بن جعفر

مشہور راویٔ حدیث عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ بن الحکم بن رافع الانصاری سے روایت ہے:

''**أخبرني محمد بن عمر و بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم أبو قتادة ...**'' **إلخ**

مجھے محمد بن عمرو بن عطاء (القرشی العامری المدنی) نے حدیث سنائی، کہا: میں نے (سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) کو (سیدنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابۂ کرام میں بشمول (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہوئے سنا...... الخ

مفہوم: اس روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے.

[سنن ابی داود: ۷۳۰ وسندہ صحیح، الترمذی: ۳۰۴ وقال: ''حسن صحیح'' ابن خزیمۃ: ۵۸۷، ۵۸۸ ابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۴ وصححہ البخاری فی جزء رفع الیدین: ۱۰۲، وابن تیمیۃ فی الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ ومجموع فتاویٰ ۲۲/۴۵۳ وابن القیم فی تہذیب سنن ابی داود ۲/۴۱۶ والخطابی فی معالم السنن ۱/۱۹۴]

اس حدیث کو متعدد علماء نے صحیح قرار دیا ہے مثلاً:

(۱) الترمذی (۲) ابن خزیمہ (۳) ابن حبان (۴) البخاری (۵) ابن تیمیہ (۶) ابن القیم (۷) الخطابی رحمہم اللہ اجمعین

اس حدیث کے راویوں کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے:

① عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ

۱۔ یحییٰ بن معین نے کہا: **ثقة** [تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۶۳، ۶۱۰]

۲۔ احمد بن حنبل نے کہا: **ثقة لیس به بأس**

[تہذیب الکمال ۱۱/۴۱ و کتاب الجرح والتعدیل ۶/۱۰ و سندہ صحیح]

۳۔ ابن سعد نے کہا: **و کان ثقة کثیر الحدیث**

[الطبقات الکبریٰ ج ۱۰ ص ۴۰۰ و تہذیب الکمال ۱۱/۴۲]

۴۔ ساجی نے کہا: **ثقة صدوق** [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: **ثقة** [کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۴۵۸]

۶۔ ابن شاہین نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ [ص ۱۵۹، فقرہ: ۹۱۰]

۷۔ علی بن المدینی نے کہا: **و کان عند نا ثقة ...إلخ**

[سوالات محمد بن عثمان بن أبی شیبہ: ۱۰۵]

۸۔ ان کے علاوہ مسلم بن الحجاج [صحیح مسلم: ۲۵/۵۳۳..الخ]

۹۔ ترمذی ، ۱۰۔ ابن خزیمہ اور ۱۱۔ بخاری نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُس کی توثیق کی۔

۱۲۔ ذہبی نے کہا: **الإمام المحدث الثقة.** [سیر اعلام النبلاء ۷/۲۰، ۲۱]

۱۳۔ ابن نمیر نے اسے ثقہ کہا۔ [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

۱۴۔ یحییٰ بن سعید القطان اسے ثقہ کہتے تھے الخ [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

۱۵۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: **محله الصدق**

۱۶۔ ابن عدی نے کہا: **أرجو أنه لابأس به وهو یکتب حدیثه** [ایضاً ۶/۱۱۲]

۱۷۔ ابن حبان نے کہا: أحد الثقات المتقنین إلخ

[صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، نسخہ محققہ ج ۵ ص ۱۸۴ قبل ح ۱۸۶۵]

۱۸۔ ابن القطان الفاسی نے کہا: وعبدالحمید ثقة إلخ

[بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۵۱۴ ح ۱۲۸۷]

۱۹۔ عبدالحق الاشبیلی نے عبدالحمید بن جعفر کی اس حدیث کو ''صحیح متصل'' قرار دیا۔

[بیان الوہم والایہام ۲/۴۶۲ ح ۴۶۲]

۲۰۔ حاکم نیشاپوری نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [المستدرک ۱/۵۰۰ ح ۱۸۴۲]

۲۱۔ بوصیری نے اس کی حدیث کو ھذا اسناد صحیح کہا۔ [زوائد ابن ماجہ: ۱۴۳۴]

۲۲۔ ابن تیمیہ ۲۳۔ خطابی اور ۲۴۔ ابن القیم نے اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

۲۵۔ بیہقی نے عبدالحمید بن جعفر پر طحاوی کی جرح کو مردود کہا۔

[معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۸ تحت ح ۷۸۶]

۲۶۔ ابن الجارود نے منتقیٰ میں روایت کر کے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ [المنتقیٰ: ۱۹۲]

۲۷۔ زیلعی حنفی نے کہا: ولکن وثقه أکثر العلماءِ، لیکن اکثر علماء نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

[نصب الرایہ ۱/۳۴۴، اس کے بعد زیلعی کا ''إنه غلط في هذا الحديث'' لکھنا جمہور کے مقابلے میں مردود ہے]

۲۸۔ الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ [دیکھئے المختارۃ ۱/۵۱۶ ح ۳۸۴]

۲۹۔ ابونعیم الاصبہانی

۳۰۔ اور ابوعوانہ الاسفرائنی نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔

[دیکھئے المسند المستخرج علیٰ صحیح مسلم لابی نعیم ۲/۳۴ ح ۱۱۷۵، مسند ابی عوانہ ۱/۳۹۱]

۳۱۔ نسائی نے کہا: لیس به بأس [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

اس جمِ غفیر کی توثیق کے مقابلے میں ۱۔ سفیان ثوری، ۲۔ طحاوی، ۳۔ یحییٰ بن سعید القطان، ۴۔ نسائی اور ۵۔ ابو حاتم الرازی کی جرح ہے جو جمہور کی تعدیل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ سفیان ثوری کی جرح کا سبب مسئلۂ قدر ہے، اس کی تردید ذہبی نے مسکت انداز میں کردی ہے۔ [دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۷/۲۱]

ثقہ راوی پر قدری وغیرہ کی جرح مردود ہوتی ہے۔ یحییٰ القطان، نسائی اور ابوحاتم الرازی کی جرح اُن کی تعدیل سے معارض ہے۔ طحاوی کی جرح کو بیہقی نے رد کر دیا ہے۔ نسائی کے قول ''**ليس به بأس** '' کے لیے دیکھئے تہذیب الکمال (۴۱/۱۱) وسیر اعلام النبلاء (۲۱/۷) وتاریخ الاسلام للذہبی (۴۷۶/۹)

خلاصۃ التحقیق:

عبدالحمید بن جعفر ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہیں۔ والحمدللہ

حافظ ابن القیم نے عبدالحمید بن جعفر پر جرح کو مردود قرار دیا ہے۔

[تہذیب السنن مع عون المعبود ۴۲۱/۲]

عبدالحمید مذکور پر طحاوی کی جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ابوحاتم کی جرح باسند صحیح نہیں ملی اور اگر مل بھی جائے تو جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ [نیز دیکھئے توثیق کرنے والے: ۱۵]

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اربعہ کے مرکزی راوی محمد بن عمرو بن عطاء القرشی العامری المدنی کا مختصر وجامع تعارف پیش خدمت ہے:

۲ محمد بن عمرو بن عطاء

(۱) ابوزرعہ الرازی نے کہا: **ثقة** [الجرح والتعدیل ۲۹/۸ وسندہ صحیح]

(۲) ابوحاتم الرازی نے کہا: **ثقة صالح الحديث** [الجرح والتعدیل ۲۹/۸]

(۳) ابن سعد نے کہا: **وكان ثقة له أحاديث** [الطبقات الکبریٰ، القسم المتمم ص ۱۲۳، ۱۲۴]

(۴) ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ [۳۶۸/۵]

(۵) بخاری (۶) مسلم (۷) الترمذی (۸) ابن خزیمہ (۹) خطابی (۱۰) ابن تیمیہ (۱۱) ابن الجارود [المنتقیٰ: ۱۹۲]

(۱۲) ابن القیم نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا اور فرمایا: ''**فإنه من كبار التابعين المشهورين بالصدق والأمانة والثقة** '' [تہذیب السنن مع عون المعبود ۴۲۱/۲]

(۱۳) ذہبی نے کہا: **أحد الثقات** [سیر اعلام النبلاء ۵/۲۲۵]

(۱۴) ابن حجر العسقلانی نے کہا: **ثقة .....ووهم من قال إن القطان تكلم فيه ، أو إنه خرج مع محمد بن عبدالله بن حسن فإن ذاك هوابن عمر وبن علقمة الآتي**

[تقریب التہذیب: ۶۱۸۷]

(۱۵) [کہا جاتا ہے کہ] نسائی نے کہا: **ثقة** [تہذیب الکمال ۱۷/۱۱۲]

(۱۶) ابوعوانہ الاسفرائنی [مسند ابی عوانہ ۱/۲۶۹]

(۱۷) ابونعیم الاصبہانی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [المستخرج علیٰ صحیح مسلم ۱/۳۹۶ ح ۷۹۳]

(۱۸) الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کو المختارہ میں روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

[المختارہ ۱۳/۶۳ ح ۹۶]

(۱۹) حاکم نے اس کی حدیث کو ''**صحیح علی شرط الشیخین**'' کہا۔

[المستدرک ۱/۳۸۱ ح ۱۴۰۶]

(۲۰) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان المدنی نے کہا: ''**وكان امرئ صدق**''

[تہذیب الکمال ۱۷/۱۱۲]

(۲۱) ابن القطان الفاسی نے کہا: ''**أحد الثقات**''

[نصب الرایۃ ۲/۳۷۱، بیان الوہم والایہام ۵/۳۶۷ ح ۲۵۴۰]

(۲۲) ابو محمد (عبدالحق الاشبیلی) اس کی احادیث کو صحیح کہتے ہیں۔

[بیان الوہم والایہام ۵/۳۶۸]

(۲۳) زیلعی حنفی نے ابن القطان کی توثیق نقل کر کے تردید نہیں کی۔ [نصب الرایہ ۲/۳۷۱]

(۲۴) محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے عینی حنفی نے حجت پکڑی۔

[دیکھئے شرح سنن ابی داود للعینی ج ۵ ص ۷۷ ح ۱۲۵۶۰]

(۲۵) نووی نے محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے حجت پکڑی اور اسے صحیح یا حسن قرار دیا۔

[دیکھئے خلاصۃ الاحکام ۱/۳۴۴ ح ۱۰۴۱-۱۰۴۴ و ص ۳۹۴ ح ۱۲۴۵]

(۲۶) حسین بن مسعود البغوی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [شرح السنۃ ۱۳/۱۵ ح ۵۵۷]

اس جمِ غفیر کے مقابلے میں ابن القطان الفاسی نے محمد بن عمرو پر یحییٰ بن سعید القطان اور سفیان ثوری کی جرح نقل کی ہے۔ [تہذیب التہذیب ۹/۳۷۴]

یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

۱: یہ جمہور کے خلاف ہے۔

۲: اس جرح کا تعلق محمد بن عمرو بن عطاء سے نہیں بلکہ محمد بن عمرو بن علقمۃ اللیثی سے ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (۹/۳۷۴، دوسرا نسخہ ۹/۳۳۲)

تنبیہ: محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی پر بھی جرح مردود ہے، وہ قولِ راجح میں صدوق حسن الحدیث راوی ہے۔ والحمدللہ

خلاصۃ التحقیق:

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی بالاجماع یا عندالجمہور ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہے۔

تنبیہ: احمد یار نعیمی بریلوی رضاخانی نے کذب وافترا کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''محمد بن عمرو ایسا جھوٹا راوی ہے۔ کہ اس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے ہرگز نہ ہوئی۔ مگر کہتا ہے سمعت میں نے اُن سے سُنا۔ ایسے جھوٹے آدمی کی روایت موضوع یا کم سے کم اول درجہ کی مدلس ہے۔'' [جاء الحق حصہ دوم ص ۶۵ چھٹا باب رفع یدین کرنا منع ہے، دوسری فصل]

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی رحمہ اللہ کو کسی محدث نے بھی جھوٹا نہیں کہا لہٰذا معلوم ہوا کہ احمد یار نعیمی بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ یہ احمد یار نعیمی وہی شخص ہے جس نے لکھا ہے: ''قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ عَلَى الْهُدٰى. وكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ'' [جاء الحق حصہ دوم ص ۳۹ چوتھا باب، امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہ کرے، دوسری فصل]

حالانکہ قرآن کریم میں احمد یار کی بیان کردہ آیت موجود نہیں ہے۔ جو شخص اللہ پر جھوٹ بولتے نہیں شرماتا وہ محمد بن عمرو بن عطاء اور ثقہ راویوں کے خلاف جھوٹ لکھنے سے کب شرماتا ہے؟

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہوگئے تھے۔ان لوگوں کی تردید کے لئے جمہور محدثین کے اقوال اور دندان شکن دلائل پیشِ خدمت ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بہت بعد ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے:

۱۔ امام لیث بن سعد المصری (متوفی ۱۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان ج ۳ ص ۳۲۲ وسندہ صحیح، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱/۵۵۸ ح ۷۸۷ وسندہ صحیح]

۲۔ سعید بن عفیر (متوفی ۲۲۶ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[تاریخ بغداد ۱/۱۶۱ ت ۱۰ وسندہ صحیح]

۳۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر (متوفی ۲۳۷ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۲۴۰ ح ۳۲۷۵ وسندہ صحیح]

۴۔یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر (متوفی ۲۳۱ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۲۴۰ ح ۳۲۷۴ وسندہ صحیح]

۵۔ ابراہیم بن المنذر (متوفی ۲۳۶ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی ۲/۷۴۹ ح ۱۹۹۲، والمستدرک للحاکم ۳/۴۸۰]

۶۔ یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) سے روایت ہے کہ آپ نے کہا آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[کتاب الکنیٰ للدولابی ۱/۴۹]

۷۔ ابوجعفر عمرو بن علی الفلاس نے کہا: آپ مدینہ میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[تاریخ دمشق لابن عساکر ۷۱/۱۱۵]

۸۔ ابن البرقی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ دمشق ۷۱/۱۰۷]

۹۔ ابواحمد الحاکم نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ دمشق ۷۱/۱۰۷]

۱۰۔ ترمذی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[تہذیب السنن لابن القیم مع عون المعبود ۴۲۲/۲]

۱۱۔ ابوعبداللہ ابن مندہ الحافظ نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[ایضاً ۴۲۲/۲ ومعرفۃ السنن والآثار ۵۵۸/۱]

۱۲۔ امام بیہقی نے کہا: اہل تاریخ کا اس پر (امام بیہقی کے زمانے میں) اجماع ہے کہ ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [معرفۃ السنن والآثار ۵۵۸/۱ قبل ح ۷۸۷]

۱۳۔ ذہبی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[تجرید اسماء الصحابۃ ۱۹۴/۲، الاعلام بوفیات الاعلام ۳۷/۱ ت ۱۳۱]

۱۴۔ ابن کثیر نے انھیں ۵۴ھ کی وفیات میں ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ۷۰/۸]

۱۵۔ ابن حبان نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے..الخ [الثقات ۷۴/۳]

۱۶۔ خلیفہ بن خیاط نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۲۳]

۱۷۔ امام بخاری نے آپ کو ۵۰ھ کے بعد ۶۰ھ تک وفیات میں ذکر کیا ہے۔
[التاریخ الصغیر ۱۳۱/۱]

۱۸۔ ابن حجر العسقلانی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[تقریب التہذیب: ۸۳۱۱]

۱۹۔ ابن الجوزی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [المنتظم ۲۶۸/۵]

۲۰۔ ابن العماد الحنبلی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[شذرات الذہب ۶۰/۱]

۲۱۔ عینی حنفی (!) نے کہا: آپ (ایک قول میں) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[عمدۃ القاری ۲۹۴/۲ ح ۱۵۳ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین]

اس جم غفیر اور جمہور کے مقابلے میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی حیاتی نے ہیثم بن عدی (کذاب) سے نقل کیا ہے کہ (سیدنا) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے (نورالصباح ص ۲۰۷) حنبل بن اسحاق نے کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ آپ ۳۸ھ میں فوت ہوئے۔(تاریخ بغداد ۱۶۱/۱)

یہ اقوال جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ ہیثم بن عدی (کذاب) پر جرح

کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۳۲۴/۴ ت ۹۳۱۱) وعام کتب الجرح وحین۔
امام یحییٰ بن معین نے کہا: ''کوفي،ليس بثقة، كذاب'' [الجرح والتعدیل ۹/۸۵ وسندہ صحیح]
کیا خیال ہے اگر ہم بھی ہیثم بن عدی (کذاب) کے مقابلے میں محمد بن عمر الواقدی (کذاب علی الراجح) کی روایت پیش کر دیں؟ جو اس نے یحییٰ بن عبد اللہ بن ابی قتادہ (وثقہ ابن حبان /الثقات ۷/۵۹۴، وصحح لہ الحاکم فی المستدرک ۱/۳۵۳ ح ۱۳۰۵ ووافقہ الذہبی) سے نقل کی ہے کہ سیدنا ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) مدینہ میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔
[طبقات ابن سعد ۶/۱۵ وسندہ صحیح الی الواقدی]
یاد رہے کہ حنفیوں و بریلویوں اور بعض دیوبندیوں کے نزدیک واقدی کذاب نہیں ہے۔
ابن ہمام حنفی نے کہا: ''وهذا تقوم به الحجة عندنا إذا وثقنا الواقدي'' إلخ
[فتح القدیر ج ۱ ص ۶۹]
احمد رضا خان بریلوی نے کہا: ''امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں'' (فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۵۲۶) نیز دیکھئے منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (ص ۹۱) اور الامن والعلیٰ (ص ۷۶، ۷۷)
عبدالحق دیوبندی، اکوڑہ خٹک والے نے کہا: ''کیونکہ واقدی کی روایت اگرچہ حلال وحرام کے مسائل میں حجت نہیں ہے اور حدیث میں وہ ضعیف ہیں مگر تاریخ میں ان کی روایت جمہور تسلیم کرتے ہیں'' [حقائق السنن ج ۱ ص ۲۸۶]
نیز دیکھئے آثار السنن (تحت ح ۷) وسیرۃ المصطفیٰ از محمد ادریس کاندھلوی [ج ۱ ص ۷۷-۸۰]

ایک روایت کا جائزہ

بعض الناس نے موسیٰ بن عبداللہ بن یزید کی روایت پیش کی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا تھا...... الخ
اس روایت کے بارے میں حدیث کے امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:
''وهو غلط لإجماع أهل التواريخ ..''

یہ روایت اہل تاریخ کے اجماع کی وجہ سے غلط ہے۔ [معرفۃ السنن والآثار ج۱ص ۵۵۸]
حافظ ابن القیم نے کہا:

"وقد خطأالأ ئمة رواية موسٰى هٰذه ومن تابعه وقالوا :هي غلط"إلخ
اور اماموں نے موسیٰ (بن عبداللہ بن یزید) کی اس روایت کو خطا قرار دیا ہے۔اور جولوگ اس روایت کی اتباع کرنے والے ہیں (مثلاً طحاوی حنفی) انھیں بھی غلط قرار دیا ہے۔امام کہتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے۔[تہذیب السنن ۴۲۳/۲]
جمہور ائمۂ کرام کے مقابلے میں دیوبندیوں وبریلویوں اور بعض حنفیوں کا اس روایت کو صحیح قرار دینا غلط ہے دوسرے یہ کہ اس روایت میں موسیٰ مذکور نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زندہ موجود تھے۔
تنبیہ بلیغ: عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ کی کتاب "معجم الصحابۃ" میں لکھاہے کہ "عن موسى الأنصاري قال :أتانا علي رحمه الله فصلى علٰى أبي قتادة فكبر سبعة" [ج۲ص۴۰ح۴۳۶]
اس کی سند اسماعیل بن ابی خالد: مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔اسماعیل مذکور کی تدلیس کے لئے دیکھئے طبقات المدلسین (۳۶/۲،والراجح انہ من المرتبۃ الثالثۃ) ومیزان الاعتدال (۲۶۰/۱) وجامع التحصیل للعلائی (ص۱۰۵)والمدلسین لابی زرعۃ بن العراقی (۳) والمدلسین للسیوطی (ص۳) والمدلسین للحلبی (ص۱۴) ومنظومۃ ابی محمود المقدسی
بعض لوگ شعبی (تابعی) کی منقطع روایت پیش کرتے ہیں۔مجھے یہ روایت باسند نہیں ملی۔
بعض الناس نے "امام حسن بن عثمان" کا قول بغیر کسی سند کے پیش کیا ہے، دیکھئے نور الصباح (ص۲۰۶)
حسن بن عثمان نام کے دو راویوں کا ذکر لسان المیزان (۲۱۹/۲، ۲۲۰) میں ہے اور یہ دونوں مجروح ہیں۔

ایک عظیم الشان دلیل

امام نافع (تابعی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ام کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہا) کا جنازہ پڑھا، لوگوں میں (سیدنا) ابوسعید اور (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ الخ [سنن النسائی ۴/۷۱، ۷۲ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح، ومصنف عبدالرزاق ۳/ ۴۶۵ ح ۶۳۳۷ وسندہ صحیح، منتقیٰ ابن الجارود: ۵۴۵]

عمار بن ابی عمار مولی الحارث بن نوفل سے روایت ہے کہ میں نے ایک عورت (ام کلثوم) اور ان کے بیٹے کا جنازہ پڑھا۔ جنازہ پڑھنے والوں میں (سیدنا) ابو سعید الخدری (سیدنا) ابن عباس (سیدنا) ابوقتادہ اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ الخ
[سنن النسائی ۴/۷۱ ح ۱۹۷۹ وسندہ صحیح]

جس عورت کا جنازہ پڑھا گیا تھا یہ ام کلثوم تھیں۔ [سنن ابی داود: ۳۱۹۳ وھو صحیح بالشواہد]

ابن سعد نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حالات میں عمار بن ابی عمار سے نقل کیا کہ میں ان کے جنازے میں حاضر تھا، ان کا جنازہ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے پڑھایا تھا جو اس وقت مسلمانوں کے امیر تھے۔ [طبقات ابن سعد ۸/ ۴۶۴، ۴۶۵ وسندہ صحیح]

عبداللہ البہی کہتے ہیں کہ میں حاضر تھا جب (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ام کلثوم کا جنازہ پڑھا تھا۔ [طبقات ابن سعد ۸/ ۴۶۴ وسندہ صحیح]

عمار بن ابی عمار سے ہی روایت ہے کہ میں جنازے میں حاضر تھا اور لوگوں میں (سیدنا) ابو سعید الخدری (سیدنا) عبداللہ بن عباس (سیدنا) ابو قتادہ اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ [التاریخ الصغیر للبخاری ۱/ ۱۲۹ وسندہ صحیح، عطاء ھو ابن ابی رباح]

سنن النسائی وغیرہ میں ہے کہ اس وقت (مدینہ میں) لوگوں کے امام (امیر) سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) تھے۔ [النسائی ۴/۷۱ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح]

سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۴۸ھ سے ۵۵ھ تک اقتدار میں رہے۔ [تہذیب السنن ۲/ ۴۲۳]

آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کئی دفعہ مدینہ کے والی (امیر) بنے۔
[تاریخ الاسلام للذہبی ۲۲۵/۴]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ [تقریب التہذیب: ۶۷۵۸]

سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۶۰ھ سے پہلے فوت ہوئے، ۵۸ھ وغیرہ۔
[دیکھئے تقریب التہذیب ۲۳۳۷ و کتب التاریخ]

یہ بات عقلاً محال ہے کہ ۳۸ھ میں فوت ہونے والا شخص ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان میں فوت ہونے والے کے جنازے میں شامل ہو، لہٰذا درج بالا روایت نص قاطع اور دلیل واضح ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۵۰ھ کے بعد (۵۴ھ) میں فوت ہوئے۔ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔ یہ ایسی دلیل ہے جس کا کوئی جواب کسی حنفی و دیوبندی و بریلوی کے پاس نہیں ہے۔ والحمدللہ

خلاصۃ التحقیق: سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔ طحاوی اور ان کے مقلدین کا یہ دعویٰ کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں فوت ہوگئے تھے، غلط اور باطل ہے۔ صحیح و متصل روایات اس دعویٰ کو غلط اور باطل قرار دے رہی ہیں۔

ایک اور دندان شکن دلیل

(مروی ہے کہ) مہلب بن ابی صفرہ نے ۴۴ھ میں قندابیل (ہند) پر حملہ کیا۔ کابل کے قیدیوں میں سے مکحول، نافع مولیٰ ابن عمر، کیسان والد ایوب السختیانی اور سالم الافطس تھے۔
[تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۰۶ و تاریخ الاسلام للذہبی ج۴ ص۱۲ حوادث سنۃ اربع واربعین]

معلوم ہوا کہ امام نافع رحمہ اللہ مدینہ طیبہ میں ۴۴ھ یا اس کے بعد لائے گئے۔

نافع کہتے ہیں کہ ”**فنظرتُ إلى ابن عباس وأبي هريرة وأبي سعيد وأبي قتادة فقلت: ماهٰذا ؟ قالوا: هي السنة**“ پس میں نے ابن عباس، ابوہریرہ، ابوسعید اور ابوقتادہ (رضی اللہ عنہم) کی طرف دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ سنت ہے۔

[سنن النسائی ۴/۱۷۱، ۱۷۲ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح]

اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات (۴۰ ھ) کے بعد ہوئی اور کم از کم ۴۴ ھ یا اس کے بعد بھی سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ زندہ موجود تھے۔ لہٰذا حنفیوں و بریلویوں و دیوبندیوں کا یہ پروپیگنڈا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۴۰ ھ میں یا اس سے پہلے فوت ہو گئے تھے، بے بنیاد ہے۔

ایک اور دلیل

شاہ ولی اللہ الدہلوی کہتے ہیں کہ ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے'' [حجۃ اللہ البالغہ اردو ج ۱ ص ۲۴۲ مترجم عبدالحق حقانی]

رشید احمد گنگوہی نے کہا:

''مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے''

[تالیفات رشیدیہ ص ۳۳۷]

محمد تقی عثمانی نے کہا:

''جہاں تک صحیحین اور موطأ کا تعلق ہے ان کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کی تمام احادیث نفس الامر میں بھی صحیح ہیں'' [درس ترمذی ج ۱ ص ۶۳]

احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک صحیحین کا بڑا مقام ہے۔ وہ کسی شخص کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے!...... صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی'' [فتاویٰ رضویہ/ جدید ج ۵ ص ۱۸۰]

احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ ۵/۱۷۴]

محدثین کرام اور اہلِ حدیث کے نزدیک بھی صحیحین کی مسند متصل مرفوع تمام احادیث صحیح ہیں۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص۲۳، ۳۳) وعلوم الحدیث لابن الصلاح (ص۴۱، ۴۲ دوسرا نسخہ ص۹۷) اور ثناء اللہ الزاہدی (اہلِ حدیث) کا رسالہ ''أحاديث الصحيحين بين الظن و اليقين'' والحمدللہ

صحیح بخاری میں ہے:

" عن محمد بن عمرو بن عطاء أنه كان جالساً في نفرٍ من أصحاب رسول الله ﷺ فذكرنا صلاة النبي ﷺ فقال أبو حميد الساعدي...... "

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ (محمد بن عمرو بن عطاء نے کہا:) پس ہم نے نبی ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو (سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا......

[کتاب الاذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ح ۸۲۸]

اس صحیح حدیث سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوا کہ

(۱) محمد بن عمرو بن عطاء صحابۂ کرام کی مجلس میں موجود تھے۔

(۲) اس مجلس میں نبی ﷺ کی نماز کا ذکر ہوا تھا۔

(۳) سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے محمد بن عمرو بن عطاء کے سامنے حدیث سنائی تھی۔

رہا یہ مسئلہ کہ اس مجلس میں کون کون سے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) موجود تھے تو ان میں سے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر عبدالحمید بن جعفر (ثقہ) کی عن محمد بن عمرو بن عطاء والی روایت میں موجود ہے۔

والحديث يفسر بعضه بعضاً، والحمدللہ

ایک اور دلیل

محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ محمد بن اسحاق (بن یسار) نے عباس بن سہل بن سعد الساعدی (ثقہ/تقریب التہذیب: ۳۱۷۰) سے نقل کیا ہے کہ

" کنت بالسوق مع أبي قتادة وأبي أسيد وأبي حميد كلهم يقول: أنا أعلمكم بصلٰوة رسول الله ﷺ فقالوا لأحدهم: صلّ ......" إلخ

میں (سیدنا) ابوقتادہ (سیدنا) ابواسید اور (سیدنا) ابوحمید کے ساتھ بازار میں تھا۔ ان میں سے ہر آدمی یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، تو انھوں نے ایک کو کہا: تو نماز پڑھ...... الخ

[جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۶ وصحیح ابن خزیمہ: ۶۸۱ واتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ ج ۱۴ ص ۸۲ ح ۱۷۴۵۰]

یہ روایت حسن ہے۔ ابن اسحاق نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار کا حدیث میں مقام

محمد بن اسحاق کے بارے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک وغیرہ نے انہیں کذاب کہا ہے لیکن جمہور محدثین نے انھیں ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث اور حسن الحدیث قرار دیا ہے۔

زیلعی حنفی نے کہا: "وابن إسحاق الأكثر علىٰ توثيقه" اور ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ قرار دیا ہے۔ [نصب الرایہ ج ۴ ص ۷]

عینی حنفی نے کہا: "إن ابن إسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور"

بے شک ابن اسحاق جمہور کے نزدیک بڑے ثقات (ثقہ راویوں) میں سے ہے۔

[عمدۃ القاری ۲۷۰/۷]

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے کہا: "جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔"

[سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۷۶]

نیز دیکھئے تبلیغی نصاب از محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی (ص ۵۹۵) وفضائل ذکر (ص ۱۱۷)

احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

''محمد بن إسحاق تابعي ثقة إمام السير والمغازي''

[الامن والعلیٰ ص ۱۷۰]

احمد رضا خان نے مزید کہا:

''ہمارے علماء کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے''

[منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ص ۱۴۵ حاشیہ]

تنبیہ: جمہور کی اس توثیق وتعدیل کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ ''محمد بن اسحاق کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح وتعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایتِ حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں انکی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہوسکتی اور اس لحاظ سے انکی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے۔''

[احسن الکلام ج ۲ ص ۷۰ طبع دوم]

یہ کہنا کہ محمد بن اسحاق پر پچانوے فیصدی محدثین جرح کرتے ہیں، صفدر صاحب کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

بعض لوگوں نے ابن اسحاق کی احکام میں روایات پر جرح کی ہے لیکن جمہور محدثین نے احکام میں بھی انھیں صحیح الحدیث وحسن الحدیث قرار دیا ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں:

۱: ابن خزیمہ [۱/۱۱ ح ۱۵، وغیرہ]

۲: ابن حبان [الاحسان: ۱۰۷۷ دوسرا نسخہ: ۱۰۸۰، وغیرہ]

۳: الترمذی [ح ۱۱۵ وقال: ھٰذا حدیث حسن صحیح الخ]

۴: الحاکم [المستدرک ۱/۴۸۶ ح ۱۷۸۶ وقال: ھٰذا حدیث صحیح الاسناد]

۵: الذہبی [تلخیص المستدرک ۱/۴۸۶ وقال: صحیح]

محمد بن اسحاق کی بیان کردہ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کو درج ذیل علماء نے صحیح، حسن اور جید قرار دیا ہے:

۶: دارقطنی [۳۱۸،۳۱۷/۱ ح ۱۲۰۰ وقال: ھٰذا إسناد حسن]

۷: بیہقی [کتاب القراءت خلف الامام ص ۵۸ ح ۱۱۴ وقال: وھٰذا إسناد صحیح]

۸: ابوداود [بحوالہ التلخیص الحبیر ۲۳۱/۱ ح ۳۴۴]

۹: خطابی [معالم السنن ۱۷۷/۱ ح ۲۵۲ وقال: وإسنادہ جید لاطعن فیہ] وغیرہم

۱۰: ابن الجارود [المنتقیٰ: ۳۲۱]

۱۱: ابن الملقن [البدر المنیر ۵۴۷/۳ وقال: ''ھٰذا الحدیث جید'']

۱۲: ابن علان [الفتوحاتِ ربانیہ ۱۹۳/۲، ''صحیح لامطعن فیہ'']

۱۳: الضیاء المقدسی [ذکرہ فی المختارۃ ۳۳۹/۸۔۳۴۱ ح ۴۱۱۔۴۱۴]

معلوم ہوا کہ جمہور محدثین وعلماء کے نزدیک محمد بن اسحاق بن یسار کی حدیث احکام میں بھی صحیح یا حسن ہوتی ہے۔ لہٰذا جمہور کے مقابلے میں بعض محدثین کے اقوال کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا کرنا کہ احکام میں اس کی روایت حجت نہیں غلط اور مردود ہے۔

نام نہاد اضطراب کا دعویٰ

بعض الناس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ یہ حدیث ''مضطرب'' ہے۔ ان لوگوں کی بیان کردہ ''اضطرابی'' اسانید اور ان پر تبصرہ درج ذیل ہے:

۱: محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید رضی اللہ عنہ [صحیح البخاری: ۸۲۸ وسنن ابی داؤد: ۷۳۰]

☆ یہ سند بالکل صحیح ہے۔

۲: محمد بن عمرو: أخبرني مالك عن عياش أو عباس بن سهل

[السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰۱/۲]

☆ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے، اسے سوائے ابن حبان کے کسی نے ثقہ نہیں کہا، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے، محمد بن عمرو بن عطاء سے ثابت ہی نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ''ضعیف'' ہی قرار دیا ہے۔

[سنن ابی داود ص ۱۱۸ ح ۷۳۳]

تنبیہ: السنن الکبریٰ للبیہقی میں ''أخبر ني مالك'' کا لفظ غلط ہے۔صحیح ''أحد بني مالك'' ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (ج۲ص ۱۱۸) وصحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۸۶۳دوسرانسخہ: محققہ ۵/۱۸۱ح۱۸٦٦)

۳: محمد بن عمرو عن عباس بن سہل عن ابی حمید رضی اللہ عنہ (البیہقی ۱۱۸/۲)

☆ اس کی سند عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک (مجہول الحال) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہی ضعیف روایت سنن ابی داود (۷۳۳) میں محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس اوعیاش بن سہل'' کی سند سے ہے۔

۴: محمد بن عمرو بن عطاء عن رجل عن ابی حمید رضی اللہ عنہ۔ الخ ملخصاً

[شرح معانی الآثار للطحاوی ۲۵۹/۱]

☆ اس کی سند ضعیف ہے۔اس کا راوی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث مختلف فیہ راوی ہے۔اگر یحییٰ بن معین، بخاری، ابوزرعہ اور ابوحاتم (وغیرہم) ماہرین اس سے روایت کریں تو روایت صحیح ہوتی ہے، دوسروں کی روایت میں توقف کیا جاتا ہے۔

[دیکھئے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص۴۱۴]

طحاوی کے دونوں استاد فہد اور یحییٰ بن عثمان اہل الحذق (فنِ حدیث کے ماہرین) میں سے نہیں ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے میزان الاعتدال (۴۴۰/٦۔۴۴۵) وتقریب التہذیب (۳۳۸۸) والجوہر النقی (۳۰۹/۱)

دوسرے یہ کہ اصولِ حدیث کا ایک طے شدہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی اپنے استاد سے تصریحِ سماع (حدثنا، سمعت وغیرہ) کے ساتھ ایک روایت بیان کرے اور یہی روایت اپنے اور اپنے استاد کے درمیان کسی واسطے سے بیان کرے تو دونوں روایتیں محفوظ ہوتی ہیں لیکن اعتبار اسی روایت کا ہوتا ہے جس میں اس نے اپنے استاد سے تصریحِ سماع کر رکھی ہو۔تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح (ص۲۸۹، ۲۹۰دوسرانسخہ ص۳۹۲، ۳۹۳، النوع السابع والثلاثون: معرفۃ المزید فی متصل الاسانید)

مثلاً صحیح بخاری کی ایک روایت ''مجاہد عن ابن عباس'' کی سند سے ہے۔(البخاری:۲۱۶)
جبکہ دوسری روایت میں ''عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس'' آیا ہے۔(البخاری:۱۳۶۱)
صحیح بخاری کی یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں، انھیں مضطرب قرار دینا غلط ہے۔
تنبیہ: اگر دو سندیں اس طرح ہوں کہ (۱) محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید (۲) محمد بن عمرو عن رجل عن ابی حمید
فرض کریں کہ پہلی سند میں سماع کی تصریح نہیں ہے اور دوسری سند میں رجل مجہول ہے تو بے شک ایسی روایت ضعیف ہوجاتی ہے۔ لیکن ہماری بیان کردہ روایت میں سماع کی تصریح بھی ہے۔ لہٰذا وہ ''عن رجل'' والی سند سے ضعیف نہیں ہوتی بلکہ یہ بشرطِ صحت اس کی تائیدی روایت بن جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ عطاف بن خالد والی اس سند میں ''رجل'' سے مراد ''عباس بن سہل'' ہے جیسا کہ عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک (مجہول الحال) کی ضعیف حدیث میں صراحت ہے۔[دیکھئے الاحسان:۱۸۶۶]
حافظ ابن حبان کے نزدیک یہ روایت محمد بن عمرو نے سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے بھی سنی ہے اور عباس بن سہل سے بھی سنی ہے۔ [الاحسان نسخہ محققہ ۱۸۶۵]
فیض الباری کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے کہ ''**لا بأس بضعف الروایة فإنها تكفي لتعيين أحد المحتملات**'' ضعیف حدیث کے ساتھ دو محتمل معنوں میں سے ایک معنی کا تعین کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ج۲ص۴۲۱)
یاد رہے کہ ابن حبان اور ابو داود والی اس ضعیف روایت، جس میں عباس بن سہل کا ذکر موجود ہے، کو نیموی حنفی نے ''**إسناده صحیح**'' لکھا ہوا ہے۔[آثار السنن:۴۴۹]!!
خلاصۃ التحقیق: عبدالحمید بن جعفر کی بیان کردہ یہ روایت صحیح و محفوظ ہے اور اس پر اضطراب کی جرح باطل و مردود ہے۔

امام محمد بن یحییٰ الذہلی کا اعلان

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی ،مجلسِ صحابہ میں بیان کردہ حدیث'' **فليح بن سليمان: حدثني العباس بن سهل الساعدي** '' کی سند سے بھی مروی ہے

[سنن ابن ماجہ:٨٦٣ وسندہ حسن، فلیح بن سلیمان من رجال الصحیحین ووثقہ الجمہور]

اس حدیث میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع یدین کا اثبات ہے۔ اس حدیث کے بارے میں امام بخاری اور بے شمار محدثین کے استاد امام محمد بن یحییٰ (الذہلی ،متوفی ٢٥٨ھ) فرماتے ہیں کہ'' **من سمع هذا الحديث ، ثم لم يرفع يديه . يعني إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع . فصلاته ناقصة** ''

جوشخص یہ حدیث سن لے پھر بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرے تو اس کی نماز ناقص (باطل) ہے۔ [صحیح ابن خزیمہ ج١ص٢٩٨ ح٥٨٩ وسندہ صحیح]

یادرہے کہ امام ذہلی کا یہ قول کسی حدیث یا آثارِ سلف صالحین کے خلاف نہیں ہے۔

چند اہم نکات وفوائد

١: امام ابوحاتم الرازی نے'' محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی'' کی حدیث کو '' **والحديث أصله صحيح** '' کہہ کر'' **فصار الحديث مرسلاً** ''یعنی مرسل قرار دیا ہے۔ [علوم الحدیث ١/٦٣ ح٤٦١ ،النسخۃ المحققۃ ١/٤٢٤ ح٤٦١]

چونکہ محمد بن عمرو بن عطاء (ثقہ) نے سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کر دی ہے لہٰذا امام ابوحاتم کا اس روایت کو مرسل قرار دینا غلط ہے۔

٢: عبدالحمید بن جعفر کے بارے میں ابوحاتم الرازی کہتے ہیں:'' **محله الصدق** ''

[الجرح والتعدیل ٦/١٠،علل الحدیث ١/٣٨٢ ح١١٤٠،نسخہ محققہ ٢/٥٠]

اس پر ابوحاتم کی جرح'' **لا يحتج به** ''(میزان الاعتدال ٢/٥٣٩ ت٤٧٦٧) باسند صحیح نہیں ملی لہٰذا یہ جرح امام ابوحاتم سے ثابت ہی نہیں ہے۔

۳: سیدنا ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں سخت اختلاف ہے ۔ بعض کہتے ہیں: ۳۰ھ، بعض کہتے ہیں: ۶۰ھ یا ۷۰ھ یا ۸۰ھ یا ۴۰ھ
دیکھئے تقریب التہذیب (۶۴۳۶) والإصابۃ (ص ۱۱۵۵، ۱۱۵۶)
لہٰذا بعض الناس کا بالجزم آپ کی وفات ۳۰ھ قرار دینا غلط ہے۔
طبقۂ رابعہ کے راوی ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی نے کہا: ''**سمعت أبا أسید الساعدي و ابن عباس** '' إلخ
[المعجم الکبیر للطبرانی ۲۶۸/۱۹، ۲۶۹ ح ۵۹۵ وسندہ حسن، وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۱۱۴/۴: وإسنادہ حسن]
جب طبقۂ رابعہ والے تابعی کا سماع سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے تو طبقۂ ثالثہ والے تابعی کا کیوں ناممکن ہے؟ اس سے بھی ''**العلامة الحافظ الصادق** '' علی بن محمد المدائنی کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے، حافظ ذہبی کا اس قول کو ''**وھٰذا بعید** '' (سیر اعلام النبلاء ۵۳۸/۲) کہنا بذاتِ خود بعید اور محلِ نظر ہے۔
۴: سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے ۴۳ھ اور بعض نے ۴۶ھ اور ۴۷ھ کہا ہے دیکھئے تہذیب الکمال (۲۴۰/۱۷) آپ کی صحیح تاریخِ وفات نامعلوم ہے۔
یہ کہنا کہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے، دعویٰ بلا دلیل ہے۔
اسی طرح بعض الناس کا یہ کہنا کہ ''سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ سے پہلے روپوش ہو گئے تھے'' غلط ہے۔
۵: امام لیث بن سعد، امام سعید بن عفیر، امام یحییٰ بن معین اور امام ترمذی وغیرہم نے کہا ہے کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے ۔ ان ائمہ کی تردید کرتے ہوئے ایک گستاخ شخص لکھتا ہے کہ ''یہ تو سب مشرک وکارِ شیطان کرنے والے تھے''!
اس کا یہی جواب ہے کہ ''**لعنة الله علی الظالمین** '' امتِ مسلمہ کے جلیل القدر ثقہ اماموں کو ''مشرک'' اور ''کارِ شیطان کرنے والے'' کہنے والا شخص سخت گستاخ اور گمراہ ہے۔

۶:     بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ راوی ایک روایت بیان کرتا ہے، اس کے بعض شاگرد اسے مکمل مطول اور بعض شاگرد مختصر وملخص بیان کرتے ہیں۔
مثلاً صحیح بخاری میں مسیٔ الصلوٰۃ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
((**إذا قمت إلی الصلوٰۃ فکبر**)) **إلخ** جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتو تکبیر کہہ......الخ
[کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم۔۔ح ۷۵۷]
اس میں قبلہ رخ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے حالانکہ قبلہ رخ ہونا نماز کا رکن اور فرض ہے۔ وضو کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس حدیث کی دوسری سند میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"**إذا قمت إلی الصلوٰۃ فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر**" **إلخ**
جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتو پورا وضو کر، پھر قبلہ رخ ہو جا، پس تکبیر کہہ۔ الخ
[صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من رد فقال: علیک السلام ح ۶۲۵۱]

اب اگر کوئی منکرِ حدیث یہ شور مچانا شروع کر دے کہ پہلی حدیث میں استقبالِ قبلہ اور وضو کا ذکر نہیں ہے۔"اور معرضِ بیان میں عدمِ ذکر کتمان ہے جو یہود کا شیوہ ہے"!
تو اس گمراہ و بے وقوف کا شور باطل ومردود ہے۔ اسے سمجھایا جائے گا کہ ایک صحیح روایت میں ذکر ہو اور دوسری صحیح میں ذکر نہ ہو تو عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ احادیث کی تمام سندیں اور متون جمع کر کے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہئے۔
انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ

" **اعلم أن الحدیث لم یجمع إلا قطعۃ قطعۃ فتکون قطعۃ عند واحد وقطعۃ أخریٰ عند واحد فلیجمع طرقہ ولیعمل بالقدر المشترك ولا یجعل کل قطعۃ منہ حدیثاً مستقلاً** "
اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں کی صورت میں جمع کیا گیا ہے۔ پس ایک ٹکڑا ایک راوی کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کے پاس، لہٰذا چاہئے کہ احادیث کی

تمام سندیں (اور متون) جمع کر کے حاصلِ مجموعہ پر عمل کیا جائے اور ہر ٹکڑے کو مستقل حدیث نہ بنایا جائے۔ [فیض الباری ج ۳ ص ۴۵۵]

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''صدہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رُواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا ٹکڑا، کوئی کس طرح، کوئی کس طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے'' [فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۳۰۱]

لہٰذا جو لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں ہے، ان کا شور غلط اور مردود ہے۔

ایک اہم نکتہ

صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح]

اور یہ بھی مروی ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴، ۳۴۵ ح ۶۹۴، ۶۹۵، وقال الحافظ ابن حجر فی کتابہ موافقۃ الخبر الخبر ۱/ ۴۰۹، ۴۱۰ ''ھٰذا حدیث صحیح''!]

ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور یحییٰ بن ایوب الغافقی پر جرح مردود ہے، وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں اور عثمان بن الحکم نے ان کی متابعت کر دی ہے۔

اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ'' **ولا یفعله حین یرفع رأسه من السجود** ''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تنبیہ: یہ روایت حنفی اصول کی رُو سے تو صحیح ہے لیکن میرے نزدیک زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا اس نکتے کا استدلال موقوف روایت اور مجموعی احادیث پر ہے۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز کا مفصل ذکر موجود ہے مگر اس میں شروع نماز،

رکوع سے پہلے، رکوع کے بعداور رکعتیں (دورکعتوں) کے بعد کسی رفع یدین کا ذکر موجود نہیں ہے۔اس حدیث کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے:

''إن كانت هذه لصلا ته حتى فارق الدنيا'' آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے چلے گئے۔ [صحیح بخاری مع فتح الباری ج۲ص۲۹۰ح۸۰۳]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہی نماز پڑھتے تھے جو کہ نبی ﷺ کی آخری نماز تھی ۔اب چونکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے لہٰذا اس سے خود بخود ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے تھے۔جس شخص کو اس سے اختلاف ہے تو اسے چاہئے کہ وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح یا حسن ترکِ رفع یدین کا ثبوت پیش کرے۔اس استدلال کے بعد'' التحقيق الراسخ في أن أحاديث رفع اليدين ليس لها ناسخ '' پڑھنے کا اتفاق ہوا تو بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے استادوں کے استاد (شیخ الشیوخ) حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی استدلال کر کے آپ ﷺ کی وفات تک رفع یدین ثابت کیا ہے۔دیکھئے التحقیق الراسخ (ص۹۰،۹۱ نویں حدیث) والحمدللہ

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں بھی رفع یدین ثابت ہے۔

[بحوالہ سنن ابن ماجہ ص۶۲ ح ۸۶۰ ومسند احمد ۲/ ۱۳۲ ح ۶۱۶۳]

تو عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیین وحجازیین سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔دیکھئے سنن الترمذی (باب ماجاء فی الجنب والحائض ح ۱۳۱) وتہذیب الکمال (۲/ ۲۱۴۔۲۱۷)

صالح بن کیسان مدنی (وحجازی) ہیں۔دیکھئے تقریب التہذیب (۲۸۸۴)

اس ضعیف سند سے استدلال مردود ہے۔شیخ البانی رحمہ اللہ کو بڑا وہم ہوا ہے، انھوں نے بغیر کسی دلیل کے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

۷:   بعض الناس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔
وجہِ اضطراب یہ ہے کہ طحاوی (۱۲۷/۱) وسنن ابی داود (ج۱ص۱۰۶ح ۷۳۰) میں تورک کا ذکر ہے لیکن سنن ابی داود (ج۱ص۱۰۷ح ۷۳۳) میں تورک کی نفی (**ولم یتورك**) ہے۔
عرض ہے کہ **ولم یتورك** والی روایت (سنن ابی داود: ۷۳۳) بلحاظِ سند ضعیف ہے جیسا کہ اس مضمون میں گزر چکا ہے۔ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے۔ اسے حافظ ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ مجہول الحال راوی کی روایت سے اضطراب ثابت کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو دن رات سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ بعض روایات میں ''**قالوا جمیعاً صدقت**'' اور بعض روایات میں ان الفاظ کا نہ ہونا اضطراب کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اسی مضمون میں مفصل و مدلل ثابت کر دیا گیا ہے۔
خلاصۃ البحث والتحقیق: اس مضمون کی ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالحمید بن جعفر (ثقہ) کی محمد بن عمرو بن عطاء المدنی (ثقہ) سے سیدنا ابوحمید الساعدی المدنی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث بالکل صحیح ہے جس میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے......الخ
یہ روایت بالکل بے غبار ہے اس میں کسی قسم کا اضطراب نہیں۔ جمہور محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کا اس حدیث کی تصدیق کرنا، اس کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک رفع یدین کرتے رہے۔

❀❀❀

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی کا اللہ تعالیٰ پر بہتان

٦

قوموا للہ قانتین خدا کے سامنے نہایت سکون سے کھڑے رہو۔

دیکھئے خدا اور رسول نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر رفع یدین کو سکون کے خلاف فرمایا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

(٢) قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون قال ابن عباس الذین لا یرفعون ایدیھم فی صلوتھم (تفسیر ابن عباس ص٢٢٣)

کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یعنی جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(٣) یا ایھا الذین آمنوا قیل لھم کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰة

اے ایمان والو اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو جب تم نماز پڑھو۔

اس آیت سے بھی بعض لوگوں نے نماز کے اندر رفع یدین کے منع پر دلیل لی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔

(٤) اقم الصلوٰة لذکری

میرے ذکر کے لیے نماز قائم کر زیر بحث مسئلہ رفع یدین اور جلسۂ استراحت کے لیے شریعت مقدسہ میں کوئی ذکر مقرر نہیں ہے اس لیے یہ نماز سے غیر متعلق افعال ہوئے۔

(٥) عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین یفتتح الصلوٰة

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نہ رفع یدین کرو مگر

نورالقمرین في اثبات رفع الیدین

انوار خورشید دیوبندی کی کتاب

”حدیث اور اہلحدیث“ کے باب

”ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح

تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے“

کا مکمل جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾

تمھارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے۔

[الاحزاب:۲۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ طَيِّباً وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسَ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

جو شخص پاک (حلال) کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

[سنن الترمذی: ۲۵۲۰ وسندہ حسن، وصححہ الحاکم ۴/۱۰۴، ووافقہ الذہبی/ ابو بشر حسن الحدیث واخطأ من جھلہ]

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد :

رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" حدثنا إسحاق الواسطي قال: حدثنا خالد بن عبدالله عن خالد عن أبي قلابة أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلّى كبّر ورفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ صنع هٰكذا "

[صحیح البخاری: ۱۰۲/۱ حدیث ۷۳۷، وصحیح مسلم: ۱۶۸/۱ حدیث ۳۹۱، ولفظ مسلم فی الاخیر: "وحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل هٰكذا "]

ابوقلابہ (تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے (نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد) مالک بن الحویرث (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، جب وہ نماز پڑھتے تھے اللہ اکبر کہتے اور رفع یدین کرتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے، اور حدیث بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا تھا، اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا (ہی) کرتے تھے۔

تبصرہ: اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اس کے مقابلے میں کسی صحیح حدیث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد کی صراحت کے ساتھ ترکِ رفع یدین یا نسخِ رفع یدین قطعاً ثابت نہیں ہے۔

نماز میں رفع الیدین کا مسئلہ انتہائی اہم اور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، اہلِ سنت کے اکابر علماء نے اس مسئلے کے اثبات پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً امیر المومنین فی الحدیث

امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب : جزء رفع الیدین ۔لیکن اہلِ سنت کے کسی بڑے عالم نے ترکِ رفع یدین پر کوئی کتاب نہیں لکھی ۔

راقم الحروف نے ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اس کتاب میں رفع الیدین کا اثبات اور مخالفین کے شبہات کا مسکت جواب دے دیا ہے، ابھی تک کسی طرف سے اس کتاب کا جواب نہیں آیا۔ والحمد للہ

انوار خورشید دیوبندی نے اہلِ حدیث کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے ''حدیث اور اہلِ حدیث'' اس کتاب میں انھوں نے ''ترک'' کا باب باندھ کر رفع یدین کا مسئلہ بھی چھیڑا ہے، راقم الحروف نے ''نور القمرین'' کے نام سے اس کا مکمل جواب لکھا تھا جو چھپ کر پھیل چکا ہے، نور القمرین میں انوار صاحب کے تمام شبہات کا مسکت و دندان شکن جواب دے دیا گیا ہے، انھوں نے جواب الجواب میں خاموشی اختیار کی ۔ عام مسلمانوں کو نور القمرین سے بہت فائدہ پہنچا۔ اب اسی جواب کو انوار خورشید صاحب کی اصل عبارتوں کے ساتھ، طبع جدید کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین متواتر ہے۔ [دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۹۶، ۹۷، لقط اللآلی المتناثرة فی الاحادیث المتواترة ص ۲۰۷، قطف الازهار المتناثرة للسیوطی ص ۳۱، ۳۲]

ترکِ رفع یدین یا نسخ رفع یدین نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے۔

سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (تمام) صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۷۵ وسندہ صحیح]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کتاب کو کتاب و سنت کی نشر و اشاعت اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی

(۸۔ اگست ۲۰۰۴ء)

مسئلۂ رفع الیدین
اور
''حدیث اور اہلحدیث''

انوارخورشید دیوبندی نے اپنی کتاب ''حدیث اوراہلحدیث'' میں ''ترک رفع الیدین فی غیرالافتتاح'' کے باب کے تحت اڑتیس (۳۸) مرفوع احادیث اور چند آثارِ صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) وآثارتابعین پیش کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ

''تکبیرتحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرنا چاہئے''

اس مختصر مضمون میں ان کے ''دلائل'' مذکورہ کا جائزہ اوراثبات رفع الیدین کے چند دلائل پیش خدمت ہیں:

سب سے پہلے عرض یہ ہے کہ جب ''تکبیرتحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرنا چاہئے'' تو حنفی وبریلوی ودیوبندی حضرات وتر اورعیدین میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟ اگر وہ کہیں کہ وتر وعیدین کے رفع الیدین کی تخصیص دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہے تو عرض ہے کہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں کے بعد والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہے لہٰذا اس سنتِ صحیحہ سے انکار کیوں؟

اب انوارخورشید دیوبندی صاحب کے ''دلائل'' اوران پر مختصر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۱:

(1)

ترك رفع اليدين في غير الافتتاح

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے

۱- حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد-

(صحيح ابي عوانہ ج ۲ ص۹۰)

حضرت امام زہریؒ، حضرت سالمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے ...... مونڈھوں تک اور جب آپ ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اُٹھا لینے کے بعد آپ رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی ہے۔

تبصرہ:

۱: مسند ابی عوانہ کا موجودہ مطبوعہ نسخہ ہندوستانی دیوبندیوں کا شائع کردہ ہے جسے انھوں نے متعدد نسخوں سے شائع کیا ہے جن میں ایک نسخہ شاہ احسان اللہ السندھی رحمہ اللہ کے المکتبۃ الراشدیہ کا ہے۔ [صحیح ابی عوانہ:۴۲۳/۱]

اس نسخہ کے ص۳۱۲ پر مذکورہ بالا حدیث موجود ہے جس کا متن اس طرح ہے:

"…. وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنٰى واحد"

یہی متن انوار صاحب کی "حدیث اور اہلحدیث" (طبع چہارم) کے ص۹۱۲ پر موجود ہے

صحیح ابی عوانہ کا ایک دوسرا نسخہ الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے اس میں بھی نسخۂ راشدیہ جیسا متن ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ دو قلمی نسخوں میں "واؤ" موجود ہے جسے ہندوستانی ناشرین نے اڑا دیا ہے۔ اس کے بعد دنیا میں جہاں کہیں بھی صحیح ابی عوانہ چھپی ہے، ہندوستانی نسخہ کا عکس ہے۔

۲: صحیح ابی عوانہ کی مذکورہ بالا روایت صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۳۹۰) وغیرہ میں بھی "واؤ" کے اثبات کے ساتھ موجود ہے۔

۳: روایت مذکورہ میں امام ابو عوانہ کے کم از کم تین استاد ہیں:

۱: عبداللہ بن ایوب ۲: سعدان بن نصر ۳: شعیب بن عمرو
ان میں سے سعدان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۶۹) میں اثبات رفع الیدین اور ''واؤ'' کے اثبات کے ساتھ موجود ہے۔
۴: امام ابوعوانہ فرماتے ہیں:

''حدثنا الربیع بن سلیمان عن الشافعي عن ابن عیینة بنحوه '' إلخ
(۲/۹۰)

یہ روایت کتاب الام للشافعی (۱/۱۰۳) میں ''واؤ'' کے اثبات اور رفع الیدین کے ثبوت کے ساتھ موجود ہے۔امام ابوعوانہ دراصل راویوں کا اختلاف بیان کر کے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ بعض راویوں نے ''ولا یرفع بین السجدتین '' [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۶۹، کتاب الام ۱/۱۰۳] اور بعض نے ''ولا یرفعهما بین السجدتین '' کے الفاظ بیان کئے ہیں، جبکہ ''والمعنٰی واحد'' مفہوم ایک ہے۔ [صحیح مسلم ۱/۱۶۸ ح ۳۹۰]
امام ابوعوانہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کتاب الام للشافعی، وغیرہ میں یہی روایت اثبات رفع الیدین کے ساتھ موجود ہے۔
۵: راقم الحروف نے اپنی کتاب ''نورالعینین فی مسئلۃِ رفع الیدین'' میں یہ ثابت کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے یہی روایت تیس (۳۰) سے زیادہ اماموں اور راویوں نے اثبات رفع الیدین کے ساتھ نقل کی ہے۔اسی طرح امام زہری رحمہ اللہ سے یہی روایت تواتر کے ساتھ ثابت ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' فإن الروایة عن الزهري بهٰذا السند بالغة مبلغ القطع باثبات الرفع عند الركوع وعند الإعتدال وهي فی الموطأ وسائر كتب أهل الحديث ''

[لسان المیزان ۵/۲۸۹ ترجمہ محمد بن عکاشہ]

امام حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' وممن رواه الزهري عن سالم ولم یختلف فیه علیه ولا اِضطراب

في متنه " إلخ اورسالم سے روایت کرنے والوں میں زہری بھی ہیں۔اس روایت میں ان پر اختلاف نہیں کیا گیا اور نہ اس روایت کے متن میں کوئی اضطراب ہے۔الخ

[مقدمۃ کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۶ الوجہ التاسع عشر دوسرا نسخہ ص ۲۱]

۶: امام ابوعوانہ نے اس حدیث پر رفع الیدین کے اثبات کا باب باندھا ہے لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس باب کے تحت وہ رفع الیدین نہ کرنے کی کوئی روایت لے آئیں۔

ایک شخص دکان پر بورڈ لگاتا ہے "گوشت کی دکان" جبکہ وہ دکان کے اندر منیاری کا سامان سجائے بیٹھا ہے۔کیا کوئی شخص اسے صاحبِ عقل تصور کرسکتا ہے؟ جب عام آدمی ایسا نہیں کرتا تو امام ابوعوانہ سے اس کا صدور کس طرح ممکن ہے؟

۷: عصرِ حاضر سے پہلے کسی حنفی نے ابوعوانہ کی روایت مذکورہ سے استدلال نہیں کیا اگر ایسی کسی روایت کا وجود ہوتا تو اسلافِ حنفیہ اس سے ضرور استدلال کرتے۔

۸: اس روایت میں "ولا یرفع" اور "ولا یرفعهما " دونوں سے سجدوں والے رفع الیدین کی نفی ہے، رکوع والے کی نہیں۔

۹: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد ثقہ راویوں نے اثبات رفع الیدین نقل کیا ہے مثلاً سالم بن عبداللہ، نافع اور محارب بن دثار رحمہم اللہ وغیرہم۔

۱۰: ابن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو دیکھتے کہ رفع الیدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ص ۵۳ ح: ۱۵ وصححہ النووی فی المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵]

حدیث نمبر ۲:

2

حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان قال حدثنا الزهري قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه و اذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين ۔[1]

(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سالمؒ بن عبداللہ نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اُٹھا لیتے تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔

تبصرہ:

۱: مسند حمیدی کا موجودہ نسخہ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی نے ''نسخۂ دیوبند'' (نوشتہ ۱۳۲۴ھ) سے شائع کیا ہے۔ [مسند حمیدی ج ۱ ص ۳ مقدمہ]

اعظمی صاحب نے (ص ۲۴ مقدمہ، کے بعد) مکتبہ ظاہریہ۔دمشق کے نسخہ کا بھی ذکر کیا ہے۔اس کا سن نوشت ۶۸۹ ھ ہے۔ [مقدمہ مسند حمیدی ۱۹/۱]

نسخۂ ظاہریہ کے مذکورہ نسخہ کی مکمل فوٹوسٹیٹ میرے پاس موجود ہے۔اس کے صفحہ ۱۰۰ ب پر مذکورہ بالا حدیث درج ذیل متن کے ساتھ موجود ہے:

" **وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین** "

یعنی اس میں ''**فلا یرفع** '' کے الفاظ نہیں ہیں۔

۲: مدینہ یونیورسٹی سے میرے عرب طالب علم دوستوں نے مکتبہ ظاہریہ کا ایک دوسرا مسند حمیدی کا (مکمل) نسخہ بھیجا ہے۔جس کا سن نوشت تقریباً ساتویں صدی ہجری ہے۔اس پر امام ابن قدامہ وغیرہ کے سماعات بھی ہیں۔اس نسخہ کے ص ۱۲۸ الف پر یہی روایت:

" **وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین** "

کے متن کے ساتھ موجود ہے۔''**فلا یرفع**'' کے الفاظ نہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ متن حدیث میں ''**فلا یرفع** '' کا لفظ تیرھویں اور چودھویں صدی کے ہندوستانی ناسخین کا وہم ہے۔

۳: مسند حمیدی کا موجودہ نسخہ (بتحقیق الاعظمی) غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے مسند الحمیدی کی تحقیق میں جسے (دارالسلام ریاض، لاہور) سے (ان شاء اللہ) شائع کیا جارہا ہے اس نسخہ کی تقریباً چار سو اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔قارئین سے درخواست ہے کہ بطور تجربہ اعظمی صاحب کے نسخہ کا کوئی صفحہ نکالیں اور حاشیہ پڑھیں۔آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر صفحہ پر غلطی اور غلطیاں موجود ہیں۔مثلاً ج ۱ ص ۲۲۲ ح ۴۶۹ پر ''**أخبرني أبو الشعثاء**

جابر بن زيد قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول " إلخ ہے حالانکہ یہ سند قطعاً غلط ہے۔ جابر بن زید تابعی ہیں۔ نبی ﷺ سے ان کی ملاقات بالکل ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں ورنہ میں ایسی بہت سی مثالیں ذکر کرتا۔ لہٰذا ایسے غلط نسخہ کی بنیاد پر صحیح متفق علیہ احادیث کو تارپیڈو کرنا انتہائی مذموم حرکت ہے۔

۴: عصرِ حاضر سے پہلے کسی حنفی نے یہ روایت اپنے استدلال میں پیش نہیں کی۔

۵: سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے رفع الیدین کا اثبات بالتواتر ہے۔

۶: زہری رحمہ اللہ سے رفع الیدین کا اثبات متواتر ہے۔

۷: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد شاگردوں نے رفع الیدین کا اثبات نقل کیا ہے۔

۸: ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے۔

۹: کسی کتاب کے اگر کسی نسخہ سے کوئی مختلف فیہ روایت نقل کی جائے تو اس کتاب کے دوسرے موجودہ نسخوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔ [تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۲۰۲ مقدمہ ابن الصلاح]

۱۰: امام حمیدی سے مروی ہے کہ جو شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث معلوم ہو جانے کے بعد بھی رفع الیدین نہ کرے تو اس کی نماز فاسد یا ناقص ہے۔ [دیکھئے التمہید ۹/۲۲۵]

جب امام حمیدی رفع الیدین کے وجوب کے قائل ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ رفع الیدین کے خلاف روایت بیان کریں؟

حدیث نمبر ۳:

(3)

۳- عن عبد الله بن عون الخراز ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود ؛ (خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۴)	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔

تبصرہ:

نصب الرایہ کے مذکورہ بالا صفحہ پر اس حدیث کے بعد لکھا ہوا ہے:

" قال البيهقي: قال الحاكم: هٰذا باطل موضوع، ولا يجوز أن يذكر،

إلاعلٰى سبيل القدح“ بیہقی نے کہا: حاکم نے کہا: یہ (روایت) باطل موضوع ہے اور بغیر اس پر جرح کے اس روایت کا ذکر جائز نہیں ہے۔

یعنی یہ روایت باطل اور من گھڑت ہے۔ انوار خورشید دیوبندی نے روایتی مقلدین کی طرح خاموشی کے ساتھ اس جرح کو چھپالیا ہے۔

حدیث نمبر۴:

(4)

۴- ابن وھب عن مالك بن انس عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلوٰة ، (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۹)

حضرت سالم بن عبد اللہؒ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے مونڈھوں تک جب کہ آپ نماز کی تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔

تبصرہ:

اس حدیث میں رفع الیدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب ”معرفۃ السنن والآثار“ (۱/ ۵۴۰، ۵۴۱ ح ۷۵۹ طبع بیروت لبنان) میں ابن وہب کی یہی روایت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ موجود ہے۔ [نیز دیکھئے التمہید ۹/ ۲۱۰، ۲۱۱]

”المدونۃ الکبریٰ“ امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحبِ مدونہ ”سحنون“ تک متصل سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ ساری کتاب بے سند ہے۔ ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی صاحب سحنون، جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۲۰۵]

انھوں نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ [ایضاً ۲۰۶]

وہ مدونہ کو ”مدوّدہ“ یعنی کیڑوں والی کتاب کہتے تھے۔ [العبر فی خبر من غبر ۱/ ۴۴۳ وفیات سنۃ ۳۰۲ھ]

عبد الرحمٰن بن قاسم نے امام مالک سے جو مسائل بیان کئے ہیں ان کے بارے میں امام ابوزرعہ الرازی نے فرمایا: ”فا لناس يتكلمون في هذه المسائل “پس: لوگ ان

مسائل پر جرح کرتے ہیں۔ [کتاب الضعفاء لابی زرعہ الرازی ص۵۳۴]

حدیث نمبر۵:

(5) حدثنا أبو كريب محمد بن العلاء ثنا محمد بن عبد الرحمن بن محمد المحاربي ثنا ابن أبي ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ترفع الأيدي في سبعة مواطن افتتاح الصلوة واستقبال البيت والصفا والمروة والموقفين وعند الحجر (کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵۱ وشرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے۔ نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔

تبصرہ:

۱: اس روایت سے ترک رفع الیدین ثابت نہیں ہوتا۔

۲: خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باسند صحیح رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن، جزء رفع الیدین للبخاری:۲۱]

۳: انوار خورشید صاحب کی پیش کردہ کتاب ''کشف الاستار'' کے حاشیہ پر حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی لکھتے ہیں:

'' قال الهيثمي وفيه ابن أبي ليلٰى وهو سيئ الحفظ ''

یعنی اس کے راوی ابن ابی لیلیٰ کا حافظہ خراب تھا۔ [مجمع الزوائد ج۲ ص۱۰۳]

نیز اسی صفحہ پر محدث بزار کی جرح بھی موجود ہے۔

۴: انور شاہ کشمیری (دیوبندی) اس راوی محمد ابن ابی لیلیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

'' فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور ''

یعنی وہ میرے نزدیک اور جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ [فیض الباری ۳/۱۶۸]

۵: اس کا ایک راوی الحکم بن عتیبہ مدلس ہے۔ [اسماء المدلسین للسیوطی ص۹۶]

مدلس راوی کے بارے میں سرفراز خان صاحب فرماتے ہیں:

''مدلس راوی عــن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں اِلا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمہ نووی ص۱۸ فتح المغیث ص۷۷ و تدریب الراوی ص۱۴۴)''

[خزائن السنن: ۱/ ابعد از ص ''ع''!]

حدیث نمبر ۶:

(6)

۱- حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن النسائی انا عمرو بن یزید ابو یزید الجرمی ثنا سیف بن عبید اللہ ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعۃ اعضاء الیدین و القدمین والرکبتین والجبھۃ ورفع الایدی اذا رأیت البیت وعلی الصفا والمروۃ وبعرفۃ وعند رمی الجمار واذا اقیمت الصلوۃ ۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۸۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں، اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کرو جب تو بیت اللہ کو دیکھے اور صفا و مروہ پر، وقوف عرفہ کے وقت، رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے۔

تبصرہ:

۱: اس روایت میں رفع الیدین کے نہ کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۵

۲: عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

[الکواکب النیرات ص ۶۱ تا ص ۶۵]

میرے علم میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ورقاء نے عطاء سے قبل از اختلاط سماع کیا تھا۔

حدیث نمبر ۷ تا ۱۴:

(7)

۷- حدثنا ھناد نا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ، قال وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ، (ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، اور ترک رفع یدین کے باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

(8)

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ نا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ۔ (ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

(9)

۹- اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبد اللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللہ قال الا اخبرکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں (حضرت علقمہؒ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے (پہلی) مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا۔

10

اخبرنا محمود بن غیلان المروزی حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللہ انہ قال الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ ۔ (نسائی ج ۱ ص [illegible])

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔

11

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا وکیع ثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ قال قال ابن مسعود الا اصلی لکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ ۔ (مسند احمد ج ۱ ص [illegible] و ص [illegible])

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں ۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

12

حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللہ قال الا اریکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرفع یدیہ الا مرۃ ۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں (چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور) صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

13

اخبرنا ابو طاہر الفقیہ انبأ نا ابو حامد بن بلال انبأ محمد بن اسمٰعیل الاحمسی ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمٰن الاسود عن علقمۃ قال قال عبد اللہ یعنی ابن مسعود لاصلین بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ ۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص [illegible])

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں ضرور بضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر دکھاؤں گا ۔ حضرت علقمہؒ کہتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

14

۱۴۔ حدثنا ابن ابی داود قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود ۔
(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص [illegible])

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

تبصرہ:

۱: ان تمام روایات میں سفیان ثوری ہیں جو کہ ہر سند میں ''عن '' سے روایت کر رہے ہیں۔ ابن الترکمانی حنفی لکھتے ہیں: ''**الثوري مدلس وقد عنعن** '' ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔ [الجوہر النقی: ۸/۲۶۲]

سرفراز خان صفدر صاحب حیاتی دیوبندی، ماسٹر امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی، شیر محمد صاحب مماتی دیوبندی، محمد شریف صاحب کوٹلوی بریلوی اور نیموی وغیرہم نے بھی سفیان ثوری کا مدلس ہونا تسلیم کیا ہے۔

[خزائن السنن ۲/۷۷، مجموعہ رسائل ۳/۳۳۱، آئینہ تسکین الصدور ص ۹۰، ۹۲ وغیرہ، فقہ الفقیہ ص ۱۳۴، آثار السنن ص ۱۲۶ تحت ح ۳۸۴ وفی نسخۃ اُخریٰ ص ۱۹۴]

مدلس راوی کے عنعنہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی کی تحقیق حدیث ۵ جواب ۵ میں گزر چکی ہے۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

''اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ: ۵/۲۴۵]

اور مزید لکھتے ہیں ''اور عنعنہ مدلس اصول محدثین پر نامقبول'' [ص ۲۶۶ ایضاً]

حدیث نمبر ۱۵:

(15)

۱۵۔ ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود ان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یعود الی شیٔ من ذالک ویأثر ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
(جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵)

حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت حمادؒ سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور وہ حضرت اسودؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

تبصرہ:

جامع المسانید میں اس کی سند درج ذیل ہے:

(أخرجه) أبو محمد البخاري (عن) رجاء بن عبد الله النهشلي (عن) شقيق بن إبراهيم (عن) أبي حنيفة رضي الله عنه"

اس کا پہلا راوی ابومحمد البخاری الحارثی کذاب ہے۔

[دیکھئے الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث ص ۲۴۸، میزان الاعتدال ۴۹۶/۲، لسان المیزان ۳۴۸/۳، ۳۴۹]

دوسرا راوی نامعلوم اور تیسرا متکلم فیہ ہے لہٰذا یہ سند موضوع و باطل ہے۔

حدیث نمبر ۱۶ تا ۲۱ اور ۲۳:

(16)

۱۶۔ حدثنا محمد بن الصباح البزار نا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔
(ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لے جا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے

(17)

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا مؤمل قال ثنا سفیان قال ثنا یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیہ حتی یکون ابھاماہ قریبا من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود۔
(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔ پھر نہیں کرتے تھے۔

(18)

عبدالرزاق عن ابن عیینۃ عن یزید عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب مثلہ وزاد قال مرۃ واحدۃ ثم لا تعد لرفعھا فی تلک الصلوۃ۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۷۱)

حضرت سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے بواسطہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی مانند حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی دفعہ رفع یدین کیا پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا

(19)

حدثنا اسحٰق حدثنا ھشیم عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوۃ کبر ورفع یدیہ حتی کادتا تحاذیان اذنیہ ثم لم یعد،
(مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۲۴۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

(20)

حدثنا اسحٰق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلی، عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین استقبل الصلوۃ حتی رأیت ابھامیہ قریبا من اذنیہ ثم لم یرفعھما
(مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۲۴۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا، میں نے آپ کے انگوٹھوں کو کانوں کے قریب دیکھا پھر اس کے بعد آپ نے رفع یدین نہیں کیا

21

حدثنا يحيى بن محمد بن صاعد ثنا محمد بن سليمان بن اسماعيل بن زكريا ثنا يزيد بن ابي زياد عن عبدالرحمن بن [ابي ليلى] عن البراء انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوة رفع يديه حتى حاذى اذنيه ثم لم يعد الى شئ من ذالك حتى [فرغ] من صلوته (دار قطني ج ۱ ص۲۹۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [انہوں] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے [نماز] شروع کی تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ دونوں ہاتھ [کانوں] تک لے گئے پھر آپ نے کسی اور مقام پر رفع یدین [نہیں] کیا حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔

23

حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بكر ثنا شعبة عن يزيد بن ابی زياد، قال سمعت ابن ابی ليلى يقول سمعت البراء فی هذا المجلس يحدث قوما منهم كعب بن عجرة قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوة يرفع يديه فی اول تكبيرة، (دار قطنی ج ۱ ص۲۹۳ ومسند احمد ج ۴ ص۳۰۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس میں کچھ لوگوں سے باتیں کرتے سنا جن میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ (حضرت براء) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پہلی تکبیر میں۔

تبصرہ:

۱: اس کا راوی یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"**يزيد بن أبي زياد وهو ضعيف**" [تفسیر ابن کثیر: ۱۱۳/۴، الشوریٰ آیت ۲۳، ۲۴]

"نماز پیغمبر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" کے مصنف محمد الیاس فیصل لکھتے ہیں:

"زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔" الخ (ص ۸۵)

"نبوی نماز مدلل سندھی" جلد اول کے مصنف علی محمد صاحب حقانی دیوبندی فرماتے ہیں:

جواب: يزيد بن ابي زياد كوفيءَ تي توڙي جو بعض محدثين
ڪلام ڪيو آهي مگر اهو ثقه آهي امام مسلم فرمائيندو آهي ته
هو سچو آهي ۽ ان کان روايت به ڪري سگهجي ٿي (مقدمه

(ص ۱۶۹) اس کا مفہوم الیاس فیصل صاحب کے الفاظ میں اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

۲: یزید بن ابی زیاد مدلس ہے۔ [اسماء المدلسین للسیوطی ص ۱۰۷]

اور رفع الیدین نہ کرنے والی روایت (**لم يعد** وغیرہ) کی کسی سند میں اس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔ امام شعبہ کی جس سند میں سماع کی تصریح ہے اس میں تکبیر اولیٰ کے بعد دوبارہ رفع الیدین کرنے کی نفی موجود نہیں ہے۔

۳: یزید بن ابی زیاد کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

[ملحق الکواکب النیرات ص ۵۰۹، ۵۱۰ للشیخ عبدالقیوم عبدرب النبی]

یزید نے یہ روایت اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔ [سنن دارقطنی ۲۹۴/۲]

۴: محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "لم یعد" کا قول یزید بن ابی زیاد کا "مُدرَج قول" ہے۔
[نیل الاوطار ۱۸۰/۲ نیز دیکھئے المدرج الی المدرج للسیوطی ص ۱۶، التلخیص الحبیر ۲۲۱/۱]

۵: متعدد محدثین مثلاً امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔
مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب کے سابقہ صفحات دیکھیں۔

حدیث نمبر ۲۲، ۲۴ تا ۲۸:

(22)

٢٢- حدثنا ابو بكر الآدمي احمد بن محمد بن اسماعيل نا محمد بن محمد ايوب المخرمي نا علي بن عاصم نا محمد بن عبد الرحمن عن يزيد بن ابي زياد عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين قام الى الصلوة فكبر ورفع يديه حتى ساوى بهما اذنيه ثم لم يعد (دارقطني ج ١ ص ٢٩٤)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ نے تکبیر (تحریمہ) کہی اور رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر دوبارہ (کسی مقام پر) آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

(24)

حدثنا حسين بن عبد الرحمن انا وكيع عن ابن ابي ليلى عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلوة ثم لم يرفعهما حتى انصرف (ابوداود ج ١)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا پھر نماز سے فارغ ہونے تک (کسی جگہ) نہیں کیا۔

(25)

وكيع عن ابن ابي ليلى عن عيسى اخيه والحكم عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يرفعهما حتى ينصرف (المدونة الكبرى ج ١)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع (یدین) نہیں کرتے تھے۔

(26)

حدثنا ابو بكر قال نا وكيع عن ابن ابي ليلى عن اخيه عيسى عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى يفرغ (مصنف ابن ابي شيبة ج ١ ص ٢٣٦)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(27)

حدثنا اسحاق حدثنا وكيع حدثنا ابن ابي ليلى عن الحكم وعيسى عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى ينصرف (مسند ابي يعلى ج ٣ ص ٢٤٨)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(28)

حدثنا محمد بن النعمان قال حدثنا يحيى بن يحيى قال ثنا وكيع عن ابن ابي ليلى عن اخيه وعن الحكم عن ابن ابي ليلى ———— عن البراء رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله (شرح معاني الآثار طحاوي ج ١ ص ١٥٣)

تبصرہ:

محمد ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہے جیسا کہ حدیث ۵ پر تبصرہ نمبر ۳، ۴ پر گزر چکا ہے۔
طحاوی حنفی بھی اسے "**مضطرب الحفظ جداً**" کہتے ہیں۔ [مشکل الآثار ۲۲۶/۳]
ابن ابی لیلیٰ نے یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے سنی تھی۔
[دیکھئے کتاب العلل لاحمد بن حنبل ۱۴۳/۱]

حدیث نمبر ۲۹:

(29)

۲۹. حدثنا مُسَدّد ثنا یحیی عن ابن ابی ذئب عن سعید بن سمعان عن ابی هریرة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل فی الصلوٰة رفع یدیه مدًّا (ابوداود ج ا ص ۱۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو خوب ہاتھ دراز کر کے رفع یدین کرتے تھے۔

تبصرہ:

اس روایت میں تکبیر اولیٰ کے بعد رفع الیدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ سنن ابی داود کے اسی نسخہ میں ح ۷۳۸ پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں وہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین نقل کرتے ہیں۔ [ج ا ص ۱۰۸]

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ [۱/۳۴۴، ۳۴۵ ح ۶۹۵]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**هٰذا حديث صحيح**'' [موافقۃ الخبر الخبر :۱/۴۰۹، ۴۱۰]

حدیث نمبر ۳۰:

(30)

۳۰۔ عن نعیم المجمر و ابی جعفر القاری عن ابی هریرة انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة و یکبر کلما خفض و رفع و یقول انا اشبهکم صلوٰةً برسول الله صلی الله علیه وسلم،
(التمهید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ۹ ص ۲۱۵)

حضرت نُعیم المجمر اور حضرت ابوجعفر القاری رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رفع یدین تو نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

تبصرہ:

اس روایت میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع الیدین کے ترک کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ عدم ذکر نفی ذکر کے لئے مستلزم نہیں ہوتا۔

[دیکھئے الدرایہ مع الہدایہ ۱/۱۷۷، الجوہر النقی ۴/۳۱۷ وغیرہما]

اس سے پہلی حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا اثبات گزر چکا ہے۔

خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی رفع الیدین ثابت ہے۔

[جزء رفع الیدین ص ۲۲ ح ۲۲، واسنادہ صحیح]

بلکہ ایک روایت میں ان سے یہ بھی آیا ہے:

أقسم بالله إن كانت لهي صلاته حتىٰ فارق الدنيا [المعجم لابن الاعرابی ۱/۲۲۶]

اس کے راوی محمد بن احمد بن عصمہ الرملی کے حالات نہیں ملے لیکن مسند الشامیین للطبرانی (۳۵/۲) میں بعض حدیث میں اس کی متابعت موجود ہے۔ تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔ ان شاءاللہ

حدیث نمبر۳۱:

(31)

۳۱ - عن عبدالرحیم بن سلیمان عن ابی بکر النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول الصلوة ثم لا یعود،
(العلل الواردة فی الاحادیث النبویة، دارقطنی ج ۴ ص۱۰۶) (قلت انفرد برفعه عبدالرحیم بن سلیمٰن وهو ثقة، ناقل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

تبصرہ:

۱: اس روایت پر امام دارقطنی نے جرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''ووهم في رفعه''یعنی اسے اس کے مرفوع بیان کرنے میں وہم ہوا ہے۔

[العلل الواردۃ ۱۰۷/۴]

۲: دوسرے یہ کہ العلل الواردۃ میں عبدالرحیم مذکور تک سند غیر موجود ہے لہذا یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

حدیث نمبر۳۲:

(32)

ثنا الحسین بن احمد بن منصور سجادة ثنا بشر بن الولید القاضی ثنا کثیر بن عبد الله ابو هاشم قال سمعت انس بن مالك یقول قال لی النبی صلی الله علیه وسلم "یا بُنَيَّ اذا تقدمت الی الصلوٰة فاستقبل القبلة وارفع یدیك وكبّر واقرأ ما بدا لك فاذا ركعت فَضَعْ كفيك علی ركبتيك وفرق بين اصابعك وسبّح فاذا رفعت رأسك فاقم صلبك حتی يقع كل عضو مكانه واذا سجدت فامكن جبهتك من الارض وسَبّح واذا رفعت رأسك فاقم رأسك فاذا قعدت فَضَعْ عقبيك تحت اليتك واقم صلبك فانها من سنتي ومن اتبع سنتي فانه مني ومن هو مني فهو معي في الجنة"
(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۶ ص۲۰۸۶)

کثیر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا جب تو نماز کے لیے بڑھے تو تو قبلہ رو ہوجا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریمہ کہہ اور قراءت کر جہاں سے کرنا چاہیے پھر جب تو رکوع میں جائے تو دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پہ رکھ اور انگلیاں کھلی رکھ اور (رکوع کی) تسبیح پڑھ پھر جب رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی کمر سیدھی کرلے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پہنچ جائے پھر جب تو سجدہ میں جائے تو اپنی پیشانی زمین پر رکھ اور (سجدہ) کی تسبیح پڑھ، پھر جب تو سر اٹھائے تو اپنا سر سیدھا کرلے، پھر جب تو قعدہ کرے تو اپنی ایڑیوں کو سرین کے نیچے کرلے اور کمر کو سیدھا کرلے یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کی پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جو مجھ سے ہے وہ جنت میں میرے ساتھ

تبصرہ:

اس روایت میں ترک رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ روایت باطل ہے۔ کامل ابن عدی کے صفحہ مذکورہ سے پہلے (ص ۲۰۸۵ پر) امام بخاری رحمہ اللہ کا قول موجود ہے کہ "**كثير بن عبد الله أبو هاشم الأبلي منكر الحديث عن أنس**" اور امام نسائی کا قول لکھا ہوا ہے:

"**كثير أبوهاشم يروي عن أنس: متروك الحديث**"

امام بخاری کا کسی راوی پر منکر الحدیث کی جرح کرنا (ان کے نزدیک) شدید جرح ہے۔

[دیکھئے میزان الاعتدال ۱/۶ وغیرہ بحوالہ قواعد فی علوم الحدیث تصنیف: ظفر احمد تھانوی دیوبندی ص ۱۵۷/ حاشیہ نمبر ۱ لابی غدۃ]

بلکہ تہذیب التہذیب (۴۱۸/۸ وفی نسخہ ص ۳۷۴) میں لکھا ہوا ہے:

"**وقال الحاكم: زعم أنه سمع من أنس، روى عنه أحاديث يشهد القلب أنها موضوعة**" اور حاکم نے کہا: اس نے انس سے سننے کا دعویٰ کیا ہے، اس نے آپ سے ایسی حدیثیں بیان کی ہیں جن کے بارے میں دل یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ موضوع ہیں۔

حدیث نمبر ۳۳:

(33)

۳۳۔ عن محمد بن عمرو بن عطاء انه كان جالسا مع نفر من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فذكرنا صلوٰة النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابو حميد الساعدي انا كنت احفظكم لصلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيته اذا كبر جعل يديه حذو منكبيه واذا ركع امكن يديه من ركبتيه ثم هصر ظهره فاذا رفع رأسه استوى حتى يعود كل فقار مكانه واذا سجد وضع يديه غير مفترش ولا قابضهما واستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة فاذا جلس في الركعتين جلس على رجله اليسرى ونصب اليمنى فاذا جلس في الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته الحديث

(بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت محمد بن عمرو بن عطاء سے مروی ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدیؓ کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں کے برابر لے جاتے، اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی کمر (مبارک) جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ آپ کی کمر کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھتے کہ نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا دیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے پھر جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے پھر جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں آگے کرتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھتے۔

تبصرہ:

یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ لیکن اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے ترک کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ محمد بن عمرو بن عطاء کی یہی روایت ایک دوسری سند کے ساتھ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ سنن ابی داود (۱/۱۰۶ ح۷۳۰) سنن ترمذی (۱/۶۷ ح۳۰۴) میں بھی موجود ہے۔ اسے امام ابن خزیمہ (۵۸۷، ۵۸۸) اور امام ابن حبان (الموارد: ۴۴۲، ۴۹۱، ۴۹۲) وغیرہما نے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**ھٰذا حدیث حسن صحیح**'' اسے امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہم نے بھی صحیح کہا ہے۔ لہٰذا انوار خورشید صاحب کا مفصل روایت کو چھوڑ کر مختصر روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ یاد رہے کہ حدیث مذکورہ کا راوی عبدالحمید بن جعفر اکثر علماء کے نزدیک ثقہ ہے۔

[نصب الرایہ ۱/۳۴۴]

حدیث نمبر۳۴:

(34)

عبد الرحمٰن بن غنم ان ابا مالک الاشعری جمع قومه فقال یا معشر الاشعریین اجتمعوا واجمعوا نسائكم وابنائكم اعلمكم صلوٰة النبی صلی الله علیه وسلم صلی لنا بالمدینة فاجتمعوا وجمعوا نسائهم وابنائهم فتوضأ واراهم كیف یتوضأ فاحصی الوضوء الی اماكنه حتی لما ان فاء الفیئ وانكسر الظل قام فاذن فصف الرجال فی ادنی الصف وصف الولدان خلفهم وصف النساء خلف الولدان ثم اقام الصلوٰة فتقدم فرفع یدیه فكبر فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة یسرهما ثم كبر فركع فقال سبحان الله وبحمده ثلاث مرات ثم قال سمع الله لمن حمده واستوی قائما ثم كبر وخر ساجدا ثم كبر فرفع رأسه ثم كبر فسجد ثم كبر فانتهض قائما فكان تكبیره فی اول ركعة ست تكبیرات وكبر حین قام الی الركعة الثانیة فلما قضی صلاته اقبل الی قومه بوجهه فقال احفظوا تكبیری وتعلموا ركوعی وسجودی فانها صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم التی كان یصلی لنا كذا الساعة من النهار الحدیث۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا اے اشعری قوم جمع ہو جاؤ اور عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تاکہ میں تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھا دوں جو آپ ہمیں مدینہ طیبہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ پس آپ نے وضو کیا اور انہیں دکھلایا کہ کیسے وضو کیا جاتا ہے۔ آپ نے خوب اچھی طرح سے پانی اعضاء وضو تک پہنچایا حتی کہ جب سایہ ظاہر ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر اذان دی، امام سے قریب تر مردوں نے صف باندھی، ان کے پیچھے بچوں نے اور بچوں کے پیچھے عورتوں نے۔ پھر اقامت ہوئی اور آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے۔ آپ نے رفع یدین کیا اور تکبیر (تحریمہ) کہی۔ پھر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورت دونوں کو آہستہ سے پڑھا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور تین مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح پہلی رکعت میں آپ کی چھ تکبیریں ہوئیں۔ آپ نے دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت بھی تکبیر کہی پھر نماز پوری کر کے اپنے قبیلے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرا رکوع و سجود سیکھ لو، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصے میں پڑھایا کرتے تھے۔

تبصرہ:

اس روایت کے ایک راوی شہر بن حوشب پر کافی کلام ہے لیکن قولِ راجح میں وہ حسن الحدیث ہے کیونکہ وہ جمہور کے نزدیک موثق ہے۔ عرض ہے کہ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے ترک کا کہاں ذکر ہے؟ خواہ مخواہ عدم ذکر والی روایت کو نقل کر کے اپنی کتاب کا حجم بڑھا دینا کون سے دین کی خدمت ہے؟

حدیث نمبر ۳۵:

(35) عن عباد بن الزبیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ فی اول الصلوٰۃ ثم لم یرفعھما فی شئ حتی یفرغ۔ (خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۰۴)

حضرت عبادؓ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو ابتدا ر نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

تبصرہ:

۱: اس کی سند کے ایک راوی "محمد بن اسحاق" کا تعین مطلوب ہے۔ یہ وضاحت کی جائے کہ یہ کون ذات شریف ہے؟

۲: حفص بن غیاث مدلس ہے۔ [اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۶]

لہٰذا اس کے سماع کی تصریح ثابت کی جائے۔

ابو یوسف محمد ولی درویش (الاستاذ بجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن) اپنی کتاب "دَ پیغمبر خدا ﷺ مونځ" میں لکھتے ہیں:

"او د مدلس عنعنه دهيحا په نزد قبوله نه ده"

یعنی: اور مدلس کا عن سے روایت کرنا کسی کے نزدیک بھی مقبول نہیں ہے۔ [ص ۳۲۲]

۳: روایت منقطع ہے۔ امام عراقی مرسل روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ورده جماهير النقاد للجهل بالساقط في الإسناد"

اور جمہور محدثین نے مرسل کو اس وجہ سے رد کر دیا ہے کہ اس کی سند میں گرا ہوا راوی

مجہول ہوتا ہے۔ [الفیۃ العراقی ص۱۴۳ مع فتح الباقی، والالفیۃ مع فتح المغیث ۱/۱۳۴]
یعنی مرسل روایت کو جمہور اہلِ تحقیق نے رد کر دیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶، ۳۷:

(36)

۳۶۔ عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرۂ مبارک سے نکل کر) ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہمیں رفع یدین کرتے ہوئے پاکر) فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں اس طرح رفع یدین کرتے ہوئے پاتا ہوں جیسے بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں اٹھی ہوئی ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

(37)

۳۷۔ عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحن یعنی رافعوا ایدینا فی الصلوٰة فقال ما بالهم رافعین ایدیهم فی الصلوٰة کانها اذناب الخیل الشمس اسکنوا فی الصلوٰة۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۳۳)

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرۂ) مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں (کہ ہم) نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے، آپ نے فرمایا انہیں کیا (ہو) گیا کہ نماز کے اندر اس طرح رفع یدین کر رہے ہیں جیسے بدکے (ہوئے) گھوڑوں کی دمیں اٹھی ہوئی ہوں نماز کے اندر سکون اختیار کرو۔

تبصرہ:

۱: اس میں رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے بلکہ یہ روایت تشہد میں رفع الیدین کے بارے میں ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

۲: محدثین کرام ودیگر علماء (مثلاً امام نسائی، امام ابوداود، نووی رحمہم اللہ) اور محمد بن الحسن الشیبانی (فی الحجة علی أهل المدينة) نے اس پر سلام کے ابواب باندھے ہیں۔

۳: کسی محدث نے یہ روایت ترک رفع الیدین کے باب میں ذکر نہیں کی۔

۴: اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا قیام والے رفع الیدین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ صرف تشہد والے رفع الیدین سے تعلق ہے۔
[دیکھئے جزء رفع الیدین ص۱۰۱، التلخیص الحبیر ۱/۲۲۱]

۵: جو کام خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسے شریر گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دینا انتہائی غلط اور قابل مذمت حرکت ہے۔

۶: اگر اس حدیث سے رفع الیدین کا نسخ یا منع ثابت کیا جاتا تو پھر حنفی و دیوبندی و بریلوی حضرات (۱) تکبیر اولیٰ (۲) وتر (۳) اور عیدین والا رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟

اگر اس کی تخصیص دوسرے دلائل سے ثابت ہے تو پھر رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص بھی احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ دیکھئے علامہ سیوطی کی **قطف الأزهار المتناثرة في الأحاديث المتواترة .** [ح۳۳]

۷: تمیم بن طرفہ رحمہ اللہ کی یہ روایت مخالفین رفع الیدین، قیام والے رفع الیدین کے بارے میں پیش کررہے ہیں حالانکہ یہی روایت مختصراً مسند احمد (۹۳/۵) میں ''**وهم قعود**'' کے الفاظ کے ساتھ بھی موجود ہے۔ یعنی: اور وہ بیٹھے ہوتے تھے۔

۸: متعدد علماء نے اس حدیث سے استدلال کرنے والوں پر کڑی تنقید کی ہے۔ مثلاً: امام نووی رحمہ اللہ اسے ''**أقبح أنواع الجهالة بالسنة**'' قرار دیتے ہیں۔ یعنی سنت کے ساتھ جہالت کی اقسام میں سب سے بُری قسم۔ [المجموع شرح المہذب ۴۰۳/۳]

۹: اس حدیث کے راویوں مثلاً امام مسلم، امام احمد اور امام ابوداود رحمہم اللہ وغیرہم میں ایک سے بھی اس حدیث کی بنیاد پر رفع الیدین کو منسوخ کہنا یا سمجھنا ثابت نہیں۔

۱۰: متعدد دیوبندی علماء نے اس روایت کے ساتھ نسخ رفع الیدین پر استدلال پر تنقید کی ہے۔ مثلاً محمود حسن دیوبندی فرماتے ہیں:

''باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلامِ نماز اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپ نے اس کو منع فرمادیا۔'' [الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی ص ۶۳ تقاریر حضرت شیخ الہند ص ۶۵]

محمد تقی عثمانی (جن کا دیوبندی سنجیدہ حلقے میں بڑا مقام ہے) فرماتے ہیں:

''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے۔۔۔'' الخ [درس ترمذی: ۳۶/۲]

کسے معلوم تھا کہ انوار خورشید صاحب ایسے اَخلاف بھی آئیں گے جو انصاف کا خون کرتے ہوئے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث اور احادیث ضعیفہ و موضوعہ اور غیر متعلق روایات پیش کر کے اپنے دیوبندی عوام کو ورغلانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

اس قسم کی سازشوں سے سادہ لوح عوام پر وہ شدید اثر پڑتا ہے جس کا تذکرہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب نے کیا ہے، فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع الیدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی۔'' [تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۲، ۱۳۳]

حدیث نمبر ۳۸:

(38)

عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین یفتتح الصلوٰۃ وحین یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیت وحین یقوم علی الصفا وحین یقوم علی المروۃ وحین یقف مع الناس عشیۃ عرفۃ وبجمع والمقامین حین یرمی الجمرۃ۔

(معجم طبرانی کبیر ص ۲۸۵ ج ۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات میں جب[1] نماز شروع کی جائے اور جب[2] مسجد حرام میں داخل ہوتے ہوئے بیت اللہ پر نظر پڑے اور جب صفا[3] و مروہ[4] پر کھڑا ہو اور عرفات[5] میں بعد از زوال جب لوگوں کے ساتھ وقوف کرے اور مزدلفہ[6] میں وقوف کے وقت اور جمرتین[7] کی رمی کرتے وقت۔

تبصرہ:

اس روایت کی سند میں وہی محمد ابن ابی لیلیٰ (ضعیف) موجود ہے جس کا ذکر حدیث نمبر ۵، تبصرہ نمبر ۳، ۴ کے تحت گزر چکا ہے۔ اس کی سند میں اور بھی کئی نقص موجود ہیں مثلاً حکم بن عتیبہ (مدلس) کا عنعنہ، وغیرہ

مختصر المختصر:

انوار خورشید دیوبندی نے کل اڑتیس مرفوع روایات پیش کی ہیں۔ ان میں سے دس (۴، ۵، ۲۳، ۲۹، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۶، ۳۷) موضوع سے غیر متعلق ہیں۔ ان روایات میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ان دس میں سے نمبر ۴: مختصر، نمبر ۵، ۲۳ ضعیف، ۳۲ باطل، نمبر ۳۴ مشکوک فیہ ہے اور باقی روایات بلحاظ سند صحیح ہیں، لیکن ان سے رفع الیدین کا نہ کرنا یا نسخ بالکل ثابت نہیں ہوتا۔

باقی اٹھائیس روایات کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

(نمبر ۱، ۲) تحریف، (نمبر ۳) باطل، موضوع، (نمبر ۶ تا ۱۴) ضعیف، (نمبر ۱۵) موضوع، (نمبر ۱۶ تا ۲۲) ضعیف، (نمبر ۲۴ تا ۲۸) ضعیف، (نمبر ۳۱) ضعیف۔ (نمبر ۳۵) ضعیف

مرسل اور (نمبر ۳۸) ضعیف ہے۔

ان میں بعض روایات کو آٹھ مرتبہ اور بعض کو سات دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اب آپ کی خدمت میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کا اثبات صحیح احادیث سے پیش کیا جاتا ہے۔

اثبات رفع اليدين عند الركوع
وبعد الرفع منه

حدیث نمبرا:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

" رأيت رسول الله ﷺ إذا قام في الصلاة رفع يديه حتٰى تكونا حذومنكبيه وكان يفعل ذلك حين يكبر للركوع ويفعل ذلك إذا رفع رأسه من الركوع،ويقول:((سمع الله لمن حمده)) ولايفعل ذلك فى السجود"

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔آپ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو ایسا ہی کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا ہی کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے اور سجدوں میں آپ یہ عمل نہیں کرتے تھے۔[صحیح بخاری ۱۰۲/۱ ح۷۳۶،صحیح مسلم ۱۶۸/۱ ح۳۹۰]

اس حدیث کے ایک راوی امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں: مسلمانوں پر یہ حق (لازمی) ہے کہ اس حدیث کی وجہ سے وہ نمازوں میں رفع الیدین کریں۔

[بخاری درسی ۱۰۲/۱ حاشیہ]

اس حدیث کے راوی ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [صحیح بخاری ص۱۰۲ ح۷۳۹،شرح السنۃ للبغوی ۲۱/۳ وقال:ھٰذا حدیث صحیح]

بلکہ آپ اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ رفع الیدین مذکور نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری ص۵۳ ح:۱۵،اسے امام نووی نے المجموع شرح المہذب ۴۰۵/۳ میں صحیح کہا ہے]

حدیث نمبر۲:

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین نقل کیا ہے۔ [صحیح بخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۷ صحیح مسلم ص ۱۶۸ ح ۳۹۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کا یہی عمل تھا۔ (حوالہ مذکورہ)

حدیث نمبر۳:

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نو (۹ ھ) کو مسلمان ہوئے۔ [عمدۃ القاری للعینی الحنفی ۵/۲۷۴]

آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین بیان کرتے ہیں۔

[صحیح مسلم ۱/۱۷۳ ح ۴۰۱]

ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع الیدین مذکور کو روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر۴:

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ **في عشرة من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم**

[سنن ترمذی ۱/۶۷ ح ۳۰۴ وقال: "هذا حديث حسن صحيح" صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۷ ح ۵۸۷، صحیح ابن حبان، الاحسان ۳/۱۷۱ ح ۱۸۶۴، صحیح ابن الجارود ص ۴۷، ۵۷ ح ۱۹۲ وصححہ البخاری وابن تیمیہ وابن قیم وغیرہم]

حدیث نمبر۵:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [سنن ابی داود ۱/۱۰۸ ح ۷۳۸ وصحیح ابن خزیمہ: ح ۶۹۴، ۶۹۵، وصححہ الحافظ ابن حجر کما تقدم]

حدیث نمبر۶:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

[السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۳ وقال: رواتہ ثقات واقرہ الذہبی وابن حجر وسندہ صحیح]

حدیث نمبر ۷:

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ [ایضاً]

حدیث نمبر ۸:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

[سنن ترمذی: ۲/۱۸۰ ح ۳۴۲۳ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح''، صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۴، ۲۹۶ ح ۵۸۴، صحیح ابن حبان کما فی العمدۃ للعینی ۵/۲۷۷ وصححہ احمد بن حنبل وابن تیمیۃ وغیرہما]

حدیث نمبر ۹:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ [سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ ورجالہ ثقات کما فی التلخیص الحبیر ۱/۲۱۹ ح ۳۲۸/ وسندہ صحیح]

حدیث نمبر ۱۰:

جابر بن عبداللہ (سنن ابن ماجہ ص ۶۲ ح ۸۶۸، ابوالزبیر کے سماع کی تصریح مسند السراج قلمی ص ۲۵ ومطبوع ح: ۹۲ پر موجود ہے اور اس کی سند حسن ہے۔)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً عمر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ وغیرہما سے رفع الیدین مذکور مروی ہے۔

اشرف علی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں:" **والحدیث إذا روی من عشرۃ فھو متواتر علی القول المختار (کمافي تدریب الراوي)**'' [بوادر النوادر ص ۱۳۶]

یعنی: جب حدیث دس (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے مروی ہو تو وہ قول راجح میں متواتر ہوتی ہے جیسا کہ تدریب الراوی میں لکھا ہوا ہے۔

[تدریب کے حوالہ کے لئے دیکھئے ۲/۱۷۷ وفیہ: وقال الأصطخري: أقلہ عشرۃ وھو المختار، لأنہ أول جموع الکثرۃ]

لہٰذا ثابت ہوا کہ رفع الیدین کے اثبات والی حدیث متواتر ہے۔ اسی لئے متعدد علماء نے رفع الیدین کو متواتر لکھا ہے مثلاً السیوطی، الکتانی، ابن الجوزی، ابن حجر اور الزبیدی رحمہم اللہ وغیرہم

انوار خورشید صاحب اور آثار صحابہ

قول نمبر ۱:

(1)

خلفار اشدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے

نا اسحٰق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر رضی اللہ عنہما فلم یرفعوا ایدیھم الا عند التکبیرۃ الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰۃ ، قال اسحٰق بہ ناخذ فی الصلوٰۃ کلھا۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵ ، بیہقی ج ۲ ص ۷۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں، محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اپناتے ہیں پوری نماز میں۔

اقول: محولہ بالا دونوں کتابوں (دارقطنی اور بیہقی) میں لکھا ہوا ہے:

''**تفرد به محمد بن جابر و كان ضعيفاً**'' (ایضاً) یعنی اس روایت میں محمد بن جابر کا تفرد ہے اور وہ ضعیف تھا۔ (اس محمد بن جابر کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے)

قول نمبر ۲:

(2)

عن علقمۃ انہ قال صلیت خلف عبد اللہ بن مسعود فلم یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع فقلت لہ لم لا ترفع یدیک فقال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیھم الا فی التکبیرۃ التی تفتتح بھا الصلوٰۃ۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۱۱)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر اسی تکبیر میں جس سے نماز شروع ہوتی ہے۔

اقول: یہ من گھڑت روایت کاسانی حنفی نے بغیر کسی سند کے نقل کی ہے۔ دنیا میں حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت باسند موجود نہیں ہے۔ (**فیما أعلم**)

لہٰذا ایسی موضوع و من گھڑت روایات پیش کر کے اہلِ حدیث کو صحیح حدیث سے کس طرح ہٹایا جاسکتا ہے؟!

قول نمبر۳:

(3)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

۱۔ عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیئ من صلوٰۃ الا حین افتتح الصلوٰۃ الحدیث۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے ابتداء نماز کے۔

۲۔ عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۶)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا ہے آپ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

۱۔ عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لا یرفع بعد۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۔ عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر (اس کے بعد) نہیں کرتے تھے۔

اقول: اس میں ابراہیم (نخعی) مدلس ہیں۔ [اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۳ ت نمبر ۱] اور عن سے روایت کر رہے ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

[مزید تحقیق کے لئے دیکھئے ص ۱۶۳، ۱۶۴]

خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا اثبات مروی ہے۔

[مسند الفاروق، للحافظ ابن کثیر ۱/۱۶۴ تا ۱۶۶ الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۱/۱۱۸ وغیرہما]

قول نمبر۴:

(4)

۳۔ عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ وکان من اصحاب علی ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ کان یرفع یدیہ فی التکبیر الاولی التی یفتتح بھا الصلوٰۃ ثم لا یرفعھما فی شیئ من الصلوٰۃ، (موطا امام محمد ص ۹۰، بیہقی ج ۲ ص ۸۰)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے جو حضرت علی کے شاگردوں میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے جس سے نماز شروع ہوتی ہے پھر اس کے بعد نماز کے کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے

اقول: ہمارے نسخہ میں امام بیہقی کی السنن الکبریٰ کے ص ۸۰ (ج ۲) پر یہ روایت موجود ہے اور اس پر امام عثمان بن سعید الدارمی کی جرح بھی درج ہے۔ سفیان ثوری نے اس روایت کا انکار کیا اور امام بخاری وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے نور العینین ص ۱۶۱]

یہ روایت اور اس سے پہلے والی روایت دونوں اپنے مدعا پر واضح نہیں ہیں کیوں کہ ان میں قنوت اور عیدین والے رفع الیدین کی تخصیص موجود نہیں ہے۔

قول نمبر۵:

(5)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تکبیر تحرمیہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے

۱- عن ابراهیم عن عبد الله انه کان یرفع یدیه فی اول ما یستفتح ثم لا یرفعهما

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

۲- عن ابراهیم قال کان عبد الله لا یرفع یدیه فی شئ من الصلوٰة الا فی الافتتاح

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے سوائے شروع کے۔

-عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شئ ثم لا یرفع بعد

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۷۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

اقول: یہ روایت سخت منقطع ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں فوت ہوئے اور ابراہیم نخعی ۳۷ھ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

[نیز دیکھئے ص ۱۶۷۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سند پر مضبوط جرح کی ہے۔]

قول نمبر۶:

(6)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحرمیہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے

اخبرنا مالك اخبرنی نعیم المجمر وابو جعفر القاری ان ابا هریرة کان یصلی بهم فیکبر کلما خفض ورفع قال ابو جعفر القاری وکان یرفع یدیه حین یکبر ویفتتح الصلوٰة۔ (مؤطا امام محمد ص ۸۸ وکتاب الحجۃ ج ۱ ص ۹۵)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام مالکؒ نے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی نعیم المجمر اور ابوجعفر القاری دونوں نے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ ابوجعفر القاری کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحرمیہ کے وقت کرتے تھے۔

اقول: اس روایت پر بحث حدیث نمبر ۳۰ کے تحت گزر چکی ہے۔ اور صاف صاف یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے قائل وفاعل تھے۔

قول نمبر ۷:

(7)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؒ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا۔

عن جابر سمعت سالم بن عبد اللہ یحدث انہ رأی اباہ یرفع یدیہ اذا کبر و اذا اراد ان یرکع و اذا رفع رأسہ من الرکوع فسألتہ عن ذالک فزعم انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۶)

حضرت جابرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تکبیر تحریمہ کہتے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

عن محارب بن دثار قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ کلما رکع و کلما رفع رأسہ من الرکوع قال فقلت لہ ما ھذا قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الرکعتین کبر و رفع یدیہ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۵)

حضرت محاربؒ بن دثار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دو رکعتوں کے بعد قیام فرماتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے۔

اقول: جابر جعفی (کذاب) اور محارب بن دثار (ثقہ) کی دونوں روایتیں رفع الیدین کرنے کی زبردست دلیلیں ہیں۔ رہا بعض شاگردوں کا تحصیل علم کے لئے دلیل کا پوچھنا تو یہ اعتراض کی دلیل نہیں ہے۔ خود سالم رحمہ اللہ وغیرہ سے باسند صحیح رفع الیدین کا کرنا ثابت ہے۔ لہٰذا جابر جعفی جیسے کذاب و غیر ثقہ راویوں کی روایت کی بنیاد پر امام ابن عمر رضی اللہ عنہ پر کیوں کر اعتراض ہوسکتا ہے اور اگر ہو بھی تو بات صحابی کی مانی جائے گی نہ کہ بعد میں آنے والے کسی شخص کی، جس کا قول و فعل بلکہ اس کی پوری ذات کسی صحابی کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے۔

قول نمبر ۸:

(8)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا

۱۔ عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولی من الصلوٰۃ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کی پہلی تکبیر میں

۲۔ عن مجاھد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

اقول: قاری ابوبکر بن عیاش کی اس روایت کو انوار خورشید صاحب نے نمبر۱، نمبر۲ اور نمبر۴ تین دفعہ بیان کیا ہے جبکہ روایت ایک ہی ہے۔ ہمارے مکتبہ میں معرفۃ السنن والآثار کا جو نسخہ موجود ہے (ط دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان) اس کی جلد نمبر۱ ص ۵۵۶ پر یہ روایت موجود ہے۔ امام بیہقی نے اس پر امام بخاری کی جرح نقل کی ہے۔ امام بخاری کی یہ تحقیق ہے

کہ ابوبکر بن عیاش نے یہ روایت اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔(ص۵۵۷ ایضاً) امام ابن معین فرماتے ہیں کہ یہ روایت ابوبکر بن عیاش کا وہم ہے۔اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

[جزء رفع الیدین ص۵۶ ح۱۶]

اس قسم کی ضعیف روایات سے نسخ کشید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اثبات رفع الیدین صحیح بخاری وغیرہ میں صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

قول نمبر۹:

(9)

عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع اذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح الصلوٰۃ ولم یرفعھما فیما سوی ذالک

(موطا امام محمد ص۹۰)

عبد العزیز بن حکیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے کانوں کے برابر اس کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن مجاھد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح الصلوٰۃ (معرفۃ السنن والآثار ج ۲ ص۴۲۸)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

اقول: موطأ کے ہمارے نسخہ میں یہ روایت ص۹۳، ۹۴ پر موجود ہے۔اس کی سند کا ایک راوی محمد بن ابان بن صالح ہے۔جس کے بارے میں اسی موطأ کے حاشیہ (التعلیق الممجد ص۴۷ حاشیہ نمبر۵) پر عبد الحئی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

" محمد بن أبان بن صالح .. وهو ممن ضعفه جمع من النقاد "

یعنی محمد بن ابان بن صالح کو ناقدین حدیث کی ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے محمد بن ابان مذکور پر ابوداود، ابن معین، بخاری اور نسائی وغیرہم کی جرحیں نقل کی ہیں۔

قول نمبر ۱۰:

(10)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر
حضرت میمون مکیؒ کا حضرت ابن عباسؓ کے پاس جاکر حیرت سے سوال

عن میمون المکی انہ رای عبد اللہ بن الزبیر وصلی بھم یشیر بکفیہ حین یقوم وحین یرکع وحین یسجد وحین ینھض للقیام فیقوم فیشیر بیدیہ فانطلقت الی ابن عباس فقلت انی رأیت ابن الزبیر صلی صلوٰۃ لم ار احدًا یصلیھا فوصفت لہ الاشارۃ فقال ان احببت ان تنظر الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقتد بصلوٰۃ عبد اللہ بن الزبیر۔
(ابوداود ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت میمون مکیؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتدا نماز رکوع کو جاتے اور سجدہ میں جاتے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا، میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جاکر کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کو دیکھو تو ابن زبیرؓ کی اقتدا کرو۔

اقول: اس روایت کے راوی میمون المکی کے بارے میں خلیل احمد سہارنپوری انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں: ''**مجھول**'' [بذل المجہود ۴/۴۱۱، ص۴۵۹]

اور فرماتے ہیں: '' **في سنده عبد الله بن لهيعة وهو ضعيف** ''

(ص ۴۱۱) اس روایت میں مختلط کا اختلاط اور مدلس کا عنعنہ بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال کرنا بڑی مذموم حرکت ہے۔

قول نمبر ۱۱:

(11)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبّادؒ کا فرمان

وفی المواھب اللطیفۃ واخرج البیھقی فی خلافیاتہ عن الحاکم بسندہ الی حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحیی قال صلیت الی جنب عباد بن عبد اللہ بن الزبیر قال فجعلت ارفع یدی فی کل رفع ووضع قال یا ابن اخی رأیتك ترفع فی کل رفع وخفض وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ فی اول صلوٰۃ ثم لم یرفعھما فی شیئ حتی فرغ،
(بسط الیدین لنیل الفرقدین ص ۵۳)

حضرت محمد بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادؒ بن عبداللہ بن زبیرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتا رہا، حضرت عبادؒ نے فرمایا اے میرے بھتیجے میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کر رہے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتدا میں ہی فقط رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کہیں اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اقول: اس روایت کی سند ضعیف اور مرسل ہے۔ جیسا کہ ص ۹ حدیث نمبر ۳۵ پر گزر چکا ہے۔
انوار خورشید صاحب کے پیش کردہ آثار صحابہ ختم ہوئے۔

ان آثار کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کا عام اعلان ہے:

’’کسی صحابی سے بھی رفع الیدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔‘‘

[جزء رفع الیدین ص ۱۱۰ ح ۴۰ ص ۱۵۲ ح ۷۶، المجموع ۳/۴۰۵]

اب آپ کی خدمت میں ان صحابۂ کرام کے نام مع حوالہ پیش کئے جاتے ہیں جو کہ رفع الیدین کے قائل و فاعل تھے۔

آثار صحابہ اور رفع الیدین کا اثبات

① ابن عمر رضی اللہ عنہما	[صحیح بخاری:۷۳۹]
② مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ	[صحیح بخاری:۷۳۷وصحیح مسلم:۳۹۱]
③ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	[سنن الدارقطنی ۱/۲۹۲ح ۱۱۱۱وسندہ صحیح]
④ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ	[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳]
⑤ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ	[ایضاً ۲/۷۳]
⑥ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	[جزء رفع الیدین للبخاری:۲۲وسندہ صحیح]
⑦ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	[مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۵وسندہ صحیح]
⑧ انس رضی اللہ عنہ	[جزء رفع الیدین:۲۰وسندہ صحیح]
⑨ جابر رضی اللہ عنہ	[مسند السراج:۹۲وسندہ حسن]
⑩ عمر رضی اللہ عنہ	[مسند الفاروق ۱/۱۶۵،۱۶۶وسندہ حسن]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ (تابعی مشہور) فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۵]

اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں۔ دیکھئے جزء رفع الیدین وغیرہ لہٰذا ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام سے بھی رفع الیدین کا اثبات ہی ثابت ہے۔ نفی یا نسخ وغیرہ قطعاً ثابت نہیں ہے۔

آثار تابعین اور ترکِ رفع یدین

اس کے بعد انوار خورشید صاحب نے آثار تابعین پیش کئے ہیں ان کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے:

قول نمبر ۱:

(1)

(ح)ضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے
(اص)حاب وتلامیذ ابتدار نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن شعبة عن ابی اسحٰق قال کان اصحٰب عبداللہ واصحاب علی لا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰة قال وکیع ثم لا یعودون (مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص۲۳۶)

حضرت ابو اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب وشاگرد صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اقول: ان اصحاب عبداللہ اور اصحاب علی (رضی اللہ عنہما) میں سے کسی ایک کا نام بیان نہیں کیا گیا لہٰذا یہ سارے اشخاص مجہول ہیں۔ اگر ان سے مراد ثقہ حضرات تھے تو ان کا نام ظاہر نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟

دوسرے یہ کہ اگر یہ اثر صحیح ہے تو حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

قنوت وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرنے والے یہ اثر پیش نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی زد میں ان کے یہ دونوں رفع الیدین بھی آتے ہیں۔ **فما هو جوابكم فهو جوابنا**

قول نمبر ۲:

(2)

حضرت ابو اسحٰق سبیعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ
تینوں ابتدار نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

قال عبد الملك ورأيت الشعبي وابراهيم وابا اسحٰق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلوٰة - (مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص۲۳۷)

حضرت عبدالملک بن ابجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحٰق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتدار نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اقول: اس کا تفصیلی جواب آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

قول نمبر۳:

(3)

عن اشعث عن الشعبي انه كان يرفع يديه في اوّل التكبير ثم لا يرفعهما۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۲۳۶)

امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اقول: اشعث سے مراد اشعث بن سوار الکندی ہے۔

اسے جمہور علماء نے ضعیف کہا ہے۔ صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعات میں ہیں۔

امام احمد، ابن معین، نسائی اور دارقطنی وغیرہم نے کہا: **ضعیف** [دیکھئے تہذیب التہذیب ۱/۳۰۸، ۳۰۹]

لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

قول نمبر۴:

(4)

اخبرنا حصين ومغيرة عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت في فاتحة الصلوٰة فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۲۳۶)

حضرت حصینؒ اور مغیرہؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ) کہے تو رفع یدین کر پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

اقول: اس کا تفصیلی جواب بھی آگے آرہا ہے۔

قول نمبر۵:

(5)

عن حصين ومغيرة عن ابراهيم قال لا ترفع يديك في شئ من الصلوٰة الا في الافتتاحة الاولیٰ۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تو ابتدا ءِ نماز کے علاوہ باقی کسی جگہ بھی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

اقول: اس کی سند حسن ہے۔

قول نمبر۶:

(6)

حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ بھی ابتداءِ نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن جابر عن الاسود وعلقمة انهما كانا يرفعان ايديهما اذا افتتحا ثم لا يعودان
مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۲۳۶

حضرت جابرؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے

اقول: جابر جعفی ضعیف رافضی اور مدلس ہے۔ [دیکھئے کتب المدلسین]

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: ''میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔''
[نصب الرایہ للزیلعی الحنفی ۲/۴۹، العلل الصغیر للترمذی ص۸۹۱ وسندہ حسن]

قول نمبر ۷:

7

حضرت قیس بن ابی حازمؒ بھی ابتدا رنماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن اسماعیل قال کان قیس یرفع یدیه اول ما یدخل فی الصلوٰة ثم لا یرفعهما۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ا ص۲۳۶)

حضرت اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی حازمؒ ابتدا رنماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

اقول: اسماعیل بن ابی خالد مدلس ہیں۔ [رسالہ: اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی، ت نمبر۳]
انھوں نے اس روایت میں سماع کی تصریح نہیں کی لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

قول نمبر۸:

8

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ بھی صرف ابتدا رنماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے

عن سفیان بن مسلم الجهنی قال کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیئ اذ کبر، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ا ص۲۳۷)

حضرت سفیان بن مسلم جہنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ صرف ابتدا رنماز میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

اقول: سفیان بن مسلم، اگر تصحیف نہیں ہے تو اس کے حالات مجھے نہیں ملے۔

قول نمبر۹:

9

حضرت خلیثمہؒ بھی صرف ابتدا رنماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔

عن الحجاج عن طلحة عن خیثمة وابراهیم قال کانا لا یرفعان ایدیهما الا فی بدء الصلوٰة (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ا ص۲۳۶)

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت خلیثمہ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

اقول: حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہونے کے ساتھ مدلس بھی ہے۔

وقال السیوطي في أسماء المدلسین (ص۹۵): مشهور بالتدلیس

علامہ زیلعی حنفی نے کہا: **والحجاج بن أرطاة ضعیف** [نصب الرایہ ۱/۹۲]

آثار تابعین پر تبصرہ ختم ہوا۔

قارئین کرام! انوار خورشید صاحب کے پیش کردہ آثار تابعین میں صرف تین اثر (ابراہیم نخعی، عامر الشعبی اور ابواسحٰق) بلحاظ سند صحیح ہیں۔ باقی تمام آثار اصول محدثین کی روشنی میں ضعیف و ناقابل حجت ہیں۔ یہ تینوں آثار بھی عدم رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ پر نص صریح

نہیں ہیں۔حنفی وبریلوی ودیوبندی حضرات وتر اورعیدین میں رفع الیدین کرتے ہیں جو کہ ان دونوں آثار کے (بظاہر) خلاف ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر دلائل سے ثابت ہے تو مؤدبانہ عرض ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

لہٰذا اہلِ حدیث کے خلاف ان دونوں آثار سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ جب نبی ﷺ اور صحابۂ کرام سے رفع الیدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو کون ایسا مومن ہے جو نیچے اتر کر ایک آدھ تابعی کے عمل کو دیکھے گا!!

انوارخورشید صاحب اور ان کی کمپنی کی تسلی کے لئے چند تابعین کی صحیح روایات پیش خدمت ہیں جو کہ رفع الیدین کے قائل وفاعل تھے:

اثبات رفع الیدین اور تابعین

۱: محمد (ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ) رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین کرتے تھے۔
[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۳۵ ح عن معاذ عن ابن عون عنہ وإسنادہ صحیح]

۲: ابوقلابہ بصری [ایضاً ح عن ابن علیہ عن خالد عنہ وإسنادہ صحیح]

۳: وہب بن منبہ [مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۶۹ ح ۲۵۲۴ وإسنادہ صحیح، التمہید ۹/ ۲۲۸ وعبدالرزاق صرح بالسماع عندہ]

۴: سالم بن عبداللہ المدنی [جزء رفع الیدین للبخاری ص ۱۳۶ ح ۶۲ واسنادہ حسن]

۵: القاسم بن محمد المدنی [ایضاً: ۶۲ واسنادہ حسن]

۶: عطاء بن ابی رباح المکی [ایضاً: ۶۲ واسنادہ حسن]

۷: مکحول الشامی [ایضاً: ۶۲ واسنادہ حسن]

۸: نعمان بن ابی عیاش [جزء رفع الیدین ص ۱۳۵ ح ۵۹ واسنادہ حسن]

۹: طاؤس [السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۴ واسنادہ صحیح]

۱۰: سعید بن جبیر [ایضاً ص ۷۵ واسنادہ صحیح]

۱۱: قاسم بن مخیمرہ رکوع کے وقت رفع یدین کے قائل تھے۔
[جزء رفع الیدین: ۶۰ وسندہ صحیح]

۱۲: الحسن البصری [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۵ وسندہ صحیح]

ترکِ رفع یدین اور علماء

آخر میں انوار خورشید صاحب نے چند علماء کے حوالے پیش کیے ہیں جن سے ترک رفع الیدین مروی ہے:

۱: سفیان ثوری ۲: اسحٰق بن ابی اسرائیل ۳: امام ابوحنیفہ ۴: امام مالک
۵: امام نووی ۶: اہل مدینہ ۷: اہل کوفہ ۸: اجماع فقہاء

حالانکہ ان اقوال میں سے کوئی ایک قول بھی ثابت نہیں ہے سوائے اسحٰق بن ابی اسرائیل یا سفیان ثوری کے۔

(1)
حضرت سفیان ثوریؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں
قال الامام الترمذی " وھو قول سفیان و اھل الکوفۃ" (ترمذی ج ۱ ص ۵۹)
امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اور اسی کے (کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے پھر نہیں) قائل ہیں حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ۔

۱: امام ترمذی (جو کہ سفیان ثوری کی وفات کے بہت بعد پیدا ہوئے) نے یہاں سند بیان نہیں کی۔ اگر کتاب العلل کی عبارت کو مدنظر رکھا جائے تو سفیان ثوری رحمہ اللہ کا یہ قول مرفوع احادیث اور آثار صحابہ کے مقابلے میں مردود ہے۔

(2)
محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل تھے
قال اسحٰق بہ ناخذ فی الصلوٰۃ کلھا (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵)
محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو (کہ رفع یدین ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے) اپناتے ہیں تمام نمازیں۔

۲: اسحٰق بن ابی اسرائیل اگرچہ صدوق راوی ہے لیکن مسلمانوں کے بڑے اماموں میں سے نہیں ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں: ''**كان ثقة مامونا ً إلا أنه كان قليل العقل**'' امام ابوزرعہ نے کہا: ''**عندي أنه لا يكذب وحدث بحديث منكر**'' امام احمد نے کہا: ''**واقفي مشئوم إلا أنه صاحب حديث كيس**'' [تہذیب التہذیب ۱/۱۹۶]

ایک قلیل العقل (کم عقل) شخص کا کوئی کام کرنا یا نہ کرنا دین اسلام میں کیا وزن رکھتا ہے؟

3

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

قال محمد السنة ان یکبر الرجل فی صلوٰتہ کلما خفض و کلما رفع و اذا انحط للسجود کبر و اذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلوٰة فانہ یرفع یدیہ حذو الاذنین فی ابتداء الصلوٰة مرة واحدة ثم لا یرفع فی شئ من الصلوٰة بعد ذالك و هذا کلہ قول ابی حنیفة

(موطا امام محمد ص۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے رہا رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے، اور یہ سب حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

۳: امام ابوحنیفہ کے قول کا راوی محمد بن الحسن الشیبانی ہے۔اس کے بارے میں امام یحیٰی بن معین نے اپنی تاریخ (ج۲ ترجمہ ۱۷۷۰) میں کہا ہے ''لیس بشئي'' بلکہ ان کا ایک دوسرا قول یہ ہے کہ ''جهمي كذاب'' [کتاب الضعفاء للعقیلی ۵۲/۴ وسندہ صحیح]

(لہٰذا ایسے شخص کی نقل کا محدثین کے نزدیک کیا مقام ہوسکتا ہے؟) اور اگر اس نقل کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو بھی دیوبندیہ کو مفید نہیں ہے۔کیونکہ اس میں وتر اور عیدین کی تخصیص موجود نہیں۔جب امام ابوحنیفہ۔۔۔بشرط صحت۔۔۔نماز میں کسی جگہ بھی رفع الیدین نہ کرنے کے قائل وفاعل تھے تو پھر ان کا نام لینے والے حضرات نماز وتر اور عیدین میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟

4

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

(قال) وقال مالك لا اعرف رفع الیدین فی شئ من تکبیر الصلوٰة لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰة

(المدونة الکبریٰ ج ص۶۸)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا رفع یدین کو نماز کی کسی بھی تکبیر میں نہ جھکتے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔

۴: امام مالک کا حوالہ موطا سے نہیں بلکہ سحنون کی کتاب المدونة الکبریٰ (دیکھئے: ۲/۱ کے ص ۶۸ وفی نسختنا ص ۷۱) سے رفع الیدین کی مخالفت میں نقل کیا گیا ہے۔حالانکہ موطأ امام مالک میں امام مالک رفع الیدین کرنے کی حدیث لائے ہیں۔(روایت عبدالرحمٰن بن القاسم ص۱۱۳ ح ۵۹) جب امام مالک کی اپنی کتاب میں رفع الیدین کا ثبوت موجود ہے تو پھر سحنون کے بے سند حوالہ کی کیا ضرورت ہے؟

سحنون کی اگرچہ بہت سے اماموں نے تعریف وتوثیق کی ہے اور وہ صدوق راوی ہیں لیکن امام ابویعلیٰ الخلیلی فرماتے ہیں:

" لم یرض أهل الحدیث حفظه"

یعنی محدثین کرام اس کے حافظہ پر خوش نہیں ہوئے۔ [الارشاد:۱/۲۶۹ت۱۱۲]

تنبیہ: کتاب المدونہ سحنون سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

امام مالک سے درج ذیل ثقہ راویوں نے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین نقل کیا ہے:

① اشہب

② ولید بن مسلم ③ سعید بن ابی مریم

④ ابومصعب ⑤ ابن عبدالحکم

⑥ ابن وہب رحمہم اللہ [حوالوں کے لئے دیکھئے نورالعینین ص۱۷۴]

بلکہ امام اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالک وفات تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

[التمہید ۹/۲۲۲]

امام ابوالعباس القرطبی رحمۃ اللہ علیہ، امام خطابی اور امام بغوی نے تصریح کی ہے کہ امام مالک کا آخری عمل رفع الیدین کرنا تھا۔ [طرح التثریب ۲/۲۵۴، معالم السنن ۱/۱۹۳، شرح السنۃ ۳/۲۳]

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نورالعینین [ص۱۷۳، ۱۷۴]

⑤

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع

قال النووی " اجمعت الامۃ علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرۃ الا[حرام] واختلفوا فیما سواھا .... وا[جمعوا] علی انہ لا یجب شیئ من الرفع"

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ [میں] اختلاف ہے .... اور اس پر بھی اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

۵: امام نووی رفع الیدین کے قائل وفاعل ہیں لہٰذا ان کا قول دیوبندیہ کو مفید نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کوئی شخص جان بوجھ کر چھوڑ دے تو اس ''مستحب'' کے ترک پر اس شخص پر کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ چلئے بسم اللہ کیجئے تکبیر تحریمہ، وتر اور عیدین والا رفع الیدین اپنے گھر میں ختم کیجئے بعد میں فقہائے محدثین کے خلاف لکھیں!

دوسروں کو نصیحت، خود میاں فضیحت!!

(6)

"المالكية قالوا رفع اليدين حذو المنكبين عند تكبيرة الاحرام مندوب وفيما عدا ذالك مكروه" (الفقه على المذاهب الاربعة ج ا ص ۲۵۰)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رفع یدین مونڈھوں تک تکبیر تحریمہ کے وقت مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔

٦: اس دعوی کی بنیاد سحنون کی بلا سند روایت ہے جس کا شذوذ وضعف ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا یہ دعویٰ ختم ہے۔

(7)

قال الامام محمد بن نصر المروزی لا نعلم مصرا من الامصار تركوا باجمعهم رفع اليدين عند الخفض والرفع الا اهل الكوفة ۔ (التعليق الممجد ص ۹۱)

امام محمدؒ بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ وہاں کے رہنے والوں نے اجماعاً سر جھکاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین چھوڑ دیا سوائے اہل کوفہ کے۔

قال ابن رشد المالكي فذهب اهل الكوفة ابو حنيفة وسفيان الثوری وسائر فقهائهم الى انه لا يرفع المصلی يديه الا عند تكبير الاحرام فقط ۔ (بداية المجتهد ج ا ص ۹۶)

ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت امام ابو حنیفہؒ، سفیان ثوریؒ اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

٧: اہل کوفہ کے اجماع کے ثبوت کے لئے محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ کی اصل کتاب پیش کریں جو کہ انھوں نے رفع الیدین کے ثبوت پر لکھی تھی۔ اِدھر اُدھر کے بے سند حوالوں کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ترمذی نے اجماع کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اثبات رفع الیدین کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین وائمہ مسلمین رحمہم اللہ کا عمل قرار دیا ہے۔
دوسرے یہ کہ یہ ثابت کریں کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اہل کوفہ کا اجماع شرعی حجت ہے!؟ **ودونه خرط القتاد ۔**

(8)

ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع

ثنا ابوبكر بن عياش قال ما رأيت فقيها قط يفعله يرفع يديه فی غير التكبيرة الاولیٰ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ا ص ۱۵۶)

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

٨: انوار خورشید صاحب نے ابوبکر بن عیاش کی روایت پر بعض فقہاء کا اجماع بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ [حدیث اور اہلحدیث ص ۴۱۸]

عرض ہے کہ بعض فقہاء کا یہ باطل اجماع اگر حجت ہے تو پھر دیوبندی حضرات وتر اور عیدین میں رفع یدین کیوں کرتے ہیں؟

متعدد صحابہ مثلاً ابوبکر، عمر، ابن عمر، ابن زبیر اور ابو ہریرہ وغیر ہم رضی اللہ عنہم اور متعدد تابعین مثلاً

محمد بن سیرین، سالم، ابوبکر، وہب، عطاء اور سعید بن جبیر وغیرہم رحمہم اللہ رفع الیدین کے قائل وفاعل تھے۔

کیا یہ سب فقہاء کی فہرست سے خارج ہیں؟

فقہاء کا یہ کیسا جعلی اجماع ہے جس سے بڑے بڑے صحابہ اور جلیل القدر تابعین وغیرہم خارج ہیں۔ **إنا لله وإنا إليه راجعون ۔**

اب ان چند ائمۂ مسلمین کے حوالے پیش خدمت ہیں جو کہ رفع الیدین کے قائل وفاعل تھے:

ائمۂ مسلمین اور رفع الیدین

۱:	امام مالک	[دیکھئے سنن الترمذی:۲۵۵]
۲:	امام شافعی	[کتاب الام ص۱۰۴ ج۱]
۳:	امام احمد	[مسائل احمد لابی داود السجستانی ص۳۳]
۴:	امام علی بن عبداللہ المدینی	[نسخہ من نسخ صحیح البخاری ج۱ ص۱۰۲]
۵:	امام اسحق بن راہویہ	[معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، قلمی ج۱ ص۲۲۵ جزء رفع الیدین ص۲۹ ح۱]
۶:	امام اوزاعی	[التمہید ج۹ ص۲۲۶]
۷:	امام ابن المبارک	[تاویل مختلف الحدیث ص۶۶ لابن قتیبہ واسنادہ صحیح]
۸:	محمد بن یحییٰ الذہلی	[صحیح ابن خزیمہ ج۱ ص۲۹۸ ح۵۸۹]
۹:	عبدالرحمٰن بن مہدی	[جزء رفع الیدین:۱۲۱ وسندہ صحیح]
۱۰:	ابوالولید الطیالسی	[المعجم لابن الاعرابی ج۲ ص۴۱۰، ۴۱۱]
۱۱:	عبداللہ بن الزبیر الحمیدی	[جزء رفع الیدین ص۲۸ ح۱]
۱۲:	یحییٰ بن معین	[ایضاً ح۱۲۱]
۱۳:	علی بن الحسن	[جزء رفع الیدین ص۲۷ ح۷۵]

۱۴: عبداللہ بن عثمان [ایضاً ح ۷۵]

۱۵: یحییٰ بن یحییٰ [ایضاً:۷۵]

۱۶: عیسیٰ بن موسیٰ [ایضاً:۷۵]

۱۷: کعب بن سعید [ایضاً:۷۵]

۱۸: محمد بن سلام [ایضاً:۷۵]

۱۹: عبداللہ بن محمد المسند ی [ایضاً:۷۵]

۲۰: محمد بن نصر المروزی [مقدمۃ اختلاف العلماء ص۱۵]

۲۱: ابواحمد الحاکم [شعار اصحاب الحدیث ص ۴۷]

۲۲: امام بخاری وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

خلاصہ یہ کہ ائمۂ مسلمین کی گنتی میں بھی اہل الرائے حضرات بہت پیچھے ہیں۔ایک دواماموں سے (غیر صریح) ترک رفع الیدین کا ثابت ہو جانا رفع الیدین کے منسوخ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

عجیب شرطیں:

دلائل کے میدان میں تہی دامن ہونے کے بعد انوار خورشید صاحب لکھتے ہیں:

''کسی بھی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے رکوع والے رفع الیدین کا حکم دیا ہے۔'' [حدیث اور اہلحدیث ص ۴۲۳]

خورشید صاحب اور ان کی پارٹی کی خدمت میں مودبانہ عرض ہے کہ اہل حدیث کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور صحیح ابن الجارود وغیرہ کتابوں میں متواتر اسانید کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور کسی ایک روایت میں بھی باسند صحیح اس کا ترک یا نسخ قطعاً ثابت نہیں ہے۔ رہا یہ کہ حکم ثابت کریں تو یہ ایک مناظرانہ مغالطہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دیوبندی

وبریلوی حضرات کی یہ عادت ہے کہ اگر فعل ثابت ہوتو قول کا مطالبہ کرتے ہیں جیسا کہ مسئلہ رفع الیدین اور اگر قول ثابت ہوتو فعل کا مطالبہ کرتے ہیں جیسا کہ مسئلہ وتر (دیکھئے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا طریقۂ نماز ص ۲۵۷) اگر قول وفعل دونوں ثابت ہوں (جیسے مسئلة إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلاة إلا المكتوبة) تو آثار صحابہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر اہلِ حدیث کتاب وسنت وآثار صحابہ بھی پیش کردیں جیسے مسئلۂ وتر تو یہ کہہ کر رد کردیتے ہیں کہ ''مگر ان (صحابۂ کرام) کا اپنا اجتہاد تھا۔ جو احادیث مرفوعہ کثیرہ کے مقابلے میں حجت نہیں'' (رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا طریقۂ نماز ص ۲۵۹) یہ تلاعب بالدین نہیں تو اور کیا ہے؟

اس قسم کے خود ساختہ مطالبوں اور باطل شرطوں کی بنیاد پر دیوبندی وبریلوی حضرات کا یہ خیال ہے کہ وہ عامۃ المسلمین کو تحریک اہل حدیث کی کتاب وسنت کی دعوت سے دور ہٹا دیں گے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ابھی تین چار دن پہلے کی بات ہے کہ ایک دیوبندی مولوی نے بعض نوجوانوں کو انوار خورشید صاحب کی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' دی۔ دیوبندی نوجوان یہ کتاب اپنے گاؤں کے اہلِ حدیث عالم جناب رحمت الٰہی محمدی صاحب کے پاس لے آئے۔ یہ گاؤں جی ٹی روڈ گوندل سٹاپ ضلع (اٹک) کے قریب ہے اور اس کا نام ''لنڈی'' (اعوان آباد) ہے۔ جب رحمت الٰہی محمدی صاحب نے ''حدیث اور اہلحدیث'' کے اندر پیش کردہ حوالوں میں انوار خورشید صاحب کی خیانتیں ثابت کردیں تو تین نوجوان اہل حدیث ہوگئے اور علانیہ رفع الیدین کی سنت پر عمل شروع کردیا۔

اللهم ثبت أقداهم ، آمين

ایک مکروہ مغالطہ:

انوار خورشید صاحب نے جو ضعیف وموضوع یا صحیح غیر متعلق ''دلائل'' پیش کرکے لکھا ہے:

''لیکن مندرجہ بالا احادیث وآثار اور اقوال ائمۂ مجتہدین اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع الیدین سنت مؤکدہ، سنت متواترہ بلکہ واجب بلکہ

فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوجاتی ہے بلکہ باطل ہوجاتی ہے۔۔۔'' الخ

[حدیث اور اہلحدیث ص ۴۲۴]

قارئین کرام!

آپ نے دیکھ لیا کہ انوار خورشید صاحب نے ضعیف وموضوع یا غیر متعلق احادیث اوراسی طرح ضعیف السند آثار اور غیر ثابت (سوائے معدودے چند) اقوال وافعال علماء پیش کئے ہیں۔ جبکہ ہم نے صحیح ومتواتر مرفوع احادیث، صحیح آثار صحابہ، صحیح آثار تابعین اور صحیح وثابت اقوال وافعال علماء پیش کئے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ حق کس طرف ہے؟

۱: رفع الیدین کا ثبوت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے متواتر احادیث سے پیش کردیا گیا ہے اور اس کا نسخ یا ترک نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ساری زندگی میں کسی ایک دن کسی ایک نماز میں بلکہ کسی ایک رکعت میں بھی ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اگر اسے اہل حدیث علماء نے سنت مؤکدہ اور سنت متواترہ لکھا ہے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟

رفع الیدین کا سنت متواترہ ہونا خود دیوبندی ''علماء'' نے بھی تسلیم کیا ہے۔

مثلاً انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

'' ولیعلم أن الرفع متواتر إسناداً وعملاً لا یشك فیه ولم ینسخ ولا حرف منه '' إلخ [نیل الفرقدین ص ۲۲]

یعنی یہ جاننا چاہئے کہ رفع الیدین بلحاظ سند وعمل متواتر ہے اس میں کوئی شک نہیں اور رفع الیدین منسوخ نہیں ہوا (بلکہ) اس کا ایک حرف (بھی) منسوخ نہیں ہوا۔ تقریباً یہی عبارت حاشیہ فیض الباری (۲/۲۵۵) معارف السنن للبنوری (۲/۴۵۹) میں بھی موجود ہے۔

انور شاہ صاحب کی یہ گواہی معمولی گواہی نہیں بلکہ فرقۂ دیوبندیہ پر ہمیشہ کے لئے حجت قاطعہ اور البرھان العظیم ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ''مولوی'' صاحب مذکور کا بہت بڑا مقام ہے۔ یہ ''مولوی'' صاحب وہی شخصیت ہیں جنھوں نے وتر والی حدیث کو ''قوي'' تسلیم کرنے کے بعد چودہ (۱۴) سال اس کا جواب سوچنے میں لگادیئے۔

[دیکھئے فیض الباری ۲/۳۷۵، العرف الشذی ۱/۱۰۷، معارف السنن ۲/۲۶۴، درس ترمذی ۲/۲۴]
امام حمیدی رحمہ اللہ وغیرہ رفع الیدین کو واجب کہتے ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔
امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی شخص کے لئے رفع الیدین کا ترک کرنا حلال نہیں ہے۔ [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی: ۱/۲۴۲]
علامہ سبکی اس پر حاشیہ لکھتے ہیں: ''**هذا صريح في أنه يوجب ذلك**'' یہ عبارت اس پر صریح دلیل ہے کہ امام شافعی رفع الیدین کو واجب سمجھتے ہیں (یاد رہے کہ محدثین کے نزدیک فرض اور واجب ایک ہی چیز کے دو نام ہیں)
یہ وہی سبکی ہیں جن کے بارے میں ''د پیغمبر خدا ﷺ مونځ'' (پشتو) کا مصنف لکھتا ہے۔ ''شیخ الاسلام'' [ص۴۰۳]
امام احمد رحمہ اللہ بھی اس شخص کی نماز کو ناقص سمجھتے ہیں جو رفع الیدین نہیں کرتا۔
[مسائل احمد روایۃ ابی داود ص۲۳ المنہج الاحمد ۱/۱۵۹]
اس قسم کے حوالوں اور سنت صحیحہ متواترہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور ((**صلوا كما رأيتموني أصلي**)) کے حکم کی بنیاد پر اگر کسی اہل حدیث نے رفع الیدین کو واجب، فرض اور اس کے ترک کو نقصانِ صلوٰۃ وغیرہ لکھ دیا ہے تو ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟
بعض غیر اہلحدیث ''علماء'' نے بھی بغیر کسی دلیل کے رفع الیدین کرنے والے کی نماز کو فاسد قرار دیا ہے۔ [دیکھئے معارف السنن ۲/۴۵۱]
انوار خورشید صاحب ان نام نہاد مفتیوں پر اپنا غصہ کیوں نہیں اتارتے؟
دوسرے یہ کہ انوار صاحب کا کہنا ''غیر مقلدین کا کہنا ہے'' الخ بہت بڑا مکروہ مغالطہ ہے کیونکہ رفع الیدین کا سنت ہونا تمام شوافع اور حنابلہ تسلیم کرتے ہیں اور عملاً بھی اس سنتِ متواترہ پر قائم و دائم ہیں۔ دراصل انوار خورشید صاحب یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ رفع الیدین کا اثبات صرف اہل حدیث ''غیر مقلدین'' کا مسلک ہے اور بس!
ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شوافع و حنابلہ بھی ''غیر مقلدین'' کی صف میں شامل ہیں؟ یہ وہی

شوافع ہیں جن کے ساتھ حنفیوں نے رے اور اصبہان میں طویل جنگیں لڑی ہیں اور آخر میں شکست کو اپنے سینے سے لگایا ہے۔ [دیکھئے معجم البلدان ۱/۲۰۹، ۳/۱۱۷]

فما زالت تلك صلوٰته حتى لقي الله تعالىٰ

اس مضمون کے آخر میں انوار خورشید صاحب نے فمـا زالـت إلـخ والی موضوع روایت پیش کر کے اہل حدیث کا مذاق اڑایا ہے کہ ان کے دعویٔ رفع الیدین کی بنیاد غالباً یہی روایت ہے جس میں عصمہ بن محمد الانصاری اور عبد الرحمٰن بن قریش دونوں وضاع و کذاب راوی ہیں۔ حالانکہ اہل حدیث کا دعویٰ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صحیح و متواتر احادیث کے ساتھ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین ثابت ہے اور اس کا ترک یا نسخ قطعاً ثابت نہیں۔ حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات جو کچھ بھی پیش کرتے ہیں یا تو وہ ضعیف و موضوع ہوتا ہے یا پھر اصل مسئلہ سے غیر متعلق، تاہم ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے نبی ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت ملتا ہے۔ جن روایتوں میں ایک راوی بھی کذاب، وضاع یا متروک نہیں۔ اس سلسلہ میں راقم الحروف نے ایک مضمون لکھا ہے جسے اس مضمون کے آخر میں ملا دیا گیا ہے۔

امام اسحٰق بن راہویہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے جو کہ مرفوع حکماً ہے استدلال کیا ہے کہ رفع الیدین کرنے والے کو ہر انگلی کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔
[دیکھئے مجمع الزوائد ۲/۱۰۳ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱/۵۶۲]

یہ روایت مرفوعاً بھی مروی ہے۔ [السلسلۃ الصحیحۃ ۷/۸۴۸ ح ۳۲۸۶]

اس حدیث کے حساب سے ہر اہل حدیث کو روزانہ صرف پانچ فرض نمازوں پر چار سو تیس (۴۳۰) نیکیاں ملتی ہیں۔ جبکہ حنفی حضرات کو، جن کا عقیدہ صحیح ہے: صرف پچاس (۵۰) آپ خود فیصلہ کریں کہ آخرت میں آپ کو روزانہ فرض نمازوں کے بدلے صرف پچاس (۵۰) نیکیاں چاہئیں یا چار سو تیس (۴۳۰)؟ جبکہ دوسری نمازیں اس کے علاوہ ہیں۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾

جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اسے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ [الانعام:۱۶۰]

رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت

نماز شروع کرتے وقت ، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع الیدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے ۔ دیکھئے قطف الازہار المتناثرہ للسیوطی اور نظم المتناثر للکتانی ۔ کتب اصول الحدیث میں بھی اس تواتر کا واضح تذکرہ موجود ہے مثلاً دیکھئے التقیید والایضاح للعراقی (ص ۲۷۰)

متعدد غیر اہلحدیث علماء نے بھی رفع الیدین کا متواتر ہونا تسلیم کیا ہے ۔ مثلاً دیکھئے نیل الفرقدین للکشمیری (ص۲۲) معارف السنن للبنوری (۲/ ۴۵۸، ۴۵۹)

لہذا رفع الیدین کا مسئلہ اسنادی دلائل کا محتاج نہیں ہے ۔ اس کے باوجود بعض لوگ اس عظیم الشان سنت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی سرتوڑ کوشش میں لگے ہوئے ہیں ۔ اس مختصر مضمون میں راقم الحروف نے ان مشککین کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ وفات تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

" الإمام الفقيه المجتهد الحافظ (الحجة، محبوب المؤمنين) صاحب رسو ل الله ﷺ (سيدنا) أبو هريرة الدوسي اليماني (رضي الله عنه) سيد الحفاظ الأثبات" (سیر اعلام النبلاء ۲/ ۵۷۸، الا ما بین القوسین)

آپ ۷ھ غزوۂ خیبر کے موقع پر پیارے رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور ربیع الاول ۱۱ھ (وفات رسول اللہ ﷺ) تک آپ ﷺ کے پاس رہے ۔

دن رات آپ ﷺ سے دین کی تعلیم حاصل کی ۔ چونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے آخری دور میں رہے ہیں لہذا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز وغیرہ کے جو

مسائل نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں وہ آخری اور ناسخ ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ نماز کا کوئی مسئلہ راقم الحروف کے علم میں نہیں ہے جو کہ منسوخ ہو۔ و الله أعلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رفع الیدین

امام ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا عبد الملك بن شعيب بن الليث: حدثني أبي عن جدي عن يحيى بن أيوب عن عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج عن ابن شهاب عن أبي بكر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام عن أبي هريرة أنه قال: كان رسول الله ﷺ إذا كبر للصلٰوة جعل يديه حذو منكبيه و إذا ركع فعل مثل ذلك و إذا رفع للسجود فعل مثل ذلك و إذا قام من الركعتين فعل مثل ذلك .

رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع کے بعد) سجدوں کے لئے کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

[ابوداود مع عون المعبود ۱/۲۶۹ ح ۷۳۸، ابوداود مع بذل المجہود ۴/۴۵۸، ۴۵۹]

یہ روایت (دیوبندی و بریلوی اصول پر) صحیح ہے۔ اسے امام ابن خزیمہ (۱/۳۴۴، ۳۴۵ ح ۶۹۴، ۶۹۵) نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے "موافقة الخُبر الخَبر" (۱/۴۰۹، ۴۱۰) میں اسے ابن خزیمہ کی سند سے روایت کیا اور کہا: "هٰذا حديث صحيح"

حافظ ابن عبدالبر نے التمہید (۲۳/۱۶۰) میں اسے ابوداود کی سند سے روایت کیا ہے۔

تنبیہ: اس روایت کی سند امام زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اس روایت کے کئی شواہد موجود ہیں۔

سند کا تعارف

۱: عبدالملک بن شعیب بن اللیث، صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ امام نسائی نے کہا: ثقة، امام ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی۔ حافظ ذہبی (الکاشف ۱۸۴/۲) اور حافظ ابن حجر (تقریب التہذیب: ۴۱۸۵) نے کہا: "ثقة" ان پر کوئی جرح میرے علم میں نہیں ہے۔

۲: شعیب بن اللیث، آپ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ امام احمد بن صالح اور خطیب بغدادی نے کہا: "کان ثقة" ابن حبان اور ابن شاہین وغیرہما نے توثیق کی، امام ابن وہب وغیرہ نے تعریف کی۔

حافظ ذہبی نے کہا: "وکان مفتیاً متقناً" آپ ثقہ مفتی تھے۔ [الکاشف ۱۲/۲]

حافظ ابن حجر نے کہا: "ثقة نبیل فقیه" [التقریب: ۲۸۰۵]

۳: امام لیث بن سعد المصری۔ آپ صحاح ستہ کے مرکزی راوی اور زبردست قسم کے ثقہ تھے۔

امام احمد، امام ابن المدینی، امام ابن معین اور امام العجلی (المعتدل) وغیرہم نے کہا: ثقة۔

حافظ ذہبی نے کہا: "الإمام الحافظ، شیخ الإسلام وعالم الدیار المصریة"

[سیر اعلام النبلاء ۱۳۶/۸، ۱۳۷]

حافظ ابن حجر نے کہا: "ثقة ثبت فقیه إمام مشهور" [التقریب: ۵۶۸۴]

۴: یحییٰ بن ایوب الغافقی ابو العباس المصری۔ آپ کتبِ ستہ کے راوی ہیں۔ ائمۂ ستہ نے آپ سے حجت پکڑی ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۹/۸]

امام احمد وغیرہ نے آپ پر جرح کی۔ امام ابن معین اور امام بخاری وغیرہما نے آپ کو ثقہ کہا۔ چونکہ جمہور محدثین آپ کی توثیق کرتے ہیں لہٰذا آپ حسن الحدیث ہیں۔ آپ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ عثمان بن الحکم الجذامی نے بھی یہی روایت امام ابن جریج سے بیان کی ہے۔ [صحیح ابن خزیمہ ۳۴۴/۱]

عثمان بن الحکم پر امام ابو حاتم نے معمولی جرح کی ہے۔ جبکہ امام احمد بن

صالح، امام ابن حبان (الثقات ۸/۴۵۲) امام ابن خزیمہ اور حافظ ابن حجر (**بتصحیح حدیثه**) وغیرہم نے اس کی توثیق کی ہے۔ ابن ابی مریم انھیں "**و کان من خیار الناس**" کہتے ہیں (صحیح ابن خزیمہ) یعنی وہ بہترین لوگوں میں سے تھے۔ ابن یونس مصری نے آپ کی تعریف کی۔

۵: عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج۔ آپ کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور زبردست ثقہ امام ہیں۔ امام ابن معین، ابن حبان اور العجلی وغیرہم نے ثقہ کہا۔ حافظ ذہبی نے کہا: **ثقة حافظ**

[سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۲]

حافظ ابن حجر نے کہا: **ثقة فقيه فاضل ، و كان يدلس و يرسل.** [التقریب: ۴۱۹۳]

حافظ حبیب اللہ ڈیروی دیو بندی نے بھی انھیں ثقہ کہا ہے۔

[دیکھئے نور الصباح ص ۲۲۲ طبع دوم]

اسی کتاب کے مقدمہ (ص ۱۸ بترقیمی) پر ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زناء کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی وغیرہ)"

تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۷۰، ۱۷۱ ت ۱۸۴) پر "**و زناء**" کے الفاظ قطعاً موجود نہیں ہیں اور نہ کسی دوسری کتاب میں یہ گندا لفظ موجود ہے بلکہ یہ لفظ ڈیروی صاحب کے اکاذیب وافتراءات میں سے ہے۔

رہا مسئلہ متعہ کا تو (بشرطِ صحت) یہ ابن جریج کی اجتہادی خطا تھی جس کا ان کی عدالت و ثقاہت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ بقول حافظ ابن حجر امام ابن جریج اپنی اس اجتہادی خطا سے رجوع کر چکے ہیں۔ [دیکھئے فتح الباری ۹/۱۷۳]

لہٰذا ایک ایسے مسئلہ پر امام ابن جریج کو مطعون کرنا بُری بات ہے جس سے وہ رجوع اور توبہ کر چکے ہیں۔

ابن جریج کی تدلیس کا اعتراض

ڈیروی صاحب نے اس روایت پر (ابن جریج کی) تدلیس کا بھی اعتراض کیا ہے۔

[نورالصباح ص۲۲۲]

جواب

① دیوبندیہ کی طرف سے (صرف مخالفین کی روایات پر) تدلیس کا اعتراض کیا جانا انتہائی شرمناک حرکت ہے۔ دیوبندیوں کے ''مستند مولوی'' ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

" **والتدلیس والإ رسال فی القرون الثلاثة لا یضر عندنا** "

قرون ثلاثہ میں ہمارے نزدیک تدلیس اور ارسال مضر نہیں ہے۔

[اعلاء السنن: ۳۱۳/۱، نیز دیکھئے ۳۰/۱، ۱۳۷، ۱۲۵/۲، ۲۴/۳ وغیرہ اور قواعد فی علوم الحدیث ص۱۹۵ للتھانوی ایضاً]

② صحیح ابن خزیمہ میں ابن جریج کے سماع کی تصریح موجود ہے لہٰذا تدلیس کا الزام اصلاً باطل ہے۔

۶: امام ابن شہاب الزہری۔ آپ کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور بالاجماع ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا:

" **الفقیه الحافظ متفق علٰی جلالته و اتقانه وثبته** " [التقریب: ۶۲۹۶]

آپ پر بعض منکرینِ حدیث اور نواصب کے اعتراضات کا تفصیلی جواب میرے مضمون ''**القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح**'' میں موجود ہے۔

تنبیہ: امام زہری مدلس ہیں لہٰذا ہماری تحقیق میں یہ سند ضعیف ہے لیکن حنفیہ وآلِ دیوبند اور آلِ بریلی کے نزدیک امام زہری کی تدلیس چنداں مضر نہیں ہے۔

اس روایت کے متعدد شواہد ہیں جن کے ساتھ یہ حسن ہے۔ والحمدللہ

۷: ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کتبِ ستہ کے مرکزی راوی، **أحد الفقهاء**

السبعة اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔حافظ ابن حجر نے کہا: ''ثقة فقيه عابد'' [التقریب:٦٧٩٤]
اس روایت کے متعدد شواہد بھی ہیں۔مثلاً:

① اسماعیل بن عیاش (ضعیف) عن صالح بن کیسان (ثقہ رحجازی) عن عبدالرحمٰن الاعرج (ثقہ) عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، اخرجہ ابن ماجہ (٨٦٠) واحمد (١٣٢/٢) وغیرہما

یہ سند ضعیف ہے۔

② محمد بن مصعب القرقسانی (ضعیف، ضعفہ الجمہور ووثقہ ابن قانع وغیرہ) عن مالک عن ابن شہاب الزہری عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بہ الخ
[التمہید: ٧٩/٧، ٨٠ وکتاب العلل للدارقطنی]

یہ سند بھی ضعیف ہے۔

③ عمرو بن علی عن ابن ابی عدی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ الخ
[العلل للدارقطنی التلخیص الحبیر ٢١٩/١]

اس کی سند (عمرو بن علی الفلاس سے اوپر) حسن ہے لیکن نیچے والی سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ومردود ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی متعدد شواہد موجود ہیں۔مثلاً سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح رفع یدین کا کرنا ثابت ہے۔ [دیکھئے جزء رفع الیدین:٢٢]
یہ موقوف صحیح شاہد اس روایت کو حسن درجے تک پہنچا دیتا ہے۔

الاختصار

یہ روایت دراصل امام زہری کی اس حدیث کا تتمہ اور اختصار ہے جسے امام نسائی نے ''**معمر عن الزهري عن أبي بكر بن عبد الرحمٰن و أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه**'' کی سند سے روایت کیا ہے اور جس میں رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''والذي نفسي بيده إني لأ قربكم شبهاً برسول الله ﷺ ، ما زالت هٰذه

صلٰوتـه حتّٰی فارق الدنیا '' اوراس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں بے شک تم سب میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت میں قریب ہوں، آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ [سنن النسائی ۱/۱۴۷ ح ۱۱۵۷]

اسے امام بخاری (راجع الفتح ۲/۲۶۹، ۲۷۲، ۲۹۰) وغیرہ نے کئی سندوں کے ساتھ امام زہری سے مختصراً اور مطولاً روایت کیا ہے اور امام زہری نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داود اور صحیح ابن خزیمہ کی احادیث کے مجموعے سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرتے تھے اور آپ کا یہی طریقہ تھا حتیٰ کہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ دو علیحدہ حدیثیں ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام زہری تک یہ حدیث ایک ہی ہے۔ آگے امام زہری کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔ کوئی ایک ٹکڑا روایت کرتا ہے اور کوئی دوسرا اور کوئی دونوں کو جمع کر دیتا ہے۔
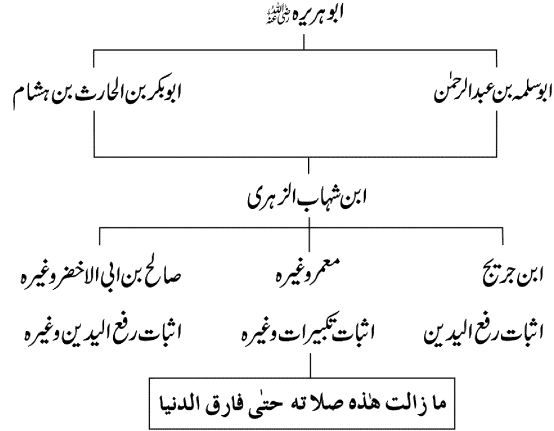
انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

" واعلم أن الحديث لم يجمع إلا قطعة قطعة فتكون قطعة عند واحد وقطعة أخرىٰ عند واحد فليجمع طرقه وليعمل با لقدر المشترك ولا يجعل كل قطعة منه حديثاً مستقلاً."

اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں ٹکڑوں کی شکل میں جمع کیا گیا ہے پس ایک ٹکڑا ایک

راوی کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کے پاس لہٰذا چاہئے کہ احادیث کی تمام سندیں (اور متون) جمع کر کے حاصل مجموعہ پر عمل کیا جائے اور ہر ٹکڑے کو مستقل حدیث نہ بنادیا جائے۔ [فیض الباری ۴۵۵/۳]

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''صدہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنیٰ کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، کوئی کسی طرح، کوئی کسی طرح جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ ۳۰۱/۵ طبع جدید]

اسی طرح یہی حدیث امام زہری کے پاس کامل شکل میں موجود تھی۔ ابن جریج نے ان سے ایک ٹکڑا بیان کیا اور معمر نے دوسرا ٹکڑا۔ صالح بن ابی الاخضر (ضعیف) وغیرہ نے بعض ٹکڑوں کو ایک حدیث میں جمع روایت کیا۔ [دیکھئے علل الحدیث لابن ابی حاتم:۲۹۱]

لہٰذا ایک ہی حدیث کو خواہ مخواہ دو حدیثیں بنانا صحیح نہیں ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین قطعاً ثابت نہیں ہے۔ بلکہ امام بخاری نے جزء رفع الیدین (ح ۲۲) میں ان سے صحیح سند کے ساتھ (رکوع کی) تکبیر اور (رکوع سے) سر اٹھانے کے ساتھ رفع الیدین روایت کیا ہے۔

قال: حدثنا سليمان بن حرب: ثنا يزيد بن إبراهيم عن قيس بن سعد عن عطاء به إلخ

۱: سلیمان بن حرب کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور ''**ثقة إمام حافظ**'' تھے۔

[التقریب:۲۵۴۵]

۲: یزید بن ابراہیم کتبِ ستہ کے راوی ''**ثقة ثبت إلا في روايته عن قتادة ففيها لين**'' تھے۔ [التقریب:۷۶۸۴]

۳: قیس بن سعد صحیح مسلم وغیرہ کے راوی اور ''**ثقة**'' تھے۔ [تقریب التہذیب:۵۵۷۷]

۴: عطاء بن ابی رباح کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور ''**ثقة فقيه فاضل ، كثير**

الإرسال '' تھے۔ [التقریب:۴۵۹۱]
(لہٰذا یہ سند بالکل صحیح ہے) اس موقوف روایت کے متعدد شواہد موجود ہیں۔
''ابن إسحق عن الأعرج عن أبي هريرة'' بھی اس کا شاہد (تائیدوالی روایت) ہے۔
[دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری:۱۹]

اور بعض شواہد آگے آرہے ہیں۔

راویوں کی یہ عادت ہے کہ کبھی حدیث مختصر بیان کرتے ہیں اور کبھی طویل لہٰذا تمام اسانید ومتون کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً یہی روایت صحیح بخاری (۲۹۰/۲ مع الفتح) میں شعیب عن الزہری کی سند کے ساتھ مروی ہے اور اس میں '' إني لأ قربكم شبهاً بصلاة رسول الله ﷺ إن كانت هٰذه لصلاته حتٰى فارق الدنيا '' کے الفاظ ہیں۔
ص۲۷۲ پر یہی روایت عقیل عن الزہری کی سند سے ہے جس میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔
ص۲۶۹ پر مالک عن الزہری کی سند کے ساتھ یہی روایت انتہائی مختصراً مروی ہے جس میں کئی الفاظ مثلاً ''إن كانت هٰذه لصلا ته حتٰى فارق الدنيا'' موجود نہیں ہیں۔ ان اسانید کو علیحدہ علیحدہ احادیث قرار دینا صحیح نہیں ہے لہٰذا صحیح ابن خزیمہ وسنن نسائی وغیرہ کی حدیث ایک ہے۔

حتىٰ فارق الدنيا

اس بحث کے بعد امام ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد: ابن الاعرابی (متوفی ۳۴۱ھ) کی کتاب المعجم کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ امام ابن الاعرابی فرماتے ہیں:

'' نا محمد بن عصمة :نا سوار بن عمارة: نا رديح بن عطية عن أبي زرعة عن أبي عبد الجبار بن معج قال :رأيت أبا هريرة فقال :لأصلين بكم صلاة رسول الله ﷺ لا أزيد فيها ولا أنقص، فأقسم بالله وإن كانت لهي صلاته حتى فارق الدنيا قال :فقمت عن يمينه لأ نظر كيف يصنع فا بتدأ فكبر ورفع يديه ثم ركع فكبر ورفع يديه ، ثم سجد،ثم

كبر ثم سجد وكبر حتٰى فرغ من صلاته ـ قال: أقسم بالله إن كانت لهي صلاته حتى فارق الدنيا ـ"

(سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: البتہ میں آپ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاؤں گا۔ اس میں نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم۔ پس انھوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ راوی نے کہا: پس میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ پس انھوں نے نماز کی ابتدا کی۔ اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر رکوع کیا پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ [۱/۲۲۶ ح ۱۴۲]

اس روایت کی سند کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

۱: ابو عبدالجبار عبداللہ بن معج الفلسطینی کا ذکر امام بخاری کی التاریخ الکبیر (۵/۲۰۹) اور امام ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل (۵/۱۷۶) میں موجود ہے۔ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات (۵/۳۰) میں ذکر کیا ہے۔

یاد رہے کہ معجم ابن الاعرابی میں غلطی سے "**عن أبي زرعة بن (عمرو بن جرير) قال رأيت** "إلخ چھپ گیا ہے۔ جب کہ صحیح وہی ہے جو قلمی نسخہ میں ہے اور جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے۔ نیز دیکھئے المعجم لابن الاعرابی، دوسرا نسخہ (۱/۱۳۱ ح ۱۴۴) وہاں "**عن أبي زرعة بن عبد الجبار بن معج**" لکھا ہوا ہے۔

۲: ابو زرعۃ یحییٰ بن ابی عمرو السیبانی ثقہ تھے۔ [التقریب: ۷۶۱۶]

۳: ردیح بن عطیہ کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ مروان بن محمد اور دحیم نے کہا: ثقة۔

عباد بن عباد الخواص (وثقه ابن معين والعجلي والجمهور) نے بعض حدیث میں اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ [دیکھئے مسند الشامیین للطبرانی ۳۵/۲ ح ۸۶۸]

۴: سوار بن عمارۃ کو امام ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا۔ ابو حاتم نے کہا: صدوق، نسائی نے کہا: ليس به بأس، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کر کے کہا: ''ربما خالف''

چونکہ سوار مذکور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے لہٰذا اس پر حافظ ابن حبان کی جرح مردود ہے۔

۵: ابو عبید اللہ محمد بن احمد بن عصمۃ الرملی القاضی الاطروش کا ذکر حافظ مزی نے سوار بن عمارۃ کے شاگردوں میں (تہذیب الکمال، قلمی ج ۱ ص ۵۵۹) اور حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ابن الاعرابی کے استادوں میں کیا ہے۔ مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔ اس قسم کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج ہے، جس کی توثیق کسی کتاب میں بھی نہیں ملتی، اس کے باوجود ڈیروی صاحب کے استاد سرفراز خان صفدر صاحب نے اس کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے تسکین الصدور ص ۳۲۶) ابو عبید اللہ القاضی کی متابعت مسند الشامیین میں مروی ہے۔

امام طبرانی فرماتے ہیں:

" حدثنا حصين بن وهب الأرسوفي: ثنا زكريا بن نافع الأرسوفي: ثنا عباد بن عباد الخواص: ثنا أبو زرعة يحيى بن أبي عمرو السيباني عن أبي عبد الجبار، واسمه عبدالله بن معج عن أبي هريرة قال: لأصلين بكم صلاة رسول الله ﷺ إن استطعت لم أزد ولم أنقص. فكبر فشهر بيديه فركع فلم يطل ولم يقصر - ثم رفع رأسه فشهر بيديه، ثم كبر فسجد.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو ضرور بالضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھاؤں گا۔ حتی الوسع اس میں نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور رفع الیدین کیا۔ پس آپ نے رکوع کیا نہ یہ رکوع لمبا تھا نہ مختصر۔ پھر آپ نے اپنا سر

اٹھایا اور رفع یدین کیا، پھر اللہ اکبر کہا (پھر اس کے بعد) سجدہ کیا۔ [مسند الشامیین ۲/ ۳۵]

عباد بن عباد کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے زکریا بن نافع سے یعقوب بن سفیان الفارسی روایت کرتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ یعقوب نے کہا: میں نے تقریباً ایک ہزار استادوں سے حدیث لکھی ہے، وہ سب ثقہ تھے۔ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا: ''یغرب'' لہٰذا ایسے راوی کو شواہد میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

حصین بن وہب کے حالات مجھے نہیں ملے۔

خلاصہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین اور تکبیرات کی بعض روایات کی مختصر تخریج درج ذیل ہے:
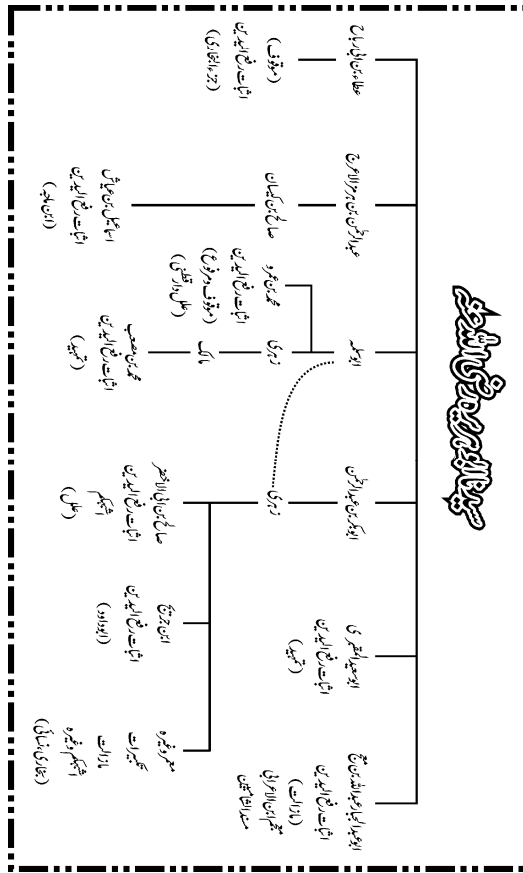
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح رفع الیدین کا کرنا ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نماز روایت کی ہے وہ آپ کی آخری نماز ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اختتام: اس کتاب میں جن علمائے حق اور ائمۂ مسلمین کا ذکر آیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں ہوں، آمین۔

حافظ زبیر علی زئی

(تمت المراجعۃ ۲۳ رجب ۱۴۲۷ھ)

الطبعة الأولى
نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین
(طبعہ جدیدہ مع مراجعت)
حافظ زبیر علی زئی
(۱۵ شعبان ۱۴۲۷ھ)
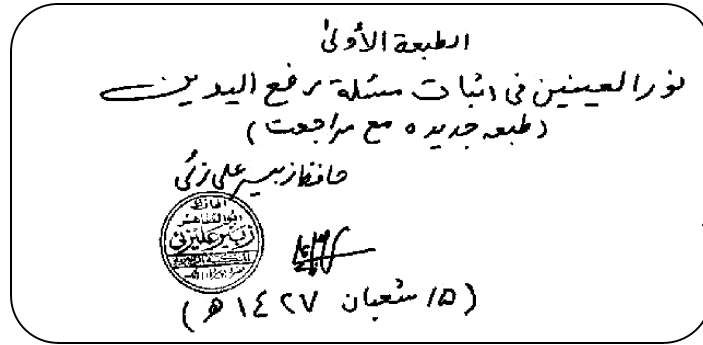
بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم تین چار ساتھیوں نے اپنے گاؤں کے ایک نوجوان مقصود کے ذریعے مولوی صاحب سے ''حدیث اور اہلحدیث'' کتاب منگوائی تا کہ اپنے مذہب کے دلائل اہلحدیث حضرات کو دکھائیں۔

لیکن جب ہم اپنے گاؤں کی مسجد اہلحدیث کے خطیب رحمت الٰہی محمدی صاحب کے پاس پہنچے تو معاملہ کچھ اور بن گیا۔ محمدی صاحب نے اصل کتابیں حدیث کی جب ہمارے سامنے رکھیں تو ہم حیران ہو گئے کہ اتنی خیانتیں؟ اور اس کتاب کے مصنف کی یہ خیانتیں ہمارے لئے راہ راست کا سبب بن گئیں اور ہم اہلحدیث ہو گئے۔ 26 مئی 1996ء

دستخط افتخار احمد | دستخط خضر محمود | دستخط بخشش الٰہی

افتخار احمد 26/5/96 | خضر محمود 26/5/96 | بخشش الٰہی 26-5-96

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا حیّ

Jamia Muhammadi
Masjid Ahl-e-Hadees &
Madarsa Darul-Quran
Wal Hadees Rehmania

Akhter Colony Abbasia Road,
Uch Sharif Bahawalpur

جامع محمدی مسجد اہلحدیث و
مدرسہ دار القرآن والحدیث رحمانیہ
اختر کالونی عباسیہ روڈ اوچ شریف (بہاولپور)

تاریخ 10/3/2000

محترم جناب فضیلۃ الشیخ ابو الطاہر حافظ زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ آپکے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے آمین
گزارش ہے کہ ہمارا تعلق ضلع بہاولپور شہر اوچ سے ہے جو کہ شرک
و بدعت کے گڑھ کے علاوہ مقلدین کا بھی بڑا بول بالا ہے اور جماعت
اہلحدیث کی پہلی مسجد زیر تعمیر ہے اور جماعت اہلحدیث کے چند افراد
ہیں جنکی تعداد تقریباً ۲۰ تک ہے بہرحال اپنی استطاعت
کے مطابق دین حقہ کی تبلیغ جاری ہے اور مقلدین کی طرف سے
قلا بازی بھی شروع ہے بہرحال ہم نے ایک پمفلٹ نور رفع
الیدین کی احادیث لکھکر دیں ہیں اور مقلدین کی طرف سے
عدم رفع الیدین کا جواب انہوں نے لکھا ہے تو وہ تحریر آپکے پاس
روانہ خدمت ہے مہربانی کرکے مدلل جواب لکھکر پیارے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رفع الیدین

کو واضح کر دیا تھا۔ ہمارے علاقہ میں علماء بہت ہیں لیکن آپکی
کتاب نور العینین سند رفع الیدین نظر سے گزری ہے اور جس کو پڑھ کر
ہمارے واجب الاحترام مولانا حبیب الرحمن صاحب۔ جو کہ حنفی تھے اور اب
الحمد للہ اسی مسجد میں خطیب ہیں الحمد للہ علی ذالک
اور انہوں نے مسلک اہلحدیث قبول کر لیا ہے مہربانی کر کے
اس تحریر کا جواب جتنی جلدی ہو سکے روانہ کریں [illegible]
20 دن کا مہلت ہے اور جواب مقلدین کو دینا ہے
اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے گا مجھے امید ہے کہ آپ
اس احسن کام میں تاخیر نہ کرتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی اس سنت سے محبت کا ثبوت دیں گے
جزاک اللہ خیرا۔ وتعاونوا علی البر والتقوی،
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخوکم فی الدین۔ محمد اسحاق بوچ خطیب جامع محمدیہ
اہلحدیث [illegible] ضلع بہاولنگر
فون 51824 PP
51621 PP
کوڈ 06902
پنجاب پاکستان

نوٹ: [illegible] فون ضرور کرنا نور العینین

264

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا حیّ یا قیوم

جامع محمدی مسجد اہلحدیث و مدرسہ دار القرآن والحدیث رحمانیہ
اختر کالونی عباسیہ روڈ اوچ شریف (بہاولپور)

Jamia Muhammadi
Masjid Ahl-e-Hadees &
Madarsa Darul-Quran
Wal Hadees Rehmania

Akhter Colony Abbasia Road,
Uch Sharif Bahawalpur

محترم جناب فضیلۃ الشیخ ابو الطاہر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

گزارش ہے کہ ہمارا تعلق ضلع بہاولپور کے شہر (اوچ) سے ہے جو کہ شرک و بدعت کے گھر کے علاوہ مقلدین کا بھی بڑا بول بالا ہے۔ اور جماعت اہلحدیث کی پہلی مسجد زیر تعمیر ہے اور جماعت اہلحدیث کے چند افراد نے جن کی تعداد تقریباً 20 تک ہے۔ بہر حال اپنی استطاعت کے مطابق دینِ حقہ کی تبلیغ جاری ہے اور مقلدین کی طرف سے فتویٰ بازی بھی شروع ہے بہر حال ہم نے ایک سائل کو رفع الیدین کی احادیث لکھ کر دیں ہیں۔ اور مقلدین کی طرف سے عدم رفع الیدین کا جواب انہوں نے لکھا ہے۔ وہ تحریر آپ کے پاس روانہ خدمت ہے مہربانی کرکے مدلل جواب لکھ کر پیارے رسول ﷺ کی سنت رفع الیدین کو واضح کر دیا جائے ہمارے علاقے میں علماء رہتے ہیں لیکن آپ کی کتاب "نور العینین" نظر سے گزری ہے اور جس کو پڑھ کر میرے والد محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب جو کہ حنفی تھے اور اب الحمد للہ اسی مسجد میں خطیب ہیں اور انہوں نے مسلک اہلحدیث قبول کر لیا ہے مہربانی کرکے اس تحریر کا جواب جتنی جلدی ہو سکے روانہ کریں تقریباً بیس دن کی مہلت ہے اور جواب مقلدین کو دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا مجھے امید ہے کہ آپ اس احسن کام میں تاخیر نہ کرتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کی اس سنت سے محبت کا ثبوت دیں گے۔ جواب تقریباً ان کے ڈبل صفحے کا لکھ دیں۔ (جزاک اللہ خیرا)

راقم [illegible] - [illegible] حبیب الرحمٰن [illegible] خطیب جامع مسجد
اہلحدیث اوچ شریف ضلع بہاولپور
پنجاب پاکستان
فون PP 51824
PP 51621
کوڈ 06402

سندھ کا مناظرہ اور اوکاڑوی صاحب کی شکست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھم آج 22/10/95 کو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے مسلک اہلحدیث کے دلائل سن لیے ہیں۔ اور یہ دیکھ لیا ہے کہ دیوبندی حضرات جھوٹے ہیں اور انہوں نے شرطیں قبول کرنے کے بعد مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی ہے۔ لہذا ھم آج سے اپنے اہلحدیث ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

22-10-95

(۱) مختار علی بروہو ولد نور الدین بروہو تعلقہ قمبر گاؤں گھٹو

(۲) سکندر ولد قیصر خان جاگیرانی۔ گاؤں گل محمد جاگیرانی۔ تعلقہ قمبر ضلع لاڑکانہ سندھ

(۳) حاجی محمد عظیم جاگیرانی گاؤں گل محمد جاگیرانی۔ تعلقہ قمبر۔ ضلع لاڑکانہ سندھ

حاجی محمد عظیم 22-10-95

(۴) حاجی محمد مرید ولد قیصر خان جاگیرانی۔ محمد مرید 22/10/95

(۵) منیر احمد ولد حاجی محمد مرید بلوچ جاگیرانی۔ منیر احمد جاگیرانی